بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطیب الہند حضرت مولانا عبید اللہ خاں اعظمی

کی ولولہ انگیز انقلاب آفریں تقریریں

خطباتِ اعظمی

مکمل

حضرت مولانا عبید اللہ خاں اعظمی

ترتیب کار

مولوی ابو الحسن علی رضوی

رضوی کتاب گھر دہلی
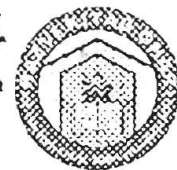
425 اردو مارکیٹ مٹیا محل جامع مسجد دہلی Ph :. 011-23264524

ISBN 81- 89201-16- 6

کتاب : خطبات اعظمی (مکمل)

خطیب : حضرت مولانا عبیداللہ خاں صاحب اعظمی

ترتیب کار : مولوی ابوالحسن رضوی

ناشر : رضوی کتاب گھر، دہلی

باہتمام : (حافظ) محمد قمرالدین رضوی

پروف ریڈنگ : منظور الحق جلال نظامی

کمپوزنگ : رضوی کمپیوٹر پوائنٹ، دہلی

آپریٹر : کامل احمد نعیمی

اشاعت اول : ٢٠١٠ء

تعداد : ١١٠٠

صفحات : ٢٢٤

قیمت :

Head Office

RAZAVI KITAB GHAR

425, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110006

Ph:011-23264524, M. 9350505879

E-mail: razvikitabghar@yahoo.co.in

مہاراشٹر میں اہل سنت کا مرکزی کتب خانہ

رضوی کتاب گھر
١١٢ نعیمی نگر، بھیونڈی، ٤٢١٣٠٢، ضلع تھانہ مہاراشٹر
فون: 220609

نیو رضوی کتاب گھر
نزد امجدیہ ہائی اسکول نعیمی پیر روڈ، بھیونڈی، ضلع تھانہ
M.9823625741

خطابت پیمانے

خطبہ (١)............. بمقام جودھپور

ہند کو ناز ہے جس پر وہ نشانی ہم ہیں
تاج اورلال قلعہ کے یہاں بانی ہم ہیں

خطبہ (٢)............. بمقام کانپور

نہ گھبراؤ مسلمانوں خدا کی شان باقی ہے
ابھی اسلام زندہ ہے ابھی قرآن باقی ہے

خطبہ (٣)............. بمقام کلکتہ

میرے عبدالمصطفٰے احمد رضا تیرا قلم
دشمنان مصطفٰے کے واسطے شمشیر ہے

خطبہ (٤)............. بمقام بمبئی

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہے اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

خطبہ (٥)............. بمقام بریلی

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

خطبہ (٦)............. بمقام پٹنہ

محو تسبیح تو سب ہیں مگر ادراک کہاں
زندگی خود ہی عبادت ہے مگر ہوش نہیں

خطبہ (٧)............. بمقام بنارس

ہے قول محمد قول خدا فرمان نہ بدلا جائے گا
بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا

فہرست مضامین (اول)

❖❖❖

فہرست مضامین (دوم)

مقام۔ اشفاقی چوک دار العلوم اسحاقیہ، جودھ پور ۱۹۸۵ء

نقش اول

آئین جوانمردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آزاد ہندوستان میں پہلی بار مسلم دشمن، ملک مخالف، سیکولرازم کو داغدار بنانے والی اور انتہا پسند جماعتوں کے خلاف مجاہد اہل سنت خطیب الہند مولانا عبید اللہ خاں اعظمی نے جس ہمت و جوانمردی کے ساتھ مسلمانان ہند کے مذہبی، سماجی، سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی مسائل کو ڈنکے کی چوٹ پر اٹھایا ہے دور دور تک اس کی نظیر نہیں ملتی۔

خطیب الہند کی ولولہ انگیز تقریروں نے ہندوستان بھر میں چل رہی تحفظ شریعت کی تحریکوں میں جان ڈالی دی ہے حالانکہ شاہ بانو کیس کا مقدمہ فیصل ہوئے ماہ گزر گئے تھے۔ سپریم کورٹ کی اس حرکت پر ملک کے طول و عرض میں اخبارات، جلسہ و جلوس کے ذریعہ اظہار بیزاری و نفرت کیا جا رہا تھا لیکن اس میں اجتماعیت کا عنصر معدوم تھا۔

حضرت خطیب الہند کی ولولہ انگیز تقریروں کے بعد نہ صرف مذکورہ تحریکوں میں جوش و ولولہ پیدا ہوا حکومت ہند کی عدالت عالیہ سپریم کورٹ بھی اپنے فیصلے پر نظر ثانی کے لئے مجبور ہوگئی۔ یوں تو حضرت موصوف نے ملک کے مختلف حصوں میں مذہبی اور سیاسی اسٹیجوں سے قوموں کو خطاب کیا اور بذات خود مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کی خاطر ممبئی، کانپور، کلکتہ، بنارس اور سیوان میں تاریخ ساز کانفرنس کے ذریعہ زبردست مظاہرہ کروایا۔ یہ کانفرنسیں معمولی اہمیت کی حامل نہ تھیں بلکہ حکومت وقت کی ان پر سخت نگاہ تھی اسی کا رد عمل تھا کہ سپریم کورٹ شاہ بانو کیس پر نظر ثانی کے لئے مجبور ہوگئی۔

لیکن حضور موصوف نے سرزمین راجستھان کے شہر جودھپور میں دار العلوم اسحاقیہ کے سالانہ اجلاس میں جو معرکۃ الآرا، تاریخ ساز، انقلاب انگیز تقریر فرمائی وہ تاریخ ہند میں آب زر سے لکھی جائے گی۔ آنے والا مورخ عبید اللہ خاں اعظمی کو بھلا نہیں سکتا جس نے مسلم قوم کے چالیس سالہ جمود و تعطل اور احساس کمتری کو توڑا ہے بلکہ آپ کے سحر انگیز خطابوں نے اسلامیان ہند کو حوصلہ، شجاعت، احساس برتری اور آبرومندانہ زندگی بسر کرنے کی راہ دکھلائی ہے۔ جس کے نتیجے میں آج جگہ جگہ جوش و خروش، ہمت و شجاعت اور مافی الضمیر کی ادائے گی کا ولولہ ابھرا ہے بلکہ کانپور اور سیوان میں تو بریلوی مکتب فکر کی جانب سے لاکھوں فرزندان توحید نے ملی

بیداری اور تحفظ شریعت کا تاریخی فیصلہ دیا ہے۔

کانپور میں جو کانفرنس سنی جمیعۃ العلماء کے زیر اہتمام منعقد ہوئی اس میں کئی لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی، قرب و جوار کے اضلاع سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ یہی کیفیت سیوان (بہار) میں رہی اس پس منظر میں نہ صرف مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کے خلاف مسلم اکثریت کا اظہار ہوتا ہے بلکہ اس سے ان حالات کا بخوبی پتہ چلتا ہے کہ آج بر بھی صغیر ہند و پاک میں ۸۰ر فیصدی اہل سنت و جماعت بریلوی پائے جاتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہ دولت اسلام و ایمان فیض ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت نظام الدین محبوب الٰہی، حضرت مخدوم کچھوچھ اور دیگر اولیاء ہند کی پرخلوص مساعی جمیلہ اور تبلیغ اسلام کا اور آج گندم نما جو فروش جماعتوں نے بدعت اور شرک کے سرٹیفکیٹ کے علاوہ مسلمانوں کو کچھ نہیں دیا۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ اولیاء اسلام کی تعلیمات کو اپنے سینوں سے لگانے والی، ان عظمتوں پر مر مٹنے والی ان کے معمولات و معتقدت پر فدائے ہونے والی ہندوستان کی مسلم اکثریت اگر شرک و بدعات کا ارتکاب کر رہی ہے تو پھر ان اولیاء اسلام کو کتنا بڑا مشرک اور کتنا بڑا بدعتی کہا جائے گا جن کی بدولت آج ہمیں اسلام ملا، قرآن ملا، نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ اور پاکیزہ اسلامی نظام ملا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

اف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر بھیڑ میں ہاتھ سے کمبخت کے ایمان گیا

اب وقت آ گیا علماء مشائخ اور قائدین ملت چار دیواری کی سیاست سے نکل کر جہانبانی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور مسلمانوں کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی مسائل کو حل کرنے کے لئے منظم، مربوط اور پائیدار کی کوششیں کریں۔

اس وقت قوم کے خون میں تازگی، روح میں بالیدگی اور ایمان میں شگفتی کو بڑھاوا ملا ہے۔ اگر قائدین ملت نے موقع ضائع کر دیا تو مسلم قوم کو نا قابل تلافی نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔

عبید اللہ خاں آج محض ایک شخصیت کا نام نہیں بلکہ ایک تحریک اور قوم کی امانت کا نام ہے۔ اگر لائق فائق شخصیت کی قدر نہ کی گئی اور ان کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ نہ اٹھایا گیا تو یہ قوم کی دوہری بدنصیبی کی بات ہوگی۔ خدارا اب بھی وقت ہے ہمارے قائدین سیاست و مذہب، گروہی عصبیت اور ذاتی منفعت سے بالاتر ہو کر خلوص و للٰہیت کے پیکر میں ڈھل کر کام کریں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔ آمین

بندہ ناچیز
عرفان الحق قادری
مورخہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۸۵ء

خطیب الہند کو دعوت سخن

کچھ لوگ اپنی پہچان خود بناتے ہیں، انہیں لوگوں میں ایک نام عبید اللہ خاں اعظمی کا بھی ہے۔ عبید اللہ خاں اعظمی ایک عظیم المرتبت اور مہان شخصیت کا نام ہے۔ جس نے دنیائے سنیت میں اہم اور بلند مقام حاصل کیا ہے۔ عزت مآب عالی وقار، ذی شان، ذی صلاحیت، عبید اللہ خاں اعظمی کی تقریر حجت قاطعہ سے بھرپور اور حدیث سے ماخوذ ہوتی ہے۔ اب میں ہندوستان کے ہر دل عزیز معروف شخصیت شیریں بیان مقرر گہربار خطیب، خطیب الہند مولانا عبید اللہ خاں اعظمی کو یہ شعر کہہ کر دعوت سخن دے رہا ہوں۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیرے کفن کانپ رہا ہے
مقرر عظیم آتا ہے جان لطف عمیم آتا ہے
اہل محفل کو شادماں کرنے فکر و فن کا شمیم آتا ہے

مقرر ضوفشاں چلے آؤ خطیب ذی شان چلے آؤ
علم و ادب کے کہکشاں چلے آؤ مدھم مدھم کشاں کشاں چلے آؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّداً صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ جَمِیْعًا. وَاَقَامَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِلْمُذْنِبِیْنَ الْمُتَلَوِّثِیْنَ الْخَطَّائِیْنَ الْهَالِکِیْنَ شَفِیْعًا فَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَیْهِ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ هُوَ اَمَحْبُوْبٌ وَّمَرْضِیٌّ لَّدَیْهِ. صَلٰوةً تَبْقٰی وَتَدُوْمُ. بِدَوَامِ الْمَلِكِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَهٗ. صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

معزز علمائے ملت اسلامیہ شمع رسالت کے پروانو! بادۂ توحید کے متوالو! قرآن کریم کے فداکارو! انتہائی خلوص اور عقیدت و محبت کے ساتھ، گنبد خضریٰ کی جانب لو لگا کر، بھیک دینے والے داتا و آقا، مدنی تاجدار، دونوں عالم کے مالک مختار، ہم غریبوں کے غم گسار، سید ابرار و اخیار، آقائے نامدار شہنشاہ ذی وقار، نائب پروردگار، گلشن ہستی کی اولین فصل بہار، انیس الغریبین، رحمۃ للعالمین، مراد المشتاقین، جان عالمین، سید المرسلین، طٰہٰ و یٰسین، انیس بے کساں، چارہ ساز درمنداں فخر رسولاں، مالک ہفت آسماں، نازش ہر دو جہاں، سرکار این و آں، سیاح لامکاں، نور کی آنکھوں کے تارے، کشتی ملت کے کھیون ہار، کونین میں سب سے انوکھے، اور سب سے نرالے، دائی حلیمہ کے جگر پارے، سیدہ آمنہ کی آنکھوں کے تارے، رب کے دلارے، حضو احمد مجتبیٰ محمد عربی روحی فدا کی بارگاہ میں درود و سلام پیش کرنے کی سعادتیں حاصل کریں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ صَلٰوةً وَسَلَامًا

عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه.

نہ گھبراؤ مسلمانو خدا کی شان باقی ہے
ابھی اسلام زندہ ہے ابھی قرآن باقی ہے
یہ کافر کیا سمجھتے ہیں جو اپنے دل میں ہنستے ہیں
ابھی تو کربلا کا آخری میدان باقی ہے
ہے قول محمد قول خدا، فرمان نہ بدلا جائے گا
بدلے گا زمانہ لاکھ مگر، قرآن نہ بدلا جائے گا

حضرات! ابھی آپ دکھے دل کی فریاد، غم والم سے رنجور اور قرآن کی محبت سے مسرور ایک مجاہد کی گھن گرج اس عمر میں جوانوں کو چنوتی دینے والا عظیم پیغام اور جب اس قوم پر وقت پڑا ہے تو پریکٹیکل کے طور پر میدان عمل میں اترنے والی شخصیت کی زبان سے حیات آفریں مقاصد کو سماعت فرما رہے تھے۔

مری تقریر طبع یار کو بے چین کرتی ہے
سب کیا ہے وہی کہتا ہوں، جو دل پر گذرتی ہے

آپ نے عالمی کانفرنس کے چیئر مین سے وہاں (ممبئی) کی رپورٹ اور وہاں سے پیدا ہونے والے نتائج کو سماعت فرمایا ہے۔ اہل سنت وجماعت کا رابطہ عالم اسلامی جو ایک زمانے سے ہماری ضرورت تھی، اس کے پیدا ہونے کی کوئی شکل یا تجویز نگاہوں کے سامنے کہیں دور دور تک نظر نہیں آتی تھی۔ یہ کانفرنس اپنے بطن سے رابطہ عالم اسلامی کا ایک ہیولیٰ لے کر سامنے آئی، اور پھر دوسرے ممالک میں اہل سنت وجماعت کے دھڑکتے ہوئے دل اور پر جوش لوگ جماعتی اعتبار سے موجود ہیں۔ ان کے عقائد اور ان کے تصلب فی الدین حضرت مجاہد دوراں کی زبانی سننے کو ملا۔

اک ہنگامۂ محشر ہو تو اس کو بھولوں
سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

کئی سال سے مسلمانوں کو چنوتی دی جارہی ہے۔ اور نت نئے مسائل ہمارے

سامنے لائے جارہے ہیں۔ کبھی ہمارے سیاسی حقوق پامال کئے گئے۔ ہم ووٹر تھے اس کے ملک کے ایم۔ پی اور ایم۔ ایل۔ اے تھے مگر ووٹر لسٹ سے ہمیں پورینہ ضلع صوبہ بہار میں خارج کیا گیا۔ ہزاروں ہزاروں مسلمانوں کے ووٹ کاٹ دیئے گئے تو سیاسی اعتبار سے اس ملک میں جینے پر پابندی لگائی گئی اور یہ کام حکومت میں گھسے ہوئے ان گھس پیٹھوں کا تھا جو بنگلہ دیش سے آنے والے گھس پیٹھوں کا نام لے کر ہندوستان کے مسلمانوں کے جمہوری حقوق کا نڈر بحیثیت الیکشن آفیسر اور بحیثیت سلیکشن آفیسر کر رہے تھے۔ ایک وبا ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ دوسری وبا شروع۔

پونا میں ایک سنگھرش ہوا، اور وہاں ایک تنظیم سامنے آئی اس نے اعلان کیا کہ آذانوں کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر پر جو صدائے توحید بلند ہورہی ہے۔ اس سے ہمارے نیند میں خلل پڑتا ہے۔ اس لئے لاؤڈ اسپیکر پر اذانیں بند کی جائیں۔ اس مسئلے سے مسلمانوں نے نمٹا پھر ایک دوسری آواز آئی، کہ صاحب مسلمانوں کا جو پرسنل لاء کا قانون ہے، اس قانون کا خاتمہ کیا جائے اور ملک میں یکساں سول کوڈ قائم کیا جائے۔ سب کے لئے ایک مشترکہ قانون ہو، شادی کا جو قانون غیر مسلموں کے لئے ہے وہی مسلمانوں کے لئے ہو، طلاق کا جو قانون غیر مسلموں کے لئے ہے وہی مسلمانوں کے لئے ہو۔ اور جو مرنے کے قانون غیر مسلموں کے لئے ہے وہی مسلمانوں کے لئے ہوں، جینے کا جو قانون غیر مسلموں کے لئے ہے وہی مسلمانوں کے لئے ہو، چار شادیوں کی اجازت جو قرآن نے دی ہے۔ اسے بند کیا جائے۔ تین مہینہ تیرہ دن کا نان نفقہ مطلقہ عورت کو دینے کے بعد عورت بھی آزاد ہے اور اس کا سابقہ شوہر بھی آزاد۔ اس قانون کو بھی ختم کیا جائے۔ تو مداخلت فی الدین کے بھی نعرے لگے۔ اب ہمارے جزوی قوانین پر پابندی لگانے کے علامتی نشان کو لے کر طرح طرح کے پہلو سامنے آتے رہے۔ حکومتیں بدلتی رہیں دل نہیں بدلے۔

ڈاکٹر کرن سنگھ کو کون نہیں جانتا کہ یہ کانگریس کے پرانے وفادار اور حکومت ہند کے ایجوکیشن منسٹر رہ چکے ہیں، مگر نہیں معلوم کھدر کے اندر چھپے ہوئے ایسے گیدڑ موجود

ہیں جو اس وقت اپنی اصلیت اور اپنے دوغلے پن کا اظہار کرتے ہوئے کسی طرح کی شرم محسوس نہیں کرتے۔ آں جناب نے پھر سے ہندو پریشد کی بنیاد ڈالی، میں آج ساری باتیں اس مذہبی اسٹیج سے اس لئے کہہ کر گذر جانا چاہتا ہوں کہ کچھ بھی دنیا کررہی ہے۔ بالخصوص ملک ہندوستان میں جو تحریکیں انفرادی اور اجتماعی طور پر کام کررہی ہیں وہ ٹوٹل اسلامی اصولوں کے منافی ہیں، مسلمانوں کو کچلنے کی سازش، ہندوستان میں ہمیں ڈرادھمکا کر غلام بنانے کا جو ناپاک منصوبہ کیا گیا ہے، اس کے تحت یہ سازشیں ہورہی ہیں۔ تو پہلے جزوی اعتبار سے ہمارے ایمان کا امتحان لیا گیا۔ پہلے ایک قانون اور ایک ایک شق کو ہمیں چیلنج کیا گیا۔ جس دور میں چیلنج ہوا تو اس دور میں تو ہم نے اپنے مسلمان ہونے کا بہترین ثبوت دیا، اس لئے کی ہندوستان کے مسلمانوں میں جو ایمان کی روشنی آئی ہے، یہ کسی کے ریال سے نہیں آئی، کسی کے خیال سے نہیں آئی، دینی دھندا کرنے والوں کے نام سے نہیں آئی، دین کا بلیک میل کرنے والوں کے نام سے ایمان کی روشنی ہندوستانی مسلمانوں کو نہیں ملی، اپنے تن، من، دھن کی قربانی کے لئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے قدموں سے ہمیں یہ برکت ملی ہے۔ صوفیوں نے ہمیں یہ مذہب دیا، اسلام کے خدام نے ہمیں مذہب عطا کیا، معین الدین نے ہمدردیوں کا چراغ جلایا۔ قطب الدین نے حوصلوں کا چراغ جلایا، نظام الدین نے نظام دین کا پرچم لہرایا، مخدوم علاؤالدین کلیری نے حقانیت کی شمع روشن کی، مخدوم کچھوچھ نے اسلام کا جہانگیری نظام پیش کیا، مخدوم بہار نے اسلام کی بہاریں پیش کیں، یہ ہندوستان کے شرق وغرب میں، ہمارے طریقت کے امام ہیں، اور ہماری شریعت کے امام بھی، اس ملک میں مجددین کی شکل میں علماء کی شکل میں، کاملین کی شکل میں، اپنے خون جگر کی قربانیاں دے کر ہر دور میں پھانسی اور دار ورسن کا پھندا چومتے ہوئے اسلامی فقہوں کی منور تابشیں دنیا میں بکھیرتے رہے، اس سلسلے میں چودھویں صدی ہجری کے مجدد اور امام وقت سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجات مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ فی الارضین مولانا شیخ امام احمد

رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی آسمان کے چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ روشن ہے، اور سورج کے شعاعوں سے بھی زیادہ اسلام وایمان کی دھرتی پر اپنی تابنا کی کا مظاہرہ کررہا ہے۔

سچائیوں پر یہ قوم مرنا بھی جانتی ہے۔ آج ہم قالِ مصطفیٰ پر مرنے کی بات کررہے ہیں۔ یہ تو آل مصطفیٰ ہیں، تو ہم آل مصطفیٰ پر بھی مرنا جانتے ہیں، اور قال مصطفیٰ پر بھی مرنا جانتے ہیں ؎

برگ حنا پر لکھتا ہوں درد دل کی بات
شاید کی رفتہ رفتہ لگے دل ربا کے ہاتھ

آپ دیکھیں کہ انہیں جیل میں ڈالا گیا، ایمرجنسی کے زمانہ میں کیا یہ نمبر دو کا دھندا کررہے تھے؟ جیل میں اس زمانہ میں یا تو کلینیر وں کو ڈالا گیا، غنڈوں کو ڈالا گیا، یا سیاسی ایجی ٹیشن کرنے والوں کو یا مذہبی رہنماؤ کو ڈالا گیا۔ مذہبی رہنماؤں کو کن بنیاد پر جیل میں ڈالا گیا۔ جناب اس لئے کہ ایمرجنسی کے ناپاک دور میں اسلامی فکر ونظر پر جو حملہ ہوا تھا۔ یہ نس بندی جو کمپلسری کی گئی تھی اسلامی فکر ونظر کے خلاف تھی۔ بریلی کے مفتیِ اعظم ہند نے بریلوی مکتبہ فکر کی نمائندگی کا حق ادا کیا اور فتویٰ دے کر اسلام کے اور یجنل چہرے کو دنیا کے سامنے پیش کیا جب کہ یہ جتنے ڈپلومیٹ مذاہب تھے ان سب نے حکومت سے سودا کرلیا۔ اور جب انہوں نے سیاسی گھن گرج کے ساتھ ایسی پالیسی کی مخالفت کی اور اپنی ہی جماعت کے ایک مخصوص لیڈر کو بریلی کے جیل میں ڈالا گیا تو میں تاریخ کے اوراق اس لئے الٹ رہا ہوں، ماضی قریب کا آئینہ اس لئے دکھانا چاہتا ہوں، کہ مسلمان کسی بھی ملک میں رہ کر اس ملک کی سیاست کو اگر اپناتا ہے تو اس کے مدنظر یہ بات ہمیشہ رہتی ہے کہ سیاست کا استعمال ہم مذہب کے لئے کریں گے، سیاست کا استعمال ہم ملت کے لئے کریں گے، جب مظفر میاں کا استعمال کانگریس اپنے لئے کرسکتی ہے تو مظفر میاں کو بھی حق ملنا چاہے کہ وہ کانگریس کا استعمال اسلام کے لئے کریں۔ اس پارلیمنٹ کا استعمال اپنے مذہب کے لئے کریں، یہ وہ جرم تھا جس کی

سزا ان کو بریلی کے جیل میں ملی۔

حضرات ایسے عالم میں معلوم یہ ہوا کہ آپ مذہبی اقتدار کے حصول کے لئے کوئی لڑائی لڑیں گے تو قربانیوں کا مظاہرہ کرنا پڑے گا، جیل جانا پڑے گا، ڈنڈو کا استقبال کرنا پڑے گا، اور اپنی مذہبی جنگ کو جاری رکھتے ہوئے ان سورماؤں کے نقش قدم کو چومنا ہوگا، جنہوں نے میدان بدر سے لے کر میدان کربلا تک کی تاریخ اپنے خون سے رنگین کردی تھی۔ آج تاریخ شاید اپنے کو پھر دوہرا رہی ہے، اب معلوم نہیں کہ یہ پاگل کتے انسانیت کا صحت مند خون چاٹنے کے لئے کیوں بکواس کررہے ہیں، ہر محاذ پر جو کمینگی کا مظاہرہ ادھر چار پانچ سال میں ہوا ہے، اگر اس کمینگی کے ذریعے ہمیں نروس (Nervous) بنانے کی کوشش کی جارہی ہے تو حکومت ہند بھی سن لے، سی آئی ڈی آئے ہیں۔ وہ بھی سن لیں، اور ہندوستان کی اوریجنل سوسائٹی بھی سن لے کہ ہم بھی قانون کے اس وقت تک پابند ہیں کہ جب تک قانون ''قانون'' کے اندر دیئے ہوئے ہمارے حقوق کا پابند ہے ہم سب کچھ برداشت کرسکتے ہیں، اسلام کی عظمتوں پر حرف آئے یہ ہرگز نہیں برداشت کرسکتے۔ اور یہ اس لئے نہیں کہہ رہے ہیں کہ ہم تم سے بھیک مانگیں گے۔ ہمارے بے شمار مسائل ہیں، قرآن پر پابندی کلکتہ میں لگائی گئی میں ان دنوں کلکتہ میں موجود تھا، پابندی کا مطلب یہ ہوا کی رٹ داخل کی چوپڑا صاحب نے، چوپڑا کا کھوپڑا خراب ہوا، اور اس نے رٹ داخل کی قرآن کے خلاف کلکتہ ہائی کورٹ میں مسز پدما خنکیر کی عدالت میں یہ رِٹ داخل ہوئی، اور اس میں یہ الزامات لگائے گئے، نعوذ باللہ من ذالک کہ یہ قرآن فساد پھیلاتا ہے، قرآن فتنوں کو ہوا دیتا ہے۔ قرآن ذات پات، بھید بھاؤ اور برادری کے تعصبات کو ہوا دیتا ہے۔ ساری جنگ قرآن کی وجہ سے ہے، اگر قرآن پر پابندی لگادی جائے تو ہندوستان میں امن وامان پیدا ہوجائے گا۔ لوگ مشترکہ طور پر اپنی زندگی گزاریں، اور کہیں کوئی بھید بھاؤ لوگوں میں نہیں رہے گا۔ ایک ستم یہ کہ یہ رِٹ داخل ہوئی، اور بالائے ستم یہ کہ انڈیا کی عدالت اب کھیل تماشا کررہی ہے، چلئے ایک وقت میں کئی

محاذ نہیں کھولے جاتے اب ہمیں چیلنج کرنے والو، ہم ہندوستان میں بھیک مانگ کر زندہ رہنا نہیں چاہتے، تمہارے باپ سے کم نہیں ہیں ہماری قربانیاں، ملک کے ذرہ ذرہ کو آزاد کروانے کے لئے ہم نے خون جگر کی قربانی دی ہے، جب بھارت کا سندور لوٹا جارہا تھا، جب بھارت کی سرحد وسیما غلامی کی زنجیر میں پڑی سسک رہی تھی، مادر وطن کے ماتھے کا خون چوس لیا گیا تھا، تو کوئی دوسرا اشفاق اللہ بن کر کھڑا نہیں ہوا تھا، وہ ہمارا لال تھا، وہ ہماری قوم کا فرزند تھا، جس نے مجاہد دوراں کے ضلع فیض آباد میں انگریزوں کی سولی کا پھندہ انڈیا کی آزادی کے لئے چوم لیا تھا، میں آپ سے کہنا چاہوں گا کہ ؎

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

یہ کسی دوسرے نے نعرہ نہیں لگایا تھا، یہ حسرت موہانی اور محمد علی جوہر بن کر ہم نے نعرہ لگایا تھا، انقلاب زندہ باد، یہ کسی زبان کا نعرہ نہیں تھا، حسرت موہانی نے اردو زبان کی بنیاد پر یہ نعرہ ہندوستان والوں کو دیا تھا۔ آج بھی جب بھی کسی قوم میں گرمی پیدا کرنا ہوتی ہے یا کسی قوم کو شعلۂ جوالہ بنانا ہوتا ہے جب نامردوں کی جماعت کو مردانگی کے جوہر دینا ہوتے ہیں۔ جب بزدلوں کو شجاعت کے حوصلہ دینا پڑتے ہیں۔ ''انقلاب زندہ باد'' ہی کے نعرے لگاتے ہیں، کہیں کرانتی زندہ باد کے نعرے نہیں لگتے۔ انقلاب کا کوئی دوسرا متبادل جملہ بھارت کی دھرتی پیدا نہ کرسکی، اردو سے دشمنی کرنے والے، اردو کے خلاف بل لانے والے، اردو کے خلاف پارلیمنٹ میں بولنے والے، اردو کے خلاف یوپی کی کونسل میں بولنے والے، جب انہیں ووٹ لینا ہوتا ہے، تو انقلاب زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں۔ جب انہیں نوٹ لینا ہوتا ہے تو انقلاب زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں، جب الیکشن کا وقت آتا ہے، تو انقلاب زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں۔ جب سلیکشن کی منزل آتی ہے تو انقلاب زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں، اردو کو جینے کا حق نہیں۔ ایک طرف تو پارلیمنٹ اور اسمبلیوں میں یہ نعرے لگتے ہیں اور جب اپنے حق کی بات ہے تو انقلاب زندہ باد کے نعرے لگا کر اردو کے دشمن خود یہ کہتے ہیں کہ اردو کا یہی نعرہ ہمیں ووٹ دلواسکتا

ہے،اردو کا یہی نعرہ ہمیں نوٹ دلوا سکتا ہے۔اردو کی دشمنی بھی ہوتی ہے تواردو زبان کا نعرہ لگا کر۔انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگانے والو، مجھے بتاؤ تمہارے باپ کی زبان ہے، یہ انقلاب زندہ باد کا نعرہ کہاں سے لائے۔یہ زبان جس زبان کا سواگت تمہیں دعوت دے رہا ہے، اس کو بھی ختم کرنے کی تم نے بات کی سیاسی اعتبار سے بھی ہمیں ڈیمج (Damage) کیا جارہا ہے۔اور مذہبی اعتبار سے بھی ہمیں ڈیمج کیا جارہا ہے، قصور کیا ہے ہمارا، اور کس معاملہ میں ہم ان ڈیمج کرنے والوں سے کم ہماری قربانی، ایک طرف گاندھی تھے تو دوسری طرف آزاد تھے، ایک طرف پٹیل تھے تو دوسری طرف محمد علی جوہر تھے، ایک طرف بھگت سنگھ تھے دوسری طرف اشفاق اللہ خاں تھے۔ایک اگر اس دیش کے بھارت رتن اندرا گاندھی بن رہی تھیں تو دوسری طرف عبدالحمید کھڑا ہوا پاکستانی ٹینک توڑتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ایک طرف اگر جنرل اروڑہ تھے تو دوسری طرف بریگیڈیر عثمان تھے۔

ہند کو ناز ہے جس پہ وہ نشانی ہم ہیں
تاج اور لال قلعہ کے یہاں بانی ہم ہیں

آج اس بھارت کی عظمتوں کا پرچم، ہمارے سر لال قلعہ پر لہرا رہا ہے، کس نے دیا ہے اس دیش کو لال قلعہ، یہ کس نے دیا ہے محبت کی نشانی تاج محل۔

پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
ہم وفادار نہیں تو بھی تو دل دار نہیں
سمجھ کے سمجھو سمجھ کو سمجھنا بھی اک سمجھ ہے
سمجھ کو گر کوئی نہ سمجھا میری سمجھ میں وہ ناسمجھ ہے

اس لئے اس مسائل کا تصفیہ کون کرواسکتا ہے، ایسا لیڈر آگ سے کھیلنے والا نہیں ملے گا۔شعلوں کو ہوا دینے والا نہیں مصیبتوں کے ماحول میں مسکرانے والا۔

میرے منصب سے مجھے کون ہٹا سکتا ہے   یہ اسیری بھی مری سنت آبائی ہے

اب میں آپ سے کہنا چاہوں گا کہ جب خون جگر دینے میں ہم ساتھ ساتھ تھے، دیش کی قربانیوں میں ہم ساتھ ساتھ تھے، ہم نے دیش سے کبھی غداری نہیں کی بلکہ

وفاداریوں میں سرفہرست اپنے کو رکھا تو ایسے مذہب کے ماننے والے کن بنیادوں پر دیش کے وفادار بنے، ہماری کتاب ہمیں وفاداری سکھاتی ہے ہمارا قرآن ہمیں وفاداری سکھاتا ہے، ہمارے علماء ہمیں وافاداری سکھاتے ہیں، ہمارا نبی حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ کا نعرہ دیتا ہے۔وطن کی محبت بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

میرے گھر کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے
اے آب رود گنگا وہ دن ہے یاد تجھ کو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آسان نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہیں ہم
سوبار کرچکا ہے تو امتحاں ہمارا

حضرات! ایسی شکل میں ذرا پہلے ہم تاریخ ہند کا جائزہ لیں۔۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۸۵ء تک کا دور آپ کے اس چونتیس (۳۴) سالہ خطیب کے نگاہ میں ہے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی کا فتویٰ

حضرات! یہ فضل حق خیرآبادی کون تھے؟ ہندوستان کی دھرتی پر انگریز یہ تن کے گورے بھی تھے اور من کے کالے بھی، ان تن کے گورے اور من کے کالوں کے خلاف پہلا فتویٰ جہاد کا دینے والا کون تھا، وہ ہمارے فضل حق خیرآبادی تھے۔جس نے بھارت کی عظمت کو بچانے کے لئے جہاد کا فتویٰ دیا۔انگریزوں نے انہیں کالے پانی کی سزا دی۔جب ان کے پاس انگریزوں کا لارڈ پروانۂ آزادی لے کر گیا کہ فضل حق

جہاد کا فتویٰ واپس لے لو ہم تمہیں باعزت زندگی دیں گے۔ تو موت کے عالم میں بھی
تڑپتے ہوئے آپ نے اس انگریز افسر کے منہ پر تھوک دیا، اور کہا، کتے کی سوسالہ
زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔ مسلمان کی آبرو کا سودا دنیا کے قوانین
نہیں کر سکتے، اے اپنی چوکھٹ پہ ہمیں بیچنے والے سن! ہم مدینہ والے کی چوکھٹ پہ
بک چکے ہیں۔ اب دنیا کے کسی کتے کی چوکھٹ پہ نہیں بک سکتے۔ یہ کس دور کی لڑائی
تھی ہماری لڑائی اس دور کی تھی، جس دور میں کسی کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ بھارت
آزاد ہوگا اس دور میں ہم نے یہ لڑائی لڑی تھی۔ ۱۸۵۷ء سے چلتی ہوئی یہ جنگ اینڈ
ہوتی ہے ۱۹۴۷ء ۱۵/اگست پر۔۔۔۔۱۵/اگست تک، اگر ہم نے قربانیاں نہ دی ہوتیں
تو ملک آزاد نہ ہوا ہوتا۔ تو سی، آئی، ڈی والوں سے میں کہنا چاہوں گا کہ جس دھرم کے
ماننے والے ہیں، اگر دھرم ان کا سچا ہے تو ان کی دھرم کی قسم انہیں دیتا ہوں، بولتا ہوں
وہی لکھنا اور جھوٹ دھرم ہوگا تو جھوٹی رپورٹ پہنچائیں گے۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دیش کی آزادی سے ایک روز پہلے پاکستان بنا۔ مجھے آج
کھل کر بولنا ہے۔ اور آپ کو سمجھ کر سننا ہے۔ ایک روز پہلے پاکستان بنا ٹھیک ہے۔ کیا
اسباب تھے پاکستان بننے کے؟ کن لوگوں نے پاکستان بنوایا؟ تاریخ کے پردے سے
اگر حجابات اٹھائے جائیں تو اچھے اچھے بھارت کے رتن ننگے نظر آئیں گے۔ ایک
جناح ہی پاکستان بنوانے کے ذمہ دار نہیں تھے بلکہ پٹیل بھی پاکستان بنوانے کے ذمہ
دار تھے۔ صرف پاکستانی مسلمان ہی ذمہ دار نہیں تھے پاکستان بنوانے کے، بلکہ
ہندوستانی غیر مسلم بھی ذمہ دار تھے پاکستان بنوانے کے۔ سنو! جنہوں نے پاکستان
بنوانے کا نعرہ لگایا تھا وہ پاکستان چلے گئے، پاکستانیوں کے جو حقوق تھے۔ انہوں اپنا
حق لیا اپنے گھر گئے۔ ہم سے کہا گیا پاکستان جانے کے لئے، ہم نے کہا ہم نے نہ
پاکستان کا مطالبہ کیا تھا نہ ہم پاکستان جائیں گے۔ ہم نے بھارت کی آزادی کا مطالبہ
کیا تھا بھارت آزاد ہوا، بھارت کسی کے باپ کی جاگیر نہیں، ہم بھارت میں
رہیں گے۔ جانے والے چلے گئے۔ جب ہم کچھ نوجوانوں کے جانے کی منزل آئی

تو محبان وطن نے کہا، کہاں جا رہے ہو؟ غریب نواز کا مزار تم سے پوچھ رہا ہے۔ کہ ہم کو
چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟ نظام الدین اولیاء کی چوکھٹ تم سے یہ پوچھ رہی ہے ہمیں چھوڑ کر
کہاں جا رہے ہو۔ مخدوم کچھوچھہ کا مزار پوچھ رہا ہے ہماری دہلیز چھوڑ کر کہاں
جاؤ گے۔ تو بھارت کو بھارت بنانے والے ان سورماؤں کے دامن محبت میں پناہ لے
کر ہم اپنے بھارت کی رکشا کرتے رہے، آج رکشکوں کے ذریعہ باڈی گارڈز کے
ذریعہ جو اندرا گاندھی کا مرڈر ہوا ہے۔ ہمیں غدار کہنے والو! ہمارے قانون پر پابندی
لگانے والو، ہمارے قرآن پر ناپاک نظر رکھنے والو، اگر اندرا گاندھی کے رکشک ہم
ہوتے تو یہ دن آج دیکھنے کو نہ ملتا، یہ کون ہیں، ناتھورام گوڈسے کی اولاد ہیں، جو قرآن
پر پابندی کی بات کر رہی ہیں، یہ ناتھورام گوڈسے کی اولادیں ہیں جو رام جنم بھومی کی
آڑ میں بابری مسجد پر ناپاک قبضہ کا خواب دیکھ رہی ہے۔ عبیداللہ خان اعظمی کھلے
لفظوں میں یہ کہنا چاہتا ہے کہ اندارا گاندھی سے لے کر مہاتما گاندھی تک غداروں کی
فہرست دیکھ لیجئے اور ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۸۵ء تک وفاداروں کی فہرست بھی ملاحظہ
کر لیجئے کہ جرم کی سزا کسے دی جا رہی ہے ہمارے کتاب پر پابندی، ہمارے مسلم
پرسنل لاء پر پابندی، ہمارے فکر ونظر پر پابندی، کہیں ایسا نہ ہو کہ تاریخ اپنے کو دہرائے
اور بالا جی دیورس کو کلمہ پڑھنا پڑے۔ کہیں راجیو گاندھی کو کلمہ نہ پڑھنا پڑ جائے۔ اٹل
بہاری باجپئی کو نہ کلمہ پڑھنا پڑ جائے تاریخ دہرائے گی اپنے آپ کو۔

طارق کبھی موجوں کے قدم لیتے ہیں — خالد کبھی ہاتھوں میں علم لیتے ہیں
ہر دور میں اٹھتے ہیں یزیدی فتنے — ہر دور میں شبیر جنم لیتے ہیں

اس دیش میں کیا کیا خدمات تھیں ہماری، بھارت کی آزادی کے لئے کیا کچھ
نہیں کیا ہم نے، دیش آزاد ہوا اگر ہندوستان میں ہمارا حق نہ ہوتا تو انڈین قانون میں
ہندوستان کے مسلمانوں کو برابری کے حقوق کبھی نہیں دیئے جاتے۔ پاکستان بنا اس
کے بعد ہمارے حقوق ہمارے سامنے آئے کس بنیاد پر، کیا خیرات کیا گیا تھا وہ؟ تم
سے بڑھ کر ہماری قربانی، اور ہم ثابت کریں گے کہ غداری کس نے کی؟ مہاتما گاندھی

کو کس نے مارا؟ ناتھورام گوڈسے نے اور اندرا گاندھی کو کس نے مارا؟ بے انت سنگھ اور ستونت سنگھ نے، یہ مسلمان ہیں کہ وہ مسلمان ہے، بھارت رتن کو قتل کیا تم نے اور فادر آف نیشن کا قتل کیا تم نے۔

ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں
پھر بھی ہم سے یہ گلہ کی وفادار نہیں

کیا کیا گل کھلائے گئے اس دیش میں، مہاتما گاندھی کا بھی صفایا اور اندرا گاندھی کا بھی صفایا! آیئے ہم نے کس کا صفایا کیا، وہ بھی بتائیں؟ ہمیں کہتے ہیں پاکستانی اور جب پاکستانی ٹینک آئے تو عبدالحمید بن کر ہم نے آٹھ آٹھ ٹینکوں کا صفایا کر دیا، دیش کی مانگ کو جب بھی سندور کی ضرورت ہوئی تو مسلمانوں نے اپنا خون دیا ہے، جنگ جب بھی ہوئی ہے، تو ہم نے چائنا سے بھی کہا تھا۔

غیروں کو مئے گنگ وجمن دے نہیں سکتے
ہم اہل وطن ہیں خاک وطن دے نہیں سکتے
بھارت تو بڑی چیز ہے کیا دیں گے کسی کو
ہم چین کے مردوں کو کفن دے نہیں سکتے

ہم نے ہر مقام پر اپنے وفادار ہونے کا ثبوت دیا۔ آنجناب آج وفاداری کی بات کر رہے ہیں، بھارت رتن ہونے کی بات کر رہے ہیں۔ میں پوچھنا چاہوں گا کہ آج ہندوستانی فوج کا نقشہ میجر جنرل کپور نے پاکستان کے ہاتھ بیچ ڈالا یہ فوجی نقشہ بیچنے والا کون تھا؟ مسلمان تھا؟ اور آج کمار نرائن جی بھارت کی دیوی کو دلی میں بیٹھ کر فرانس کے کوٹھے پر بیچ رہے تھے یہ کون تھا کمار نرائن؟ یہ کیا بھارت رتن ہے اور قرآن پر پابندی کی بات؟ جس قرآن نے ہمیں وطن کی آبرو پر مرنا سکھایا، جس قرآن نے سب سے پہلے ڈسپلن دنیا کو سکھایا، جس قرآن نے بھنگیوں کو بھی مساوات کی بنیاد پر جینے کا حق دیا جس قرآن نے ذات پات کے خلاف سب سے پہلے نعرہ لگایا جس قرآن نے سب سے پہلے بے اعتدالی کا قانون توڑا جس قرآن نے سب سے پہلے اونچ نیچ کا خاتمہ کیا جس قرآن نے سب سے پہلے فارورڈ اور بیک ورڈ کو بے معنی

قرار دیا، جس قرآن نے تعلیم دی کہ آدمی ذات پات کی بنیاد پر بڑا نہیں ہوتا بلکہ تقویٰ پرہیزگاری اور سچائی کی بنیاد پر بڑا ہوتا ہے۔ قرآن پر پابندی کا مطالبہ سچائی پر پابندی کا مطالبہ ہے، قرآن پر پابندی کا مطالبہ، حقانیت پر پابندی کا مطالبہ ہے۔ یہ رشوت خور چاہتے ہیں کی رشوت چلتی رہے، یہ زناکار چاہتے ہیں، کہ عورتوں کی عصمتیں لٹتی رہیں، یہ شراب خور چاہتے ہیں۔ کہ بھارت لٹتا رہے۔ لیکن جب قرآن دنیا پڑھے گی اور قرآن کا قانون جب سامنے آئے گا تو قرآن ملک بھی بچائے گا اور ملت بھی بچائے گا۔

آیئے! ہم ملک کی تاریخ کے ساتھ آپ کو آگے لے چلیں۔ دیش کے ساتھ مسلمانوں کا جذبہ بڑا والہانہ تھا۔ مرنے کے بعد بھارت کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم ہندوستا سے لے کر قبرستان تک ہندوستان میں رہتے ہیں۔ اور آپ اس بھارت رتن کو دیکھیں، آپ کا قانون مذہبی کتابیں آپ سے آپ کا وطن چھڑاتی ہیں، قرآن کے خلاف رِٹ داخل کر کے بڑے بھاری شہنشاہ بن گئے اور یہ نہیں دیکھا، سوپ بھی ہنسے اور چھلنی بھی ہنسے جس میں بہتر چھید، یہ نہیں دیکھا کہ اگر آپ کے خلاف یہ رٹ داخل ہوئی تو کیا ہوگا؟ سارے مذہبی تقدس پامال کرنے والے یہ ناپاک لوگ! آج قرآن کے خلاف رِٹ داخل کرتے ہیں، کل گیتا بھی محفوظ نہیں رہے گی، گرو گرنتھ کے خلاف بھی بولا جائے گا، انجیل کے خلاف بھی بولا جائے گا۔ میں پوچھتا ہوں کہ مذہبی عزت مجروح کرنے کا کام کس نے کیا؟ مسلمان کسی مذہب پر حملہ نہیں کرتا، کیوں کہ ان کا مذہب سچا ہے، جن لوگوں کو اپنے مذہب میں شبہ ہے وہ دوسرے کے مذہب پر حملہ کرتے ہیں، آج دوسرے ملک کا سمبندھ ''کونٹیکٹ'' (Contact) قرآن عظیم کیا صرف ہندوستان کی سرحدوں میں قید ہے، قرآن کریم پر پابندی لگانے کا مطالبہ اس پاگل پن کے نتیجے کو سامنے لاتا ہے کہ اس دیش میں کیسی خطرناک سازشیں ہمارے مذہب کو چیلنج کرنے کے لئے ہو رہی ہیں۔

نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو
تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

حضرات! ان حالات میں ہمیں کیا قدم اٹھانا ہے، کس ماحول سے گزرنا ہے؟ اپنے مطالبات کیسے رکھنے ہیں، ان حضرات نے قرآن میں تذبذب وشبہ پیدا کرنے کے لئے ہائی کورٹ میں رٹ داخل کرکے یہ ذہن دیا ہے اگر عدالت اس رٹ کو سماعت کی منزل میں لے لیتی ہے تو مسلمان قرآن کی دفاع کرے گا۔ مسلمان قرآن کی سچائی ثابت کرنے آئے گا، کورٹ میں؟ یاد رکھنا! یہ مسلمان قرآن کا دفاع کرنے نہیں آئے گا عدالت میں مسلمان قرآن کی حفاظت کے لئے سر سے کفن باندھ کر نکلے گا۔ دفاع اس کا کیا جائے جس میں کوئی کمزوری ہو، ہم قرآن میں کوئی کمزوری نہیں سمجھتے، قرآن ہماری وکالت کے لئے آیا ہے، ہم قرآن کی وکالت کے لئے نہیں ہیں۔ قرآن کے ہم مؤکل ہیں، قرآن ہمارا مؤکل نہیں۔ اچھا دوسری بات یہ کہ قرآن کلام کس کا ہے؟ احکم الحاکمین کا۔ یہ بتائیے کہ یہاں کی ہائی کورٹ کہاں ہے؟ راجستھان کی ہائی کورٹ کدھر ہے جودھپور میں، آپ یہ سمجھیں کہ پالی کی لوور کورٹ نے ایک مقدمہ لیا اور اس کا فیصلہ کردیا۔ ایک آدمی جس کو یہ فیصلہ غیر قانونی معلوم ہوا، اس نے اپنا یہ کیس کہاں پیش کیا نظر ثانی کے لئے؟ ہائی کورٹ میں اور ہائی کورٹ میں بھی جب وہ مطمئن نہیں ہوا یہ فیصلہ اس نے کہاں سے چاہا؟ سپریم کورٹ سے اب سپریم کورٹ کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے کہ نہیں بولو! اب سپریم کورٹ کا فیصلہ اس کے خلاف ہوگیا تو اس نے کہا نہیں، میں پھر جاؤں گا ہائی کورٹ اور اب ہائی کورٹ میں بھی گڑبڑ ہوا تو پھر جاؤں گا لوور کورٹ۔ دنیا کیا کہے گی اسے؟ یہی نا کہ پاگل ہے لوور کورٹ میں غلطی ہوئی تو پھر ہائی کورٹ، ہائی کورٹ میں بھی غلطی ہوئی تو پھر سپریم کورٹ، سپریم کورٹ کے بعد کوئی کورٹ نہیں، تو کیا سپریم کورٹ کے فیصلہ کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا جاسکتا ہے اور ہائی کورٹ کے فیصلہ کو لوور کورٹ میں چیلنج کیا جاسکتا ہے؟ تو یہ احکم الحاکمین کی کورٹ ہے، اور قرآن احکم الحاکمین کی کورٹ سے آیا ہے تو احکم الحاکمین کا جو فیصلہ ہے کیا اس کا فیصلہ پھر سے دلی کورٹ میں ہوگا، کلکتہ کی کورٹ میں ہوگا؟ ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر قرآن کی عظمتوں کو چنوتی دی گئی تو

قرآن کا فیصلہ نہیں ہوگا، قرآن کے خلاف بولنے والوں کا فیصلہ ہوگا۔ ہم وہ زبانیں کاٹ لیں گے جو زبانیں قرآن کے خلاف بولیں گی۔ ہم وہ کھال کھینچ لیں گے جو کھال قرآن کے خلاف تڑپتی ہوئی نظر آئے گی۔ ۳۷ر سال کے ظلم وستم کے بادلوں میں بھی یہاں کا مسلمان وفاداریوں کے نقطۂ عروج کو چھو رہا ہے۔

ابھی کتنے دن ہوئے پورے پنجاب میں اور کشمیر سے لے کر کنیا کماری تک آگ لگادی لوگوں نے۔ کیا ہم نے کبھی اس ملک کا تنکا تباہ کیا ہے؟ سب لوگوں کی وفاداریوں کا جائزہ لو اور کمیشن بٹھادو جو یہ تحقیق کرے اس ملک میں فوجی اعتبار سے فنکارا یا مخلصانہ طور سے بھارت کا وفادار کون رہا ہے۔ ہندوستان سے لے کر قبرستان تک عبید اللہ اعظمی چیلنج کرتا ہے، اگر عدالتوں کے پاس اس بات کا ریکارڈ موجود ہوگا وہ پکار اٹھیں گی ہندوستان سے لے کر قبرستان تک اگر ہندوستان کا وفادار رہا ہے تو وہ قرآن کا غلام مسلمان ہے۔ ہم بھی مرے تم بھی مرے زندگی بھارت رتن رہے، مرنے کے بعد کیا ہوا؟ پوترا گنی کے حوالے کردیا گیا، مرا جان کر، گنگا ندیا میں دوڑا دیا گیا زندگی میں بھارت رتن رہے، اب دریا میں بہادیا گیا تو دریا کہاں جاتا ہے دریا کا کوئی اور چھور ہے۔ یہاں سے بہے سیدھے پاکستان پہنچ گئے۔ ہمالیہ پر راکھ اڑادی گئی وہ کہیں بھی جاسکتی ہے، لاش دوڑا دی گئی وہ کہیں بھی جاسکتی ہے، اور آپ چلے گئے بھارت ماتا کی فکر بھی نہیں، اور جب مسلمان مرا تو رہا یہیں کا یہیں۔ اور مادر وطن نے کہا میرا لال میری گود سے واپس نہیں جائے گا، زندہ رہا ہے میرے اوپر مرے گا میری گود میں مٹی سے مٹی ہم آہنگ ہوجاتی ہے۔ دھرتی میں ہم اپنا وجود دے دیتے ہیں اور مادر وطن اپنا کلیجہ کھول کر کہتی ہے میرے لال آ تو میرا سپوت ہے۔

مادر ہند کا وفادار کون، غدار کون؟

آج کسی بھی ماں کے بیٹوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں، ایک بیٹے کو کہتے ہیں پوت دوسرے کو کہتے ہیں سپوت تیسرے کو کپوت کہتے ہیں۔ ڈیفینیشن (تعریف) کیا ہے؟

کس ماحول سے گزرنا ہے؟ حضرات! ان حالات میں ہمیں کیا قدم اٹھانا ہے، ان حضرات نے قرآن میں تذبذب وشبہ پیدا کرنے اپنے مطالبات کیسے رکھنے ہیں، ان حضرات نے قرآن میں تذبذب وشبہ پیدا کرنے کے لئے ہائی کورٹ میں رٹ داخل کر کے یہ ذہن دیا ہے اگر عدالت اس رٹ کو سماعت کی منزل میں لے لیتی ہے تو مسلمان قرآن کی دفاع کرے گا۔ مسلمان قرآن کی سچائی ثابت کرنے آئے گا، کورٹ میں؟ یادرکھنا! یہ مسلمان قرآن کا دفاع کرنے نہیں آئے گا عدالت میں مسلمان قرآن کی حفاظت کے لئے سر سے کفن باندھ کر نکلے گا۔ دفاع اس کا کیا جائے جس میں کوئی کمزوری ہو، ہم قرآن میں کوئی کمزوری نہیں سمجھتے، قرآن ہماری وکالت کے لئے آیا ہے، ہم قرآن کی وکالت کے لئے نہیں ہیں۔ قرآن کے ہم مؤکل ہیں، قرآن ہمارا موکل نہیں۔ اچھا دوسری بات یہ کہ قرآن کلام کس کا ہے؟ احکم الحاکمین کا۔ یہ بتائیے کہ یہاں کی ہائی کورٹ کہاں ہے؟ راجستھان کی ہائی کورٹ کدھر ہے جودھپور میں، آپ یہ سمجھیں کہ پالی کی لوور کورٹ نے ایک مقدمہ لیا اور اس کا فیصلہ کر دیا۔ ایک آدمی جس کو یہ فیصلہ غیر قانونی معلوم ہوا، اس نے اپنا یہ کیس کہاں پیش کیا نظر ثانی کے لئے؟ ہائی کورٹ میں اور ہائی کورٹ میں بھی جب وہ مطمئن نہیں ہوا یہ فیصلہ اس نے کہاں سے چاہا؟ سپریم کورٹ سے اب سپریم کورٹ کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے کہ نہیں بولو! اب سپریم کورٹ کا فیصلہ اس کے خلاف ہو گیا تو اس نے کہا نہیں، میں پھر جاؤں گا ہائی کورٹ اور اب ہائی کورٹ میں بھی گڑبڑ ہوا تو پھر جاؤں گا لوور کورٹ۔ دنیا کیا کہے گی اسے؟ یہی نا کہ پاگل ہے لور کورٹ میں غلطی ہوئی تو پھر ہائی کورٹ، ہائی کورٹ میں بھی غلطی ہوئی تو پھر سپریم کورٹ، سپریم کورٹ کے بعد کوئی کورٹ نہیں، تو کیا سپریم کورٹ کے فیصلہ کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا جاسکتا ہے اور ہائی کورٹ کے فیصلہ کو لور کورٹ میں چیلنج کیا جاسکتا ہے؟ تو یہ احکم الحاکمین کی کورٹ ہے، اور قرآن احکم الحاکمین کی کورٹ سے آیا ہے تو احکم الحاکمین کا جو فیصلہ ہے کیا اس کا فیصلہ پھر سے دلی کورٹ میں ہوگا، کلکتہ کی کورٹ میں ہوگا؟ ہم بتادینا چاہتے ہیں کہ اگر قرآن کی عظمتوں کو چنوتی دی گئی تو

قرآن کا فیصلہ نہیں ہوگا، قرآن کے خلاف بولنے والوں کا فیصلہ ہوگا۔ ہم وہ زبانیں کاٹ لیں گے جو زبانیں قرآن کے خلاف بولیں گی۔ ہم وہ کھال کھینچ لیں گے جو کھال قرآن کے خلاف تڑپتی ہوئی نظر آئے گی۔ ۳۷ رسال کے ظلم وستم کے بادلوں میں بھی یہاں کا مسلمان وفاداریوں کے نقطۂ عروج کو چھو رہا ہے۔

ابھی کتنے دن ہوئے پورے پنجاب میں اور کشمیر سے لے کر کنیا کماری تک آگ لگادی لوگوں نے۔ کیا ہم نے کبھی اس ملک کا تنکا تباہ کیا ہے؟ سب لوگوں کی وفاداریوں کا جائزہ لو اور کمیشن بٹھادو جو یہ تحقیق کرے اس ملک میں فوجی اعتبار سے فنکارانہ یا مخلصانہ طور سے بھارت کا وفادار کون رہا ہے۔ ہندوستان سے لے کر قبرستان تک عبیداللہ اعظمی چیلنج کرتا ہے، اگر عدالتوں کے پاس اس بات کا ریکارڈ موجود ہوگا وہ پکار اٹھیں گی ہندوستان سے لے کر قبرستان تک اگر ہندوستان کا وفادار رہا ہے تو وہ قرآن کا غلام مسلمان ہے۔ ہم بھی مرے تم بھی مرے زندگی بھارت رتن رہے، مرنے کے بعد کیا ہوا؟ پوتر اگنی کے حوالے کر دیا گیا، مرا جان کر، گنگا ندیا میں دوڑا دیا گیا زندگی میں بھارت رتن رہے، اب دریا میں بہادیا گیا تو دریا کہاں جاتا ہے دریا کا کوئی اور چھور ہے۔ یہاں سے بہے سیدھے پاکستان پہنچ گئے۔ ہمالیہ پر راکھ اڑادی گئی وہ کہیں بھی جاسکتی ہے، لاش دوڑادی گئی وہ کہیں بھی جاسکتی ہے، اور آپ چلے گئے بھارت ماتا کی فکر بھی نہیں، اور جب مسلمان مرا تو رہا یہیں کا یہیں۔ اور مادر وطن نے کہا میرا لال میری گود سے واپس نہیں جائے گا، زندہ رہا ہے میرے اوپر مرے گا میری گود میں مٹی سے مٹی ہم آہنگ ہو جاتی ہے۔ دھرتی میں ہم اپنا وجود دے دیتے ہیں اور مادر وطن اپنا کلیجہ کھول کر کہتی ہے میرے لال آ تو میرا سپوت ہے۔

مادر ہند کا وفادار کون، غدار کون؟

آج کسی بھی ماں کے بیٹوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں، ایک بیٹے کو کہتے ہیں پوت دوسرے کو کہتے ہیں سپوت تیسرے کو کپوت کہتے ہیں۔ ڈیفینیشن (تعریف) کیا ہے؟

ڈیفینیش کیا ہے؟ پوت اس بیٹے کو کہتے ہیں جو بیٹا
سپوت کی ڈیفینیش کیا ہے؟ کپوت کی
ملک کے قانون اور اپنے مذہب کی روشنی میں ماں اور باپ کے حقوق کو پورا کرے، اس
بیٹے کو پوت کہتے ہیں، اور جو بیٹا مذہبی روشنی میں ملک کی روشنی میں ماں باپ کے حقوق
ادا کرنے کے باوجود اپنا تن من، دھن، آل، اولاد اور اپنا سب کچھ قربان کر دے، وہ بیٹا
سپوت ہے۔ اور جو بیٹا ماں کو گولی مارے، ماں کی گردن کاٹے، ماں کے سینے گولی سے
چھلنی کر دے، مشین گن کی مشین گن خالی کر دے، دیش ماں باپ دونوں کا مرڈر کر دے،
جنم دلانے والے باپ کا جنم بھسم کر دے، آزادی دلانے والے باپ کا بھی مرڈر کر دے
اور دیش میں جینے والی ماں کا بھی کریا کرم کر دے وہ کہلاتا ''کپوت'' اور مادر وطن
ہندوستان کے بیٹوں! دیکھ لیجئے کہ کپوت کون ہیں، سپوت کون ہے اور پوت کون ہے،
اور یہ قرآن ماننے والا اور بھارت کو اپنی دھرتی کہنے والا مسلمان کون ہے۔

۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بن جانے کے بعد کشمیر میں گڑبڑی ہوئی تو میرے
اعظم گڑھ کا پہلا بھارت رتن فوجی بریگیڈیئر عثمان احمد اعظمی پاکستانی گولیاں کھا چکا اور
جوں ہی اس کی تڑپتی لاش گری مادر وطن نے کہا میرا پوت میری عظمتوں پر قربان ہو گیا
اور اس کے بعد ۱۹۶۵ء میں جن پاکستانی ٹینکوں کو دلی تک نہیں روکا جا سکتا تھا ان
ٹینکوں کی شہ رگ کاٹتا ہوا جواں سال عبدالحمید امریکن ٹینکوں کی تباہی کی علامت بن
گیا اور جس کے چیتھڑے فضا میں اڑے تو مادر وطن نے کہا زندہ باد، یہ میرا سپوت ہے،
پوت بھی دیکھا، سپوت بھی دیکھا۔ اور جس نے بھارت کو آزاد کروایا تھا پونا میں اس کو
گولی ماردی ناتھورام گوڈسے نے، ان کو پوت کہا جائے، سپوت کہا جائے، کہ کپوت
کہا جائے؟ اب فیصلہ کیجئے۔ جس اندرا گاندھی نے عظمت ہند کے لئے جان دے دی
اسے یہ مارنے والے انہیں پوت کہو گے۔ سپوت کہو گے یا کپوت کہو گے؟ مہاتما
گاندھی سے لے کر اندرا گاندھی تک انہوں نے صرف کپوت ہی ہونے کا اعلان کیا
ہے، سپوت ہونے کی توفیق انہیں نہیں ہوئی، بھارت فرانس کے کوٹھے پر بیچنے والے
کیمار نارائن کو پوت کہو گے یا سپوت کہو گے ان سے پوچھا یہ فیصلہ دیں، یہ قرآن پر

پابندی لگوانے والے ذرا آئینے میں اپنا منہ دیکھیں۔ بھارت کے ساتھ وفاداری
کا نعرہ لگانے والے یہ بھارت کے پوتے ہیں، یا سپوت ہیں یا کپوت؟

دیش بھگتوں کے سیاہ کارنامے اور مسلمانوں کی ملکی خدمات

دیش بیچ ڈالا بے ایمانوں نے رشوت لے کر مزدور کا گھر بکوایا ان بے ایمانوں
نے، غریب لڑکیوں کو دن میں پرائیوٹ سکریٹری اور رات میں پرائیویٹ بیوی بنایا ان
لوگوں نے، دیش کی کنیاؤں کی عزتیں لوٹنے والے، دیش کی سیتاؤں کی عصمتیں
لوٹنے والے بھارت کی مانگ کا سندور خریدنے والے آج قرآن پر پابندی کے
نعرے لگا رہے ہیں، یہ قرآن تھا سنو! تمہیں جس نے حوصلہ دیا یہ قرآن کے ماننے
والے جنہوں نے تمہیں کھانے پینے، رہنے سہنے کی تہذیب سکھائی۔ کماتے دھماتے
تھے، تمہارے پاس ان کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ کیا تھا تمہارے پاس؟ جوہی ہم لائے،
چنبیلی ہم لائے، کلیاں ہم لائے، تاج محل ہم نے دیا، لال قلعہ ہم نے دیا، بھارت کو
بھارت ہم نے بنایا، زندگی کے آٹھ سو برس تک ہم یہاں رہے مگر ہم نے اپنے وجود
سے بھارت کو تابناک ہی بنایا۔ کبھی داغ نہیں لگایا۔ ۳۵ ر سال میں کل کھیل ہو گیا،
کیا کیا گل کھلائے جا رہے ہیں اس ملک میں کیسی کیسی سازشیں ہو رہی ہیں۔ کسی فقیر
کو بادشاہت دے دو تو وہ ٹکڑا کھانے والا ہوتا ہے، اسے تنجن اچھا نہیں لگے گا۔ وہ کہے
گا، ایک ٹکڑا ادھر رکھ دو ایک ٹکڑا ادھر رکھ دو، ہماری زبان نہ کھلوائی جائے اور ہمیں حریف
بن کر سامنے آنے کا موقع نہ دیا جائے۔

خدا کی شان وہ نادان سمجھیں بے زبان ہم کو

یہ ہم سے امید نہ رکھی جائے کہ ہم قرآن کا دفاع کرنے آئیں گے، خدا کے کلام کو
ہم کسی کورٹ کو اجازت نہیں دے سکتے کہ وہ بینڈ کرے، ہم کسی کورٹ کے پابند نہیں ہیں،
ہائی کورٹ دور کی بات اگر سپریم کورٹ بھی فیصلہ کر کے مسلم پرسنل لاء کو چیلنج کرے گی تو ہم
سپریم کورٹ کے اس فیصلے کو جوتے کی نوک پر مار دیں گے۔ ہمیں ریل منظور ہے، ہمیں

جیل بھی منظور ہے، جان اور مال کی قربانی بھی منظور ہے۔ عظمتوں کے خلاف
سچائیوں کے خلاف۔ نفرتوں کا اظہار کرنے والے یہ نہیں جانتے کہ جب بھارت
آزاد ہوا تھا تو کلکتہ کی دھرتی سے مسٹر گاندھی نے اعلان کیا تھا دیش آزاد ہو گیا۔ دیش کی
جمہوریت اگر بچانا ہے، ہندوستان کو مضبوط بنانا ہے تو اے لوگو! قرآن نے اپنے ماننے
والوں کی ایک جماعت تیار کی تھی جس کے سربراہ عمر فاروق تھے، تو میں تمہیں وچن
دیتا ہوں اور تمہیں پروگرام دیتا ہوں اور ذہن دیتا ہوں کہ عمر فاروق کے نقش قدم پر چل کر
ان کے طریقے کو اپنا کر تم نے حکومت کی، تو یہ دیش ہمیشہ سونے کی چڑیا بنا رہے گا۔

تحفظ قرآن کے لئے مسلمان تیار ہیں!

آج پسینہ بہانے کا وقت ہے پسینہ بہاؤ، خدا نہ کرے کہ وہ دن آئے جب ہمارا
قرآن ہم سے ہماری خون کی قربانی مانگے۔ صبر وضبط اور تحمل کی بھی ایک حد ہوتی ہے،
بتا دو! ان وقت کے بے ایمانوں کو کہ ہم اپنا تن دیں گے، دھن دیں گے، تیرے پابند
نہیں رہیں گے۔ قرآن کی عظمت نہیں دیں گے، آج پوری دنیا میں کہرام مچا ہوا ہے،
چند پاگل پوری دنیا کا امن وسکون غارت کررہے ہیں۔ کیا یہ صرف ہندوستان کے
بائیس کروڑ مسلمان کو چیلنج ہے؟ نہیں بلکہ پوری دنیا کے ایک ارب پانچ کروڑ مسلمانوں
کو چیلنج ہے، انہیں دن میں تارے نظر آنے لگیں گے، اس لئے ہم آپ سے عرض
کرتے ہیں، کہ آپ بیدار ہو جائیے۔ ایسے ماحول اور ایسے حالات غفلت میں رہنے
والے مسلمان کو سچا مسلمان بنا دیتے ہیں، یہ قرآن پر پابندی لگا رہے ہیں اب بھی
وقت نہیں آیا کہ تم نمازوں کے پابند بنو؟ یہ قرآن پر پابندی لگانے کی بات کر رہے ہیں،
تم کہو کہ ہم بھی قرآن کے پابند ہوں گے جم کر قرآنی احکام کی پابندی کیجئے اور پلٹئے اپنی
اپنی مذہبی کتابوں کی طرف، اپنی زندگی میں مذہبی کریکٹر کو زندہ کیجئے۔

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کے صنم خانے سے

کیوں قرآن پر پابندی لگانے کی بات ہو رہی ہے، قرآن سے کیا ڈر ہے؟ قرآن
سے اسی لئے ڈر رہے ہیں کہ یہ چھوت چھات والا مذہب چلا رہے ہیں۔ قرآن برابری
دینے والا مذہب لایا اپنے ماننے والوں کے لئے ان کے دل میں جگہ نہیں، ذرا ایک
ہریجن کو اپنے کنویں سے پانی پی لینے دو، رام اور سیتا کا نام لینے والے ہریجن کو بڑی
ذات والے اپنے مندر میں تو جانے دیں۔ اپنے کنویں پر جانیں دیں، اب دیکھو تو ان کو
جب قرآن انسان کو انسانیت کی بنیاد پر برابری کا حق دیتا ہے تو میناکشی پورم مدراس کے
تیرہ ہزار ہریجن غیر مسلم ان کو نہیں معلوم کہ قرآن میں کیا لکھا ہے، انہیں صرف اتنا معلوم
ہو گیا کہ قرآن چھوٹی ذات والوں کو بھی بڑی بڑی ذات والوں کے مقابلے میں بیٹھنے کی
اجازت دیتا ہے تو ہریجنوں کو دیش کی حکومت نے ہر طرح کی سہولت کی پیش کش کی مگر
ان ہریجنوں نے جوتوں کی نوک پر وہ سہولت ماردی۔ ہمیں وہ سہولت نہیں چاہئے
جو کھانا کپڑا تو دے مگر جسم و جان کو غلام بنا دے، ہم ضمیر کی آزادی چاہتے ہیں، ہم آتما
کی آزادی چاہتے ہیں۔ ہم جسم کی غلامی کریں گے، روح کی غلامی نہیں کر سکتے، اے
روح کو مقید کرنے والوں قرآن روح کو آزاد کرواتا ہے، قرآن آتما کو آزاد کرواتا ہے،
اس لئے ہم اس قرآن کو مانیں گے جس نے آتما کو زندگی دی، جس نے بلال جیسے کالے
ملک سے آنے والے کو گوروں کا سید بنا دیا۔

آج جب مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے، جب ہر جگہ مسلم پرسنل لاء پر بینڈ کر
نے کی بات کی جا رہی ہے، جب ہر جگہ ہماری ماں اور بہنوں کی عزت لوٹی جا رہی ہے،
آج ہمارے ننھے بچے شہید کئے جا رہے ہیں، آج جب ہمارا وجود کسی کو ایک آنکھ دیکھنا
پسند نہیں ہے۔ ایسے ماحول میں وہ ہریجن جن کے گھر جلائے جاتے ہیں، جن کی کھیتی
پھونکی جاتی ہے، ان کے دل میں اس مذہب میں آنا ہی خطرات کو مول لینا ہے۔

مگر اس کے باوجود آدمی روح کی آزادی چاہتا ہے۔ پرندے کو آپ سونے
کا محل دے دیجئے مگر اس کی طبیعت وہاں نہیں لگے گی۔ اس کی روح کی آزادی چمن کی
ہوا مانگتی ہے، اس کی روح کی آزادی جھومتی ہوئی شاخوں پر آشیانہ بنانا چاہتی ہے۔

ایک انسان کو تم سونے اور چاندی کا محل دے دو، اگر اس کا ضمیر آزاد نہیں تو وہ انسان تمہارے محل میں رہ کر کیا کرے گا۔ یہ اسلام ہی ہے جو ضمیر کو آزادی دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جہاں اسلامی حکومتیں ہیں وہاں تو ہیں ہی، اور جہاں اسلامی حکومت نہیں ہیں وہاں بھی جھنڈ کے جھنڈ مسلمان ہو رہے ہیں۔ کوئی کہنے جا رہا ہے کہ مسلمان ہو جاؤ، کوئی بتانے جا رہا ہے مسلمان ہو جاؤ نہیں! قرآن اخوت مساوات کی جو تعلیم دیتا ہے اس تعلیم کی بنیاد پر لوگ قرآن کے دامن میں چلے آ رہے ہیں۔ قرآن پر پابندی لگانے کا مطلب کیا ہوگا، یہی کہ قرآن مٹ جائے گا۔ میں کہتا ہوں اگر یہی پابندی لگانی ہے تو چلو ایک شرط لگاؤ، ہم بھی لگواتے ہیں قرآن پر پابندی۔ جتنی دھارمک کتابیں ہیں، جتنے اشلوک ہیں، لے کر آؤ، سب کو گنگا میں دفن کر دو، ایک بھی مذہبی کتاب نہ رہے ہندوستان میں۔ یہ یاد رکھئے گا کہ قرآن نہیں رہے گا تو کوئی نہیں رہے گا۔

آپ سمجھتے ہیں کہ قرآن پر پابندی لگانے سے قرآن ختم ہو جائے گا۔ تیس (۳۰) پارے ہیں قرآن کے جو چودہ سو سال سے جی رہے ہیں۔ تلواروں کی چھاؤں سے گذر کر آ گئے، کربلا کے میدان سے گذر کر آ گئے۔ جبرالٹا کے پہاڑ سے گذر کر آ گئے، اسپین کی وادیوں سے گذر کر آ گئے، بھارت کی تاریکی اور وادیٔ ظلمات سے گذر کر آ گئے، کون تھا جو انہیں روک سکتا تھا، آج ارادہ کر رہے ہیں اس پر پابندی لگانے کا۔

میں کہتا ہوں ساری کتابوں کو اٹھا کر دریا میں ڈال دو، ایک پریس میں بھی مذہبی کتاب مت چھاپو اور پچاس سال تک کسی مذہبی کتاب کا نام نہ لو، پچاس سال کے بعد ساری کتابوں کو بلاؤ، اے گیتا، اے انجیل، اے گرو گرنتھ صاحب آ، اے قرآن آ، کوئی نہیں آئے گا سوائے قرآن کے۔ اس لئے کہ کوئی اس دنیا میں ایسا نہیں ہے جو پوری انجیل کا حافظ ہو، کوئی پوری دنیا میں ایسا نہیں جو پورے گرو گرنتھ کا حافظ ہو کوئی دنیا میں ایسا نہیں جو گیتا، اشلوک، رامائن، پران وید کا حافظ ہو، مگر الحمد للہ اس وقت دنیا میں پچھتر لاکھ قرآن کے حافظ وہ ہیں جن کے سینے میں قرآن چھپا ہوا ہے۔ تو تم اس کتاب کو دریا میں ڈال دو، پچھتر سال کے بعد بلاؤ تو ہم اپنا سینہ لے کر کھڑے ہوں

گے اے لوگو! ہندوستان سے قرآن مٹا سکتے ہو، دل پر جو قرآن چھپا ہے اسے کہاں لے جاؤ گے! نعرۂ تکبیر......... اللہ اکبر۔

ہے قول محمد قول خدا فرمان نہ بدلا جائے گا
بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا

آج یہ قرآن والے مرتے ہیں تو بھارت کی دھرتی کہتی ہے، میرے سپوت میں تجھے کہیں نہیں جانے دوں گی، نہ دریا کے حوالے کروں گی نہ راکھ کے حوالے کر کے کسی دیش میں جانے دوں گی اپنی گود میں رکھوں گی اور مرنے کے بعد یہ بھارت کا سپاہی قبر میں جب سوتا ہے تو آسمان کو پیٹھ دکھا کر نہیں سوتا بلکہ آسمان کو منہ دکھا کر پچھم تاک کر سوتا ہے۔ پاکستان بھی ادھر ہے اور کعبہ بھی ادھر ہے پچھم کی طرف منہ ہے اور اس کا سینہ آسمان کی طرف ہے ماں کہتی ہے بیٹا تو جوان ہو گیا تھا، پیار کرتے ہوئے شرم آ رہی تھی، اب دیکھنے والا نہیں ہے، سننے والا نہیں ہے، کروٹ لے لے میں گود میں لے لوں۔ بیٹا کہتا ہے ماں ابھی کروٹ لینے کا وقت نہیں آیا ہے، ابھی تیرے دیش کی سرحدوں پر سنگھرش کے نشان پائے جا رہے ہیں، چین کی نیت صحیح نہیں، پاکستان کے ایف ۱۶ کبھی بھی گڑگڑا سکتے ہیں۔ اس لئے مادر وطن ہم کروٹ نہیں لیں گے، ہم آسمان کو سینہ دکھا کر سوئیں گے۔ مرنے کے بعد بھی اگر پاکستانی ٹینک آئے گا تو یہ مسلمان اس کے مد مقابل سینہ سپر ہو کر مردانہ وار تیری حفاظت کرے گا۔

ہند کو ناز ہے جس پہ وہ نشانی ہم ہیں — تاج اور لال قلعہ کے یہاں بانی ہم ہیں

دیکھو میں نے شروع میں کہا تھا:

اک ہنگامۂ محشر ہو تو اس کو بھولوں — سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

مسلمانوں کا ایک مثالی کردار

ایک مسئلہ یہی نہیں ہے اس دیش میں۔ بے شمار مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ پہلے جزوی قانون پر پابندی لگاؤ، پھر کلی قانون پر پابندی لگاؤ، تو اس طرح یہاں باتیں ہو رہی

ہیں۔ یہاں آپ کو چوکنا اور بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔ ہم فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ دنیا
بھر کی بداعمالیوں کے باوجود آج بھی مسلمان قوم کا جواب نہیں۔ قرآن کے ساتھ اس کو جو
محبت ہے وہ دنیا کے کسی قوم کو اپنی کتاب کے ساتھ نہیں۔ اسلام کے ساتھ جو مسلمان کو
محبت ہے وہ دنیا کے کسی دھرم کے ماننے والے کو اپنے مذہب کے ساتھ نہیں۔
اے لوگو! اجتماعیت کے ساتھ زندہ رہو پوری دنیا کے مسلمانوں سے رابطہ رکھنے
کی ضرورت ہے، سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے اس بات کی کوشش کی،
ہمارا راستہ بنا، اب ملک کے مسائل ہوں یا بیرون ملک کے، ادھر والا گڑبڑی کرے
، یا ادھر والا قرآن پر پابندی لگے یا کنزالایمان پر پابندی لگے، ہم ادھر والے کو بھی
جھیلنا جانتے ہیں اور ادھر والے سے بھی نمٹنا جانتے ہیں، اس لئے آپ کے ملک میں
آپ کا مرکزی آئین آپ کی اجتماعیت، آپ کے مسائل کا ایک واحد مرکز کا ہونا
ضروری ہے، کہ نہیں، جو کنزالایمان کے لئے سینہ سپر ہو، جو قرآن کی عظمتوں پر مٹنے
کو تیار ہو، اس کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کا ایمان افروز منظر

ہم ان بیہودہ حرکتوں سے دل برداشتہ نہیں ہوئے اس لئے کہ جب بھی ہمیں چیلنج
ہوتا ہے ہمارا ایمان اور زیادہ مضبوط ہوتا ہے، ہمارے ایمان کو اور زیادہ قوت ملی ہے،
سوتے ہوئے شیر کو جگانے والی لومڑی اپنی خیر منائے۔ اور گیدڑ کی جب موت آتی ہے
تو وہ شہر کی طرف بھاگتا ہے۔ حضرت عمر بھی ایک زمانے میں کفر کے گیدڑوں کے ہمراہ
تھے اور مشرکوں کے سرتاج، جب ان کے کفر کی موت آئی تو چلے صاحب قرآن کی طرف
تلوار لے کے۔ محمد عربی کو مٹا دوں گا، نہ اسلام رہے گا نہ قرآن رہے گا، راستہ میں ایک
سائل ملا۔ کہا حضور آپ کدھر جا رہے ہیں، ارے یار صاحب قرآن نے لپھڑے
پھیلا دیئے ہیں اور قرآن جب سے آیا ہے دنیا میں گڑبڑی پھیلی ہے۔ میں آج
جا رہا ہوں صاحب قرآن کی گردن مارنے، اس نوجوان نے کہا صاحب قرآن کی گردن

بعد میں ماریئے گا۔ قرآن نے پہلے ہی تمہاری بہن بہنوئی کے کفر کی گردن ماردی ہے۔
صاحب قرآن نے تمہاری بہن کی کفر کی کھٹیا کھڑی کردی ہے۔ جاکر بہن کے گھر دیکھو،
کفر کی لاش لٹک رہی ہے اسلام کی سولی پر، اور شرک کو متلی آرہی ہے بدعت کے ماحول
میں۔ حضرت عمر جب گھر میں گئے، تو دیکھا کفر کی لاش لٹک رہی ہے، اور بہنوئی کے گھر
میں شرک کا جنازہ پڑا ہوا ہے۔ اے عمر! تمہارے بہن و بہنوئی نے ہماری کھال کھینچ لی
ہے۔ حضرت عمر نے بہن و بہنوئی کو بہت مارا، اور کہا قرآن چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا، جاؤ،
عمر اپنا کام کرو، یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔ ہمارے جسم پر قبضہ کرسکتے ہو، کھال کھینچ
سکتے ہو۔ روح تمہارے دسترس سے باہر ہے۔ روح گئی ہے پیغمبر کے پاس، جسم تمہارے
قبضہ میں ہوگا، جان محمد کے قبضہ میں ہوگی۔ عمر پریشان ہوگئے۔ باپ رے باپ، یہ کون
سا قانون ہے جس پر یہ اتنا فدا ہوگئے ہیں۔ ذرا ہمیں بھی دکھاؤ۔ اب تو حضرت عمر نے
قرآن دیکھا، تو دل کی دنیا بدل گئی۔ قرآن نے ایسا ایمانی تیر مارا کہ حضرت عمر کے دل
کے کلیجہ کے کفر کا پتہ پانی ہوگیا۔ شرک کا جنازہ نکلا عمر کے دل سے، سائل کہا کیا ہوا؟ عمر
نے کہا کیا بتاؤں کہ کیا ہوا، تصفیہ کررہا ہوں کفر کا۔ کیا بتاؤں کہ کیا ہوا، نوحہ ہے آخری شرک
کا کیا بتاؤں کہ کیا ہوا، چلو معراج کے دولہا کے پاس چلو اسلامی رہنما کے پاس چلو۔ گئے
تھے قرآن کو چیلنج کرنے، قرآن نے دامن پکڑا اور بڑھا دیا پیغمبر اسلام کی طرف۔

عمر سوئے نبی گئے نظر سوئے عمر گئی
وہ اک نگاہ مصطفیٰ کتنا کام کر گئی

یاد رکھو! آج جو بھی قرآن کی مخالفت کررہا ہے تو اس کو کلمہ پڑھنا پڑے گا یا اس کے
باپ کو کلمہ پڑھنا پڑے گا۔ یہ نہیں تو اس کے اولاد کو کلمہ پڑھنا پڑے گا۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

☆☆☆

۲۸۶/۲۹

اخباری رپورٹ جلسہ تحفظ شریعت بمقام کانپور

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔

لَاتَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰهِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْم۔

سرزمین کانپور پر سنی جمعیۃ العلماء کی جانب سے مورخہ ۲۰/اکتوبر ۱۹۸۵ء کو مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کے خلاف جو تاریخ ساز کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس میں خطیب الہند حضرت مولانا عبیداللہ خاں صاحب اعظمی اور حضرت مولانا ادریس رضا خاں صاحب حشمتی کی جو تقریریں ہوئیں ان کی اخباری رپورٹ پیش خدمت ہے۔

حضرت مولانا ادریس رضا خاں صاحب حشمتی کا خطاب عام

کانپور، ۲۰/اکتوبر کو رات نو بجے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے زیر اہتمام مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کے خلاف احتجاجی جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں حاضرین کی تعداد کئی لاکھ رہی ہوگی کانفرنس کے خطبہ صدارت کے بعد مولانا ادریس رضا خاں صاحب پیلی بھیتی تقریر کرنے اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے تو انہوں نے مسلمانوں کو بیدار کرتے ہوئے آواز دی کہ ہم سنی مسلمان جن کی تعداد ہندوستان میں ۹۵/فیصدی ہے کسی ایسے شخص کو برداشت نہیں کریں گے جو ایک طرف توہین رسالت کرتا ہو، دوسری طرف حکومت کے بغل گیر رہنا چاہتا ہو اور تیسری طرف مسلمانوں کے بیچ

آ کر مگر مچھ کے آنسو بہائے۔ جب ہندوستان کے دیگر صوبوں میں اور دیگر شہروں میں مسلم پرسنل لاء بورڈ نے سپریم کورٹ کے فیصلہ کے خلاف جلسے کئے تو انہوں نے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کو مدعو کیوں نہیں کیا اور دعوت کیوں نہیں دی۔ پھر کیا وجہ تھی کانپور کے اندر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کو دعوت دی گئی۔ سنی مسلمان کسی بھی مکر و فریب، میں آنے والا نہیں۔ جمعیۃ العلماء تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی والے یہ وہ لوگ ہیں جو ایک طرف شریعت اسلام کی مخالفت کرتے ہیں اور دوسری طرف سنی مسلمانوں کو ورغلانا اور بہکانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا، میرے ہاتھ میں بمبئی سے نکلنے والا ہفت روزہ اخبار بلٹز ہے جس کے اندر مولانا منت اللہ رحمانی نے خود اپنی بیوی کو کافی عرصہ ہو چکا ہے، اپنے سے علیحدہ کر دیا اور نہ ہی آج تک انہیں طلاق دی، نہ ہی ان کو خرچ دیا۔ ہم راجیو جی کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں ۹۵ فیصدی مسلمان سنی عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے اور جو آج محمد خاں عارف وہابیوں اور دیوبندیوں کی کتابیں پڑھ کر کہیں مولانا مودودی کا حوالہ دے رہا ہے اور کہیں مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی کتابوں کا دے رہا ہے، کہیں کسی کا حوالہ دے رہا ہے تو کہیں کسی کا دے رہا ہے۔ آخر اس نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتاب کا حوالہ کیوں نہیں دیا۔

اگر عارف محمد خان نے اپنی آنکھوں میں بریلی کا سرمہ لگایا ہوتا، مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ترجمہ کا مطالعہ کیا ہوتا تو آج وہ شیطانیت سے اور کفر سے بچ جاتا، اس لئے عارف کو چاہئے کہ سب دکانیں چھوڑ کر بریلی کا سرمہ لگائے اور شریعت اسلامیہ کو دیکھے اور سمجھے جس سے اس کی دنیا بھی بن سکتی ہے، عاقبت بھی بن جائے گی۔

خطیب الہند حضرت مولانا عبیداللہ خاں اعظمی کا یادگاری خطاب

مولانا ادریس رضا صاحب پیلی بھیتی کے بعد موجودہ دور کے وہ مجاہد جسے مولانا عبیداللہ خاں صاحب اعظمی کے نام سے جانا جاتا ہے، جب اسٹیج پر رونق افروز ہوئے تو لاکھوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے مجمع کے اندر خاموشی طاری ہوگئی اور لوگ پرسکون

انداز میں مولانا عبید اللہ خاں اعظمی کو سننا چاہتے تھے۔ مولانا عبید اللہ خاں نے سب سے پہلے نعت شریف پڑھی اور اس کے بعد کہا دنیا میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے اللہ کے نبی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قربانیاں دی ہوں؟ مسلمان پہلے ظلم و درندگی اور بربریت کی چکی میں پستا جارہا تھا۔ سپریم کورٹ کے فیصلہ نے ان کے زخموں پر نمک چھڑکتے ہوئے، سوتے ہوئے شیر کو جگا دیا ہے، میں تقریر کرنے جارہا ہوں وہ کسی کے مذہب کے خلاف نہیں.. ہندوؤں کے خلاف نہیں، میری تقریر کا غلط مطلب اور الٹا مطلب نہ نکالا جائے۔ ہم نوبھارت ٹائمز کے شکر گذار ہیں جس نے اپنی فرقہ وارانہ ذہنیت کے تحت ہمارے بارے میں نہ جانے کیا کیا کہا اور کیا کیا لکھا۔ یہ اخبار لکھتا ہے کہ عبید اللہ کو بند کرو، پاکستانی ہے اس کو پھانسی دے دو، یہ فرقہ پرستی پھیلا رہا ہے، وغیرہ وغیرہ، چلو یہ بھی اچھا ہوا۔ چونکہ عبید اللہ کو جو لوگ نہیں جانتے تھے، نوبھارت ٹائمز نے ہمارا نام لیکر ہمیں پہنچوایا۔ مسلمان پھانسی سے نہیں ڈرتا، جیلوں سے نہیں ڈرتا کیوں کہ یہ مسلمانوں کا زیور ہے۔ ہمیں اس دھونس اور دھمکی سے ڈرایا نہیں جاسکتا۔ ہم صاف طور سے کہنا چاہتے ہیں کہ اشفاق اللہ خان نے ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے پھانسی کے پھندے کو چوما تھا اور مرنا پسند کیا تھا۔ عبید اللہ خاں ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے شریعت اسلام کی حفاظت کے لئے پھانسی کے پھندے کو چومے گا اور مرنا بہتر سمجھے گا۔ ہمیں غدار کہتے ہیں، ذرا بتاؤ تو، گاندھی کو مارنے والا کون اندرا کو مارنے والا کون ہے ہندوستان کے نقشے دشمنوں کے ہاتھ بیچنے والا کون ہے؟ اور ذرا بتاؤ کہ کومر نرائن کون؟ اگر اندرا گاندھی کے سیکورٹی گارڈ میں ایک بھی مسلمان سیکورٹی گارڈ رکھا ہوتا تو اندرا کو مارنے والا کوئی پیدا نہیں ہوا تھا۔ مسلمانوں کو غدار کہنے والو! پاکستان کے وہ ٹینک جو دہلی کی سرزمین کو سلامی دینے آرہے تھے کون تھا جس نے اپنا سینہ پیش کر کے پاکستان کے ٹینکوں کو بموں سے اڑا دیا تھا؟ تم مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کرنے کی جرأت کرتے ہو، مسلم خواتین کی حفاظت کرنے کی بات کرتے ہو اور کہتے ہو کہ شریعت اسلام میں عورتوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے، ان کے

حقوق سلب کر لئے گئے ہیں۔ یاد کرو چودہ سو سال پہلے کی باتوں کو جب عرب میں کسی کے گھر بچہ پیدا ہوتا تھا اور ڈلیوری کا ٹائم قریب آجاتا تھا تو پہلے ہی گڑھے کھود دیئے جاتے تھے۔ اگر لڑکا پیدا ہوتا تھا تو گڑھے پاٹ دئے جاتے تھے اور لڑکی پیدا ہوتی تھی تو اس میں دفن کر دی جاتی تھی۔ اور کچھ میں نہیں کہتا کہ عرب میں کونسا دھرم ماننے والے تھے لیکن ہندوستان میں بھی اسی طرح کا ماحول رائج تھا۔ شوہر کے ساتھ بیوی کو چتا میں جلا دیا جاتا تھا۔ اور اسی طرح زندہ عورتوں کو ستی کر دیا جاتا تھا۔ تمام عورتوں کی حفاظت کی بات کرتے ہو، تمہاری ودھوا عورتوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے اس پر توجہ دو۔ سولہ سال کی ودھوا جس کی کلی کھلی بھی نہیں تھی کہ اسے مسل دیا جاتا، اس کے شوہر کیسے زندہ جلا دیا جاتا تھا اور جب اس کے بعد ودھوا کو جلانے کی رسم ختم کر دی گئی۔ تو اب ودھوا کو کلنکی کہا جاتا ہے، منحوس کہا جاتا ہے اور جب پنڈت جی اچھے شگن کے ساتھ گھر سے نکلتے ہیں کسی ودھوا پران کی نظر پڑتی ہے تو الٹے پیر گھر واپس جاتے ہیں۔ پھر گھر سے نکلتے ہیں اور پھر دیکھ لیتے ہیں تو پھر گھر کے اندر چلے جاتے ہیں کہ بدشگونی ہوگئی ہے، کام بگڑ جائے گا۔ میں اپنی ان تمام بہنوں سے جو ودھوائیں ہیں، کہتا ہوں کہ جو لوگ اس طرح کا ڈھونگ رچاتے ہیں، ان کو بار بار نمستے کیا کرو تا کہ ان کی بار بار پدیاترا ہوتی رہے اور بار بار گھر واپس جاتے رہیں۔ وہ لوگ ہمیں انسانیت سکھائیں گے۔ جن لوگوں کے پاس خود انسانیت کا دائرہ نہ ہو؟ ایک طرف ودھوا عورت کو دیکھ کر بدشگونی کا اعلان کرتے ہیں اور دوسری طرف ایک ودھوا کے درشن کے لئے لائن لگائے کھڑے رہتے ہیں۔ شکر کرو شریعت اسلامیہ کا، اور خدا کی قسم ہندوستان کی عوام کو اندرا گاندھی وزیر اعظم ملی۔ یہ بھی شریعت اسلام کا کرم ہے کیوں کہ اسلام کی روشنی نے ہندوستان کے اندر عورتوں کو ستی بنانا روک دیا۔ اندرا گاندھی اگر زندہ تھی تو یہ بھی ہماری دین ہے۔ کیوں کہ یہ قسم ہم نے بہت بڑی کھائی ہے اور جو کہہ رہا ہوں صحیح کہہ رہا ہوں کیوں کہ اگر مردوں کے ساتھ عورتوں کو جلانے والی اور ستی کرنے والی تحریک کو ختم نہ کیا جاتا تو اندرا گاندھی پرائم منسٹر نہیں بن سکتی تھیں کیوں کہ جب وہ ودھوا ہوئی تھیں تو ہندوستان کی پرانی

روایت انہیں بھی ان کے پتی کے ساتھ جلا کر راکھ کر دیتی۔ انہوں نے کہا کہ سپریم کورٹ نے جو فیصلہ کیا ہے، نان ونفقہ کا شاہ بانو کے حق میں تو آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ کتنا روپیہ باندھا گیا نان ونفقہ میں، ۲۵؍روپیہ "اب ذرا بتائیں پچیس روپے میں ایک عورت کیا کر سکتی ہے تم مسلم خواتین کے حقوق کی بات کرتے ہو، ارے تمہارے وہاں جب لڑکی بیاہ کر جاتی ہے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ بیٹا اپنی پتی کے گھر سے تمہاری لاش ہی نکلے گی، زندہ لوٹ کر نہ آنا ہمارے گھر اور ہمارے یہاں تو جب لڑکی بہو بن کر سسرال جاتی ہے تو جب اس کا جی چاہتا ہے گھر لوٹ کر آتی ہے، باپ کے مال پر اس کا حق، بہن کے مال پر اس کا حق، بھاوج کے مال پر اس کا حق اور جب لڑکی کا کوئی نہیں ہوتا تو مسلم تنظیمیں اس لڑکی کا خرچ برداشت کرتی ہیں۔ تم ہماری کیا بات کرو گے، ہمارے وہاں ماں کی ماں۔ بہن کی بہن اور بیٹی کو بیٹی سمجھا جاتا ہے اور ایسا ہی اس سے سلوک کیا جاتا ہے، تمہاری طرح نہیں کہ گائے جب تک دودھ دیتی ہے تو تمہاری گئوماتا رہتی ہے اور جب دودھ دینا بند کر دیتی ہے تو تم اسے ہنکا دیتے ہو کہ جاؤ، حرام کا مال کھاؤ جا کر دوسروں کا۔

مولانا عبید اللہ خاں نے کہا کہ قرآن حکیم کے خلاف سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ سے فرقہ پرستی کو بڑھاوا دیا ہے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ جج صاحبان نے جہاں ایک طرف فرقہ پرستی کو بڑھاوا دیا، اپنے اختیار کا غلط استعمال کیا، غیر قانونی طور پر شریعت اسلامیہ میں مداخلت کی، وہیں دوسری طرف جہاں کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ تو وہ مرکزی حکومت کو یاددہانی کراتے ہیں اور مشورے دیتے ہیں کہ ہندوستان میں یکساں سول کوڈ رائج ہونا چاہئے۔ میں جج صاحبان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ٹھیک ہے، آپ کے ہاتھ میں جتنی طاقت تھی اس کا استعمال آپ نے فرقہ وارانہ طور پر کیا لیکن حکومت ہند کو مشورہ دینے کا آپ کو کیا اختیار تھا۔ جج صاحبان کو یکساں سول کوڈ کا مشورہ دینے سے پہلے اس کے حشر اور انجام پر غور کرنا چاہئے تھا۔

آئین کی دفعہ ۱۲۵، جس کے اندر صاف طور پر وضاحت کی گئی ہے کہ ہندوستانی عدلیہ شریعت اسلام میں کسی طرح کی مداخلت نہیں کرے گی اور عدلیہ جو فیصلے کرے گی

وہ شریعت اسلام کی روشنی میں کرے گی۔

دوسری آئین کی دفعہ ۴۴ کے تحت ہندوستان میں یکساں سول کوڈ رائج ہونا چاہئے۔ دفعہ ۴۴ صحیح ہے کہ دفعہ ۱۲۵ جب آئین اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہر دھرم اور مذہب والوں کو اپنے طور طریقہ اپنی زندگی کی گذر بسری کا حق حاصل ہے تو پھر آئین کی دفعہ ۴۴ کی کیا ضرورت پڑتی ہے، اگر دفعہ ۴۴ کو اہمیت دی جائے تو آئین کی دفعہ ۱۲۵ کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے، اگر آئین کی دفعہ ۴۴ ہندوستان میں رائج کر دی جائے تو پھر ہمیں شادیاں پھیرے لگا کر کرنا پڑیں گی اور پنڈت جی کو اپنی شادیاں نکاح پڑھا کر کرنا ہوں گی۔

نہ گھبراؤ مسلمانوں خدا کی شان کی باقی ہے
ابھی اسلام زندہ ہے ابھی قرآن باقی ہے

اور سچ تو یہ ہے کہ ابھی کربلا کا میدان باقی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ حکومت اپنی آنکھ کھول کر دیکھے کہ مسلمان جان دے سکتا ہے، مال دے سکتا ہے، اپنی عزت وآبرو دے سکتا ہے لیکن شریعت اسلام میں کسی قسم کی بے جا مداخلت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ مسلم سرور کونین، تاجدار مدینہ محمد مصطفیٰ، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر آنچ نہیں آنے دے گا اور اسے برداشت نہیں کرے گا۔

ہمیں فرقہ پرست کہا جاتا ہے لیکن بابر سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک بتائے کوئی شخص کہ اس دوران حکومت کرنے کے باوجود ہم نے کسی مذہب میں تبدیلی کرنے کی کوئی بات کی ہو، مداخلت کرنے کی کوئی بات کی ہو۔ مسلمانوں کی تاریخیں آج بھی زندہ ہیں جیسے کہ تاج محل، لال قلعہ جہاں ہر یوم آزادی کے موقع پر جھنڈا لہرایا جاتا ہے، یہ ہندوستان کا مسلمان ہے جس نے یہاں کے لوگوں کو انسانیت کا درس دیا اور خواتین کو ستی ہونے سے بچایا۔ انہوں نے کہا کہ جب ہندوستان کا قانون بنا تھا تو آئین کے اندر وضاحت کی گئی تھی کہ مسلم پرسنل لاء میں کیا کیا چیزیں آتی ہیں۔ وہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں، ہبہ اوقاف، طلاق، مالیت، جائیداد، زمین، وغیرہ۔

سپریم کورٹ نے جو فیصلے دیئے ہیں انہیں انگریزی کتاب سے لیا گیا ہے اور اس کی روشنی میں فیصلہ دیا گیا جو قطعی غلط ہے کیوں کہ ہندوستان کی عدالت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ شریعت اسلام کے خلاف فیصلہ دے، کیوں کہ ہم شریعت اسلام کو سب سے بڑا مانتے ہیں۔ انہوں نے کہا سڑک چھاپ نیتا یہ بتائیے کہ اس نے کبھی شریعت اسلام کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے اسلام میں زنا کاری کی اجازت کبھی نہیں دی گئی اور اسے حرام قرار دے دیا گیا ہے، جب کہ سپریم کورٹ کا یہ کہنا ہے کہ طلاق اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کی بیوی دوسرا نکاح نہ کرے اور جب کوئی شخص اپنی بیوی کو خرچ دے گا اور اس کا آنا جانا بھی جاری رہے گا تو ظاہر ہے کہ اس عمل سے گناہ پیدا ہوں گے۔ ہماری خواتین کی دہائی دینے والے جائیں اور بلیو اسٹار میں دیکھیں ہندوستانی حکومت نے خواتین کو زنا کاری کے لائسنس دے رکھے ہیں جنہیں چاندی کے سکوں میں تول کر مسلا جا رہا ہے، میں کوئی کان میں نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ کانپور کے حلیم کالج کے میدان میں بول رہا ہوں۔ انہوں نے کہا اگر حکومت بھی اسلام کے خلاف فیصلہ کرتی ہے تو اس کے فیصلے کو ہم ٹھوکروں پر ماردیں گے۔ جس طرح ہم نے سپریم کورٹ کے فیصلہ کو ٹھوکروں پر ماردیا ہے۔

جج حضرات پہلے اپنا کردار دیکھیں اور ہندوستان میں جہیز کے نام پر جو عورتیں جلائی جا رہی ہیں ان کی جانوں کی حفاظت کریں اور ان کو بچائیں، ہمارے یہاں عورتیں جلائی نہیں جاتی، ماری نہیں جاتی بلکہ سینہ سے لگائی جاتی ہیں، اسی موقع پر ہزاروں خواتین مسلم پرسنل لاء کے خلاف سپریم کورٹ کے فیصلہ کے خلاف منعقد کئے جانے والے اس احتجاجی جلسہ میں موجود تھیں اور جب سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف ہاتھ اٹھائے گئے اور تجویز پاس کرائی گئی تو لاکھوں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھیں۔ عارف کے معنی پہچاننے والے ہوتے ہیں، عارف کو چاہیے کہ جو شیطانیت کا چشمہ لگا کر کفر کی طرف پہونچ گیا ہے، بریلی کا سرمہ لگائے، آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے کتابوں کو پڑھے اور ان کے ترجمے کو سمجھے کیوں کہ

عارف کا مطلب پہچاننا ہوتا ہے اور اس کے لئے اگر یہ کفر سے لوٹ آئے تو اسے ہم ابھی بھی معاف کر سکتے ہیں۔ وہ عارف جس نے کرسی کے لئے آیۃ الکرسی کو بیچ دیا شرم کی بات ہے۔ ہم کسی قیمت پر ہندوستان کی عبادت نہیں کر سکتے حفاظت تو کر سکتے ہیں۔ ہمارے اوپر الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم پاکستانی ہیں جب کہ ہمارے باپ دادا نے بھی کبھی پاکستان نہیں دیکھا ہوگا، لوگ کہتے ہیں کہ عبیداللہ نے پاکستان جا کر کہا تھا کہ تم ادھر سے ہندوستان کی گردن پکڑو ہم اندر سے ہندوستان کی گردن پکڑیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم وہ مسلمان ہیں جنہوں نے پاکستان کے ٹینکوں کو اپنے سینے دے دیئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ جس سماج میں ودھوا کو منحوس قرار دے دیا گیا ہو، اگر وہی سماج مسلم خواتین کی حفاظت کرنے کی بات کرے تو اس سے بڑا مذاق اور کیا ہو سکتا ہے۔ مسلمان پھانسی کی سزا اور جیلوں کو نزلہ زکام بخار سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا، اس لئے ہمیں ڈرایا نہ جائے، دھمکایا نہ جائے، ہم ڈرنے والے نہیں، ہم بھاگنے والے نہیں، اٹھاؤ ہاتھ اور یہ وعدہ کرو کہ عبیداللہ زندہ رہے یا نہ رہے تم شریعت اسلام میں کسی قسم کی مداخلت کو برداشت نہیں کروگے، اگر فوری طور پر سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کو واپس نہ لیا گیا، آئین کی دفعہ ۴۴ کو بدلا نہ گیا تو ہم نہ صرف ہندوستان کی جیلوں کو بھر دیں گے بلکہ پارلیمنٹ کا گھیراؤ بھی کریں گے اور اس کی ذمہ داری ہندوستان کی حکومت کی ہوگی۔

وَماعلینا الاَّ البَلاَغ

☆☆☆

تذکرہ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

نحمدہٗ ونصلی علی حبیبه الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. یٰآیھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین. صدق اللہ العظیم اٰمنت باللہ.

محبان گرامی، شمع رسالت کے پروانو، بادۂ توحید کے متوالو، گفتگو سے قبل آیئے ہم اور آپ انتہائی خلوص وعقیدت اور احترام ومحبت کے ساتھ گنبد خضریٰ کی جانب لو لگا کر اس بھیک دینے والے داتا وآقا، مدنی تاجدار، دونوں عالم کے مالک ومختار ہم غریبوں کے غم گسار سید ابرار واخیار آقائے نامدار شہنشاہ ذی وقار، نائب پروردگار، گلشن ہستی کی اولیں فصل بہار، انیس الغریبین مراد المشتاقین، جان عالمین، سید المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ، کملی والے مصطفیٰ، محمد عربی روحی فدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں ہدیہ درود وسلام پیش کرنے کی سعادتیں حاصل کریں۔

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وبارك وسلم صلوا علیه صلوٰة وسلاما علیك یارسول اللہ۔

محترم حضرات! آج اس تاریخ ساز محفل میں آپ نے مجھے چودہویں صدی ہجری کے مجدد اسلام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی تاریخ ساز شخصیت پر خطاب کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تمام تعریفیں پروردگار عالم کے لئے ہیں جس نے لفظ کن سے کونین کی تخلیق فرمائی۔ درود وسلام کی ڈالیاں پیش ہیں۔ گنبد خضریٰ کے اس مکین مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

بارگاہ رحمت میں جن کے روضۂ رحمت سے آج بھی کونین کی باوقار زندگی کے تحفظ کے لئے یہ صدا عام طور پر آرہی ہے۔

نشان منزل مقصود ہے میری تربت
نشاں یہ چھوڑتا ہوں اہل کارواں کے لئے

عقیدت ومحبت کے ہار وپھول پیش ہیں۔ صحابہ کبار وشہدا عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس بارگاہ میں جنہوں نے اسلام جیسے مذہب مہذب کو قرناً بعد قرن او رنسلاً بعد نسلٍ دار ورسن کے پھندوں کو چومتے ہوئے ہم تک پہنچایا۔

جہاں بھی تم نے پکارا ہے جاں نثار چلے — صلیب ودار سہی دشت وکہسار سہی
کفن بدوش اسیران زلف یار چلے — سنی جو بانگ جرس توبہ قتل گاہ جفا

اور بے پناہ عقیدت ومحبت کے ہار پھول عبید اللہ خاں اعظمی پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اس بارگاہ عبقری میں جس نے بریلی کی ٹوٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھ کر اسلامیان ہند کے سینوں میں عشق مصطفوی کا چراغ جلایا، جس کی ہر ہر ادا عشق مصطفوی سے تعبیر ہوکر رہ گئی اور جسے ہم دنیائے محبت کا امام فکر ونظر کا شہنشاہ کہتے ہیں۔ دنیائے عشق وعقیدت جسے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجات مجدد دین وملت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے نام سے یاد کرتی ہے، اس تاریخ ساز شخصیت نے اپنے دور میں جس طرح سے باطل کی سرکوبی کی ہے اور حقانیت کا عظیم پرچم اپنے ہاتھ میں لے کر تصرفات کی کروٹیں بدلی ہیں اس عظیم اور تاریخ سازی ہی کا حق تھا۔

شرک تھا جب ناز کرنا احمد مختار پر
نکتہ چیں تھے لوگ علم سید الابرار پر
ہر ولی ہر غوث کو بے دست وپا سمجھ گیا
یارسول اللہ کہنے پر تھا فتویٰ شرک کا
کفر پر ایک دن مشیت کو جلال آہی گیا
میرے آقا کی محبت کا سوال آہی گیا

صورتیں تسکیں کی نکلیں دل سیماب سے
اک کرن پھوٹی اچانک چرخ پر مہتاب سے

اس کرن کو اہل دیں احمد رضا کہنے لگے
امت ختم الرسل کا پاسباں کہنے لگے

اس کرن نے راہ ایماں کو منور کردیا
پھول تو پھول ہیں خاروں کو گل تر کر دیا

قوم کے ایمان وحرمت کے نگہباں زندہ باد
زندہ باد اے مفتی احمد رضا خاں زندہ باد

ابر رحمت تیری مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

محترم حضرات! دنیا کا یہ اصول ہے کہ دنیا کہ دینی اسلوب اچھے ماحول میں تربیت پا کر ابھرتے ہیں، اور پھر خاندان کی بنیاد پر پہچانے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ تاریخ کے پردے پر ابھرتے ہیں، جو وطن کی بنیاد پر پہچانے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ کی بھی کمی نہیں ہے جو لوگ فکر ونظر کی بنیاد پر پہچانے گئے اور ایسے لوگوں کی بھی دنیا میں کمی نہیں رہی جو لوگ عقیدہ اور عمل کی بنیاد پر پہچانے گئے مگر امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شخصیت کے بارے میں، اگر عبید اللہ خاں اعظمی ان جملوں کے ساتھ خراج عقیدت پیش کرتا ہے، تو اربابان فکر ونظر اور دانشوران قوم وملت ہماری گفتگو کی سو فیصدی تائید کریں گے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی ملک کی بنیاد پر نہیں پہچانے گئے بل کہ ملک ان کی وجہ سے پہچانا گیا۔ امام احمد رضا خاندان کی بنیاد پر نہیں پہنچانے گئے بلکہ خاندان کی بنیاد پر پہچانا گیا۔ اسی لئے جو لوگ نظریات کی بنیاد پر پہچانے جاتے ہوں۔ یا ان کی بنیاد پر نظریات پہچانے جاتے ہوں۔ انہیں تاریخ ساز شخصیت کا حامل قرار دیا

گیا ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی اس دور کی پیداوار ہیں جس دور میں کفر کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئیں تھیں۔ شرک کے متوالے بادل اپنی گھن گرج کے ساتھ اہل ایمان کو ڈرانے پر مجبور کر رہے تھے، بدعات کے سائے دور دور تک پھیل گئے تھے، کفر ایمان کے لباس میں متبدل ہو کر انگڑائیاں لے رہا تھا۔ صاحبان جبہ ودستار ابلیس کی شاگردی کا حق ادا کر رہے تھے۔ تاریخ ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرانے کے لئے تیار ہے۔ آپ اسلامی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کی سمجھ میں بات آئے گی کہ ہر دور میں اور ہر صدی میں پروردگار عالم نے اس مذہب حقہ کی نصرت وحمایت کے لئے اپنے دامن کرم سے ایسے اہل حق کو منصۂ شہود پر جلوہ گر فرمایا ہے۔ جنہوں نے اپنے تصرفات کی کروٹیں لیتے ہوئے باطل کی دل فریبیوں کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ حق وباطل کی جنگ ہر دور میں ہوتی رہی۔ آدم علیہ السلام سے لے کر اس دم تک اور اس دم سے لے کر صبح قیامت تک حق وباطل کی کشمکش دنیا دیکھتی رہے گی۔ اندھیرے اور اجالے کے ٹکراؤ سے انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ اور ڈاؤن کے فرق کو وہ کون سی ہستی ہے جو مانے بغیر رہ سکتی ہے؟ مگر دنیا میں خط امتیاز کھینچنے والی شخصیتیں نابغۂ روزگار بن کر تشریف لایا کرتی ہیں۔ تاریخ اسلامی کے جاننے والے حضرات اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ مسلمانوں نے رسول کریم ﷺ کے عہد زریں کو دیکھا تھا، وہ عہد باطل شکن عہد تھا۔ میرا پیغمبر بھی باطل کی دلفریبیوں کو چاک کرنے کے لئے تشریف لایا تھا۔

میرے پیغمبر سے پہلے دنیا میں جتنے پیغمبران عظام علیہم الصلوۃ والتسلیمات تشریف لائے ان کا مقصد اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا، انسانوں کو حلت وحرمت کا پتہ بتایا جائے، لوگوں کو ایک رب کی بارگاہ میں جھکا دیا جائے، فکر ونظر کی صحیح ترجمانی کی جائے، وحدت کے چراغ، عقیدت کی بنجر زمین اور عقیدے کے ایوان میں جلائے جائیں۔ عقیدت کے بنجر زمین میں وحدت کے پھول کھلائے جائیں۔ بدعقیدگی کے ماحول میں خوش عملیوں کی بہاریں لائی جائیں اور ان تمام لوگوں کی زندگی میں پریکٹیکلی طور پر آپ محسوس کریں گے۔ آدم کی آدمیت بھی انسان کو ضابطہ حیات دینے

کے لئے آئی تھی، نوح کی شجاعت بھی انسانوں کو بزدلی کی راہوں سے ہٹانے کے لئے
آئی تھی، لوط کی حکمت بھی انسانوں کو جہالت کے میدان سے نکالنے کے لئے آئی تھی
ابراہیم کی خلت بھی دوستی کا مظاہرہ کررہی تھی اسمٰعیل کی قربانی بھی وجہ ایثار سمجھا رہی تھی،
اسحٰق کی رضا بھی راضی برضا ہونے کا ثبوت پیش کررہی تھی، سلیمان کی خلافت بھی
لوگوں کو خالی آفت سے بچارہی تھی، داؤد کی حکومت بھی انسانیت کے سامنے نظریہ اعلیٰ
پیش کررہی تھی، موسیٰ کا جلال بھی انسانوں کو فکر ونظر کی وادیوں میں سیر کرارہا تھا، عیسیٰ
کا جمال بھی بربط عشق پر نغمہ سنجیاں کرنے کا مترادف تھا، ان تمام پیغمبروں نے اپنے
اپنے دور میں باطل کے خلاف جو جنگ لڑی ہے، تاریخ اسلام پڑھنے والوں سے یہ
بات پوشیدہ نہیں ہے۔

معزز سامعین، آپ دیکھیں کہ باطل جس دور میں، جس طریق کار کو اپناتا ہوا
حقانیت کے ایوان میں شب خون مارنے کی کوشش کررہا تھا، اہل حق کے پروردگار،
نے حقانیت کا نمائندہ بنا کر اسی فکر ونظر کی غالب قوتیں دے کر باطل کے مقابلہ
میں میدان عمل میں اتارا تھا۔ مثال کے طور پر مصر کی سرزمین کو نگاہ کے سامنے رکھئے۔
فرعون کا دعویٰ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی، اس بنیاد پر کامیابی کی منزلیں نہیں طے
کررہا تھا۔ فرعون میں خصوصیات تھیں، فرعون کے حوارین فرعون کی خدائی کا سبب
بنے ہوئے تھے۔ فرعون کے جادوگر اس باطل نظریہ کے نقش و نگار بنا رہے تھے،
جادوگروں کے جادو سے ڈر کر عوام فرعون کی بارگاہ میں سر جھکارہی تھی۔ ایسے وقت
میں پروردگار عالم نے جادو کی کمر توڑنے کے لئے باطل کی دل فریبیوں کو چاک کرنے
کے لئے ایوان سحر کو تباہی و بربادی تک پہنچانے کے لئے فکر ونظر کا چراغ جلانے کے
لئے حقانیت کی دلیل بنا کر جناب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ ایک طرف
جادوگر کے ڈنڈے تھے، جادوگروں کی رسیاں تھیں، جو زمین پر اژدہائے غضب بن کر
اترا کرتی تھیں تو ان اژدہائے غضب کے مقابلہ میں جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
وعصائے موسوی ملاحظہ کیجئے۔ جناب موسیٰ کا ید بیضاء ملاحظہ کیجئے۔

جب تک ظلم وستم کی طاقت کو آپ توڑ نہیں دیتے طاقت کا مقابلہ طاقت ہی کر
سکتی ہے، فکر ونظر کا مقابلہ فکر ونظر ہی کیا کرتی ہیں۔ جس دور میں جیسی طاقت عوام کو گمراہ
کررہی ہو اس دور میں اس سے بہتر طاقت اہل حق کے ہاتھ میں ہونا چاہئے تاکہ
باطل قوتوں پر حقانیت کی طاقت غلبہ پاکر انسانیت کو حق سے قریب کردے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا موسوی اژدہائے غضب بنتا گیا۔ جادوگروں
کے سحر کا طلسم ٹوٹتا گیا اور جادوگروں نے جب موسیٰ علیہ السلام کی فتح و برتری کا مظاہرہ
دیکھا تو پکار اٹھے اٰمنا برب ھارونَ وموسیٰ۔

ہم ہارون و موسیٰ کے رب پر ایمان لائے، جادو ٹوٹ گیا تھا، جادوگر ٹوٹ گئے
تھے۔ باطل ٹوٹ گیا تھا، جو شرک وکفر کے ایوان میں تھے وہ موسیٰ کی پناہ گاہ میں آگئے
تھے۔ رب کی ربوبیت کے سائے میں آکر سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ ربُّنَا ورَبُّ الْمَلآئِكَةِ
وَالرُّوحِ کی تسبیح وتہلیل کررہے تھے۔

آگے بڑھئے، میں آپ کو دکھاؤں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دور میں تشریف
فرما ہوتے ہیں، جب اس زمانے میں مسیحائی کی بنیاد پر گمراہی کا راستہ دیا جارہا تھا،
مسیحائی گمراہی کا سبب بنی ہوئی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام جان مسیحا بن کر تشریف لائے لوگوں
نے ابھی مردوں کو زندہ نہیں کیا تھا اور مسیحائے یونان بغیر مردوں کو زندہ کئے ہوئے اللہ
کے وجود کا انکار کرنے کے لئے پر تول رہے تھے۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا
، مردہ کو زندہ کر کے فرمایا نادانو ابھی تم نے مردوں کو زندگی دینے کی قوت حاصل نہیں کی
ہے اور اس سے پہلے اپنے زندگی دینے والے کی طاقت کا انکار کررہے ہو۔ کمال اس
میں نہیں ہے کہ جب طاقت دینے والا جب طاقت دے دے طاقت کا شور ہوجائے تو
طاقت دینے والے کا انکار کردیا جائے۔ کمال اس میں ہے جس نے قوت عطا فرمائی
ہے، اس قوت کو کامیابی سے پریکٹیکل کی دھرتی پر اتار دینے کے بعد خالق قوت کی بارگاہ
میں عقیدت ومحبت کے سجدے گذار دئے جائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
اس طرح سے باطل کے مقابلہ میں حقانیت کا غلبہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آیئے میں

آپ کو مکہ کی سرزمین پر لے چلو، میرے آقا اس دور میں تشریف لاتا ہے۔جس دور میں جہالت کی پرستش ہو رہی تھی، جس دور میں کفر و شرک پوجے جا رہے تھے، جس زمانے میں تین سو ساٹھ اور چار سو بیس خداؤں کی عبات کی جا رہی تھی، جس زمانے میں انسانیت کو داغ فراق دیا جا رہا تھا، جس زمانے میں انسانیت کو تباہی کے ڈھیر میں لایا جا چکا تھا۔انسانیت سسک رہی تھی ،اخلاق مر رہا تھا، تہذیب کی شمعیں بجھ رہی تھیں، بداعمالیاں اپنے شباب پر تھیں، ظلم و ستم کا پرچم شان سے لہرا رہا تھا، صبر و رضا کی معصوم کرنیں کہیں دور تک دیکھنے کو نہیں مل رہی تھیں۔ارباب وفا کا جنازہ نکل چکا تھا، دھرتی پر خدا کا سجدہ کرنے والوں کا کہیں دور تک پتہ نہیں تھا، خلافت ارضی کا مستحق بدعت کے ظلمات میں اپنے کو گم کر چکا تھا، وحدانیت کی راہ پر چلنے کے لئے کوئی تیار نہ تھا، گم گشتہ راہوں کو راستہ دکھانے کے لئے کونین کا وہ پیغمبر مبعوث ہوتا ہے۔جس کی بارگاہ کریمی میں عبیداللہ خاں اعظمی نذر عقیدت اس طرح پیش کرتا ہے۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا — خاک کے ذروں کو ہم دوش ثریا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

سرور کونین آئے تو اخلاق کی شمعیں جگمگا اٹھیں۔ رسول اللہ آئے، تو ظلم و ستم اور جبر و استبداد کے پرچم پھاڑ دیئے گئے۔ رحم و کرم کا نظریہ دنیا میں جنم لینے لگا۔فکر و نظر کی صلاحتیں عود کر آئیں۔ جہالت کا علم سے تبادلہ ہوا۔ایک عظیم انقلاب تھا جس نے برائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل کر دیا مگر مکہ کی سرزمین پر انسانیت کی گمراہی کا جو سبب تھا وہ اہل عرب کا نعرہ تھا، افصح العرب کلھم العجم، ہم ہیں ساری دنیا میں فصاحت و بلاغت والے۔ ہم صاحبان علم و ادراک ہیں۔ ہم دانشوران ملت ہیں۔انہوں اپنی فکر و نظر کا لوہا اپنی عوام اور اپنے سماج سے منوا لیا تھا۔اس لئے سماج سے وہ بات کہہ دیتے تھے سماج کے لئے وہ قابل قبول ہوتی تھی۔ایسے عالم میں ان دانشوروں کو قرآن للکارتا ہوا آیا۔میرے نبی نے اس دور کی باطل طاقت کا مقابلہ علم کے مقابلہ میں علم سے کیا، فکر کے مقابلے میں فکر سے کیا، نظریہ کے مقابلے میں نظریہ

سے کیا، ذہن کے مقابلے میں ذہن سے کیا۔قرآن کریم اہل عرب کی فکر و نظر کے تابوت پر آخری کیل ٹھونکتا ہوا نظر آیا اور دنیا نے دیکھا سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے باطل کو جو علم کی بنیاد پر گمراہی کے راستے ہموار کر رہا تھا اس کے راستوں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعقل کا تالا لگا دیا اور فکر و نظر کی راہوں کو ہموار کر کے انسانوں کا رشتہ خودی سے بھی جوڑا، خدا سے بھی جوڑا۔

سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

اور اس کے بعد اسلامی تاریخ بہت قریب ہے میں آپ کو دکھانا چاہتا ہوں۔ میرے نبی کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ابوبکر کی صداقت نظریہ اسلام پر کام کرتی رہی۔عمر کی عدالت اسلامی نظریات کو دنیا کے سامنے پیش کرتی رہی۔عثمان کی سخاوت رسول اللہ سے درس محبت کا پیغام دیتی رہی۔علی کی شجاعت میدان وفا میں اسلامی ہنر کو پیش کرتی رہی۔ حسن کا صبر و تحمل رسول اللہ کے نظریات کو واضح کرتا رہا۔ حسین کی شہادت و شجاعت مردہ دلوں میں جوانوں کی کلبلاہٹ پیدا کرتی رہی۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوا گذروں، آیئے ذرا سا دیکھیں، سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو چلانے کے لئے ایسے لوگوں کی ضرورت تھی، سارے نبیوں کا دین چلتا رہا، ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آیا، دوسرے نبی کے بعد تیسرا نبی آیا۔موسیٰ علیہ السلام کے دینی موسوی کو چلانے کے لئے درجنوں نبی بھیجے گئے اور انہی کے زمانے میں انبیاء کرام بھیجے گئے جو ان کے دین کا تعاون کرتے رہے۔یہ عقیدہ ہمارے سامنے ہے کہ ہمارا رسول رحمۃ للعالمین ہے۔میرا رسول جامع الصفات ہے۔آدم کی آدمیت بھی اس میں ہے، نوح کی شجاعت بھی اس میں ہے، حضرت لوط کی حکومت اس میں ہے، صالح کی قوت اس میں ہے حضرت موسیٰ کا جلال اس میں ہے، عیسیٰ کا جمال اس میں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ جب موسیٰ کے دین کو چلانے کے لئے درجنوں نبیوں کی ضرورت پڑی تھی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو چلانے کے لئے سیکڑوں

فیصلہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کوئی نئے دین کو نبیوں کو بھیجا جانا چاہیے تھا مگر قدرت کا یہ چلانے کے لئے تو درجنوں نبی بھیجے گئے مگر میرے نبی کے دین کو چلانے کے لئے سیکڑوں نبی نہ بھیج کر قدرت نے یہ فیصلہ کیا کہ مرے نبی کے بعد اب کوئی نبی نہیں۔ محمد مصطفیٰ کی رسالت کے بعد اب کوئی رسالت نہیں۔ تو پروردگار، تیرے بندے سمجھنا چاہتے ہیں کہ سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو اب کیسے چلایا جائے؟ میرے آقا کے دین کو چلانے کے لئے صبح قیامت تک کون لوگ ہوں گے؟ تو اللہ نے امت محمدیہ کے مقام کو بھی بلند فرمایا اور اعلان کیا، جو کام دین موسوی کو چلانے کے لئے انبیاء سے لیا جا رہا تھا وہ کام دین محمد کو چلانے کے لئے علماء سے لیا جائے گا۔ وہ کام دین محمدی کو چلانے کے لئے اولیا امت مصطفیٰ سے لیا جائے گا۔ اس کام کو چلانے کے لئے ہر صدی میں ایک مجدد آتا رہے گا۔ ہر صدی کے سرے پر پیدا ہوتا رہے گا۔ مجدد دین وملت کی تشریح بھی ایک منٹ کرتا چلوں کہ مجدد کس کو کہتے ہیں؟ دین میں تجدید کرنے والا، دین کے مجاز کو نکھارنے والا دین کا وہ مزاج جس پر لوگوں نے اپنے غفلت کے عمل سے پردہ ڈال دیا ہو، اس غفلت کی چادر کو مجدد نہایت جوانمردی کے ساتھ ہٹاتا ہے اور دنیا کے سامنے دین کا صحیح چہرہ پیش کرتا ہے، یہ مجدد کی تاریخ ہے، مجدد اپنے دور کے متقاضیات کو مکمل کرتا ہے، مجدد نائب النبی ہوتا ہے، مجدد نائب رسالت ہوتا ہے۔ اس لئے مجدد کی بھی ذمہ داریاں وہی ہوتی ہیں۔ جن ذمہ داریوں کو پیغمبر پورا کرتا ہے۔ پیغمبر بحیثیت پیغمبران ذمہ داریوں کا بیڑہ اٹھاتا ہے اور مجدد بحیثیت نائب پیغمبران ذمہ داریوں کا بیڑا اٹھاتا ہے اور مجدد کو بھی صبر و رضا کی راہ سے گذرنا پڑتا ہے۔ وقت کی باطل قوتوں سے ٹکرانا پڑتا ہے، غلط فکر ونظر کا جنازہ نکالنا پڑتا ہے۔ اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر سر کا سودا کرنا پڑتا ہے۔ قوم وملت کی بیماری کے خاتمہ کے لئے تندرست مزاج دینا پڑتا ہے۔ مجدد جس دور میں بھی آتا ہے اور جس دور کا مجدد ہوتا ہے اس کے دور کے سارے حالات پر اس کی نظر ہوتی ہے۔ جہاں جہاں سے گمراہیاں اپنا منہ کھولتی ہیں۔ مجدد وہیں سے گمراہیوں کا میجر آپریشن کرتا ہے۔ بات

بڑی طویل ہو جائے گی، میں سمیٹوں حالات کو اور بتاؤں آپ کو، آپ دیکھئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے یہ مجدد کا دور شروع ہوا۔

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا ومولانا مُحَمَّدٍ وآلِهٖ واصحابهٖ وبَارِك وسلم۔ مجدد دین کی مقدس بارگاہ میں عبید اللہ خاں اعظمی اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کر رہا ہے۔

بجتا ہے آج علم کا جو ساز دوستو — یہ بھی اسی جرس کی ہے آواز دوستو

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے یہ سلسلہ چلتا ہے اور آیئے اپنے ذہن میں یہ مرکزی خیال رکھئے کہ مجدد اپنے دور کی ساری باطل قوتوں کا کامیاب جواب ہوتا ہے۔ میں حضرت مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کو آپ کے سامنے رکھوں، اکبر کا اکبری دور نگاہوں کے سامنے آپ رکھیں۔ اکبر کا الحادی دور آپ نگاہوں کے سامنے رکھیں۔ اکبر جب تمام ادیان کو خوش کرنے کے لئے تمام قوموں سے رابطہ بحال کرنے کے لئے اپنے ماننے والوں کی لاشوں پر اپنے اقتدار کی کرسی رکھ رہا تھا۔ اکبر جب اپنی کفریت کو پھیلانے کے لئے دین الٰہی کے جرم کا ارتکاب کر رہا تھا۔ اکبر جب ایک نیا دین پیدا کر رہا تھا، اکبر جب دین کے خلاف ایک مجموعی طاقت الحاد و بددینی لے کے اپنے نظریات سیاست کے افق پر ابھرا تھا، ایسے دور میں آپ دیکھئے ایک مرد حق آگاہ سرہند کی مٹی سے اٹھتا ہے، پنجاب کی دھرتی سے انسانیت کو زندگی و بندگی کا سبق سکھانے کے لئے اور اکبر کی کفریت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے لئے مجدد الف ثانی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔

مجدد الف ثانی کی ذات گرامی بھی اپنی نگاہوں کے سامنے رکھئے۔ اس دور کے مجدد اسلام امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ذات گرامی بھی اپنے سامنے رکھئے۔ مجھے ان دونوں کی قدر مشترک اس ڈھنگ سے دکھلائی دیتی ہے کہ تاریخ اسلام کے صفحات پر ان دونوں مجدد دین کے دور میں جو مصیبتیں دین پر آئی ہیں اور ان مصیبتوں کا تدارک ان دونوں نے جس قدر مشترک کے ساتھ کیا ہے ان کی ہمتوں کو سلام، فکر ونظر کو سلام،

ان کے عقیدہ و عمل کو سلام، ان کی بصیرت و بصارت کو سلام، ان کے عشق و محبت کو سلام، ان کی مقدس ذات پر نگاہ ڈالئے اکبر کے خلاف مجدد الف ثانی کھڑے ہوتے ہیں، وہ دور الحاد و بے دینی کا دور تھا، وحدانیت پر حملے کا دور تھا، اس زمانے میں عقیدۂ توحید مشکوک بنایا جارہا تھا، عقیدہ توحید پر شب خون مارا جارہا تھا، عقیدۂ توحید کا ایکسپلائیٹیشن (Exploitation) کیا جارہا تھا۔ اللہ کی وحدانیت پر لوگوں کو شکوک دلائے جارہے تھے۔ مجدد الف ثانی کے مکتوبات صدی کی روشنی میں عبیداللہ خاں اعظمی کہنے کی جسارت و ہمت رکھتا ہے، آپ مکتوبات دیکھتے جائیے۔

میرے مجدد نے اپنے جگر کا لہو سمو دیا مکتوبات مجدد میں اور مجدد قدم قدم پر وحدت پہ لکھتے چلے آرہے ہیں، پوری زندگی وحدانیت پر لکھا ہوا ہے، مجدد الف ثانی نے آج کا بدعقیدہ ہم سے سوال کرتا ہے۔

عبیداللہ خاں اعظمی چودھویں صدی کے مجدد امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کیسا مجدد اسلام تھا، جس کا قلم اٹھتا ہے تو صرف رسالت پر اٹھتا ہے، تنہائیوں میں لکھتا ہے تو رسالت پر لکھتا ہے، بولتا ہے تو رسالت پر بولتا ہے، چلتا ہے تو رسالت کی تہذیب لے کر چلتا ہے، جگمگاتا ہے تو رسالت کے ایوان میں جگمگاتا ہے، فکر و نظر پیش کرتا ہے تو عشق محمد کی بنیاد پر پیش کرتا ہے۔

آخر مجدد وہ بھی تو تھے جنہوں نے صرف وحدانیت پر لکھا۔ احمد رضا مجدد ہیں تو انہوں نے صرف رسالت کے ایوان پر کیوں لکھا؟ میں کہوں گا نادانو! مجدد کے مقام و منصب کو پہچانو، مجدد کی فکر و نظر کو پہچانو، مجدد کے دور نازک کو پہچانو، مجدد کے مقابلہ سرحد و سیما کو پہچانو۔ مجدد الف ثانی کے دور میں وحدانیت کی سرحد پر شب خون مارے جارہے تھے، ان کے دور میں وحدانیت کا عقیدہ لوٹنے کی کوشش کی جارہی تھی تو اس دور کے مجدد کی زندگی کا یہ مقتضی تھا کہ زندگی بھر وہ اپنا خون جگر دیتا رہے تو وحدانیت کے عقیدے پر دیتا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ وحدانیت کے عقیدہ پر اس دور کا مجدد لکھتا رہا، اگر اس دور کا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ وحدانیت پر نہ لکھ کر عقیدۂ رسالت ثابت

کرتے، فضیلت رسالت ثابت کرتے، رسالت کے بارے میں اپنے معقولات و منقولات کی دلیلیں پیش کرتے تو ان سے مجددیت کا حق ادا نہیں ہوسکتا تھا اس لئے کہ حملے وحدانیت پر ہورہے تھے، کام رسالت پر ہوتا چہ معنی دارد، ایسے ہی اس دور کا مجدد وحدانیت پر کام کرتا رہا۔

امام احمد رضا کا دور ملاحظہ کیجئے۔ جب اکبر کی اکفریت کا خاتمہ مجدد الف ثانی نے کردیا تو دور گزرتا چلا گیا۔ مسلمانوں کی حکومت کا بھی بدنصیبی سے ہندوستان کی سرزمین پر خاتمہ ہوگیا تن کے گورے من کے کالے ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام پر بھارت کی سنہری زمین کو قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کرتے چلے گئے۔ ہندوستان سونے کی چڑیا ایک مرتبہ پھر غلام ہوگئی۔

۱۹۵۷ء کا غدر نگاہوں کے سامنے رکھئے، انگریزوں نے جب ہندوستان پر قبضہ کیا، انہوں نے صرف دیش کی دھرتی ہی پر قبضہ نہیں کیا تھا۔ اس دیش کے رہنے والوں کی نظریات پر بھی قبضہ کیا، ان کے عقیدہ و عمل پر بھی قبضہ کیا، ان کے مذہبی مسائل میں بھی دخل در معقولات ہونے لگے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کی تاریخ پڑھی تھی کہ مسلم قوم کبھی دریاؤں میں اپنا سفینہ ڈال دیتی ہے، کبھی دریاؤں میں اپنا گھوڑا ڈال دیتی ہے، کبھی عبداللہ ابن طارق بن کر جبل الطارق پر اپنی فتح کا سنہرا باب لکھتی نظر آتی ہے، کبھی یہ قوم اپنی کشتیوں کو اپنے ہاتھوں سے جلا دیتی ہے۔

اس قوم کی کامیابی کا راز کیا ہے؟ انگریزوں نے سمجھا یہ قوم اپنے پیغمبر پر پروانہ وار نثار ہوتی ہے، اس کے دل سے عشق رسالت نکال دو تاکہ یہ قوم برسر اقتدار نہ آنے پائے تاکہ یہ قوم فتح و ظفر کا چراغ نہ جلانے پائے، تاکہ یہ قوم اپنی تاریخ نہ پڑھ پائے، تاکہ یہ قوم جوانمردیوں سے نامردیوں کی طرف پلٹ جائے۔ اس عقیدے کو اپنے ذہن و فکر کا مرکزی نشان اور علامتی زندگی بنا کر انگریزوں نے ان ایکسپلائیٹیشن (Exploitation) کے لئے افراد کو چننا شروع کیا۔ عقیدہ کے لوگوں کو خریدنا شروع کیا۔ سناتن دھرمیوں کے مقابلہ میں آریہ خریدے گئے۔ سنیوں کے مقابلہ میں

وہابی، دیوبندی، ناریہ خریدے گئے۔ ایک طرف آریہ سماج ایک مذہب کا ایکسپلائٹیشن (Expliotation) کرتا رہا، دوسری طرف یہ وہابی ناریہ سماج ایک دوسرے مذہب کا ایکسپلائٹیشن کرتا رہا۔ اب آج کے دور میں امام احمد رضا کی تاریخ ساز شخصیت کا عملی کیریکٹر ملاحظہ کیجئے۔

میرے امام کا زمانہ وہ زمانہ ہے جس زمانے میں عقیدۂ نبوت پر حملہ ہو رہا تھا کوئی تفویت الایمان کا سبب بن رہا تھا، کوئی حفظ الایمان کا سبب بن رہا تھا، کوئی حفظ الایمان لکھ کر خبط الایمان کی دلیل پیش کر رہا تھا۔ کہنے کو تو وہ حکیم الامت کہلا رہے تھے، مگر لعین الامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ کہنے کو تو وہ قاسم العلوم والخیرات کہلا رہے تھے مگر فکر و نظر کا جنازہ نکال رہے تھے، کہیں سے یہ طوفان اٹھا کہ محمد رسول اللہ کو آخری نبی ماننا ضروری نہیں، کہیں سے یہ طوفان اٹھا کہ پیغمبر کے علم کے مقابلہ میں جانوروں اور چوپایوں کا بھی علم ثابت کیا جاسکتا تھا، کہیں سے کسی نے اپنے علم کی ہمہ دانی کو ثابت کیا کہ پیغمبر اسلام سے زیادہ علم تو ابلیس اور ملک الموت کا تھا۔ جب اس طرح سے ابلیس کی جھولی سے نت نئے عقیدے نکالے گئے اور علم وفضل کے نام پر صاحبان جبہ و دستار رسول اللہ کی بارگاہ میں دشمنی پہ اترے آئے۔

تو بریلی کی دھرتی پر تصرفات کی کروٹ لیتا ہوا امام احمد رضا۔ کھڑا ہوا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی عشق رسالت کی تحریک کا نام ہے۔ احمد رضا کسی فرد واحد کا نام نہیں، مکتب عشق کے مرکز کا نام ہے۔ احمد رضا نظریہ احمد کی ترجمانی کا نام ہے، احمد رضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکر عشق کا نام ہے۔

عبید اللہ خاں اعظمی کو اجازت دو تو کہوں، اگر عشق رسالت مجسم ہوتا تو احمد رضا بن کر افق عالم پر چھا جاتا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مجددیت کے فرائض سنبھالتے ہوئے اٹھتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کا غدر نگاہ کے سامنے رکھئے اٹھارہ سو چھپن ہی میں ۱۸۵۷ء کے بعد پیدا ہونے والا باطل نظریات کی گردن دبوچنے والے کو قدرت نے بریلی میں پیدا کر دیا تھا۔ اٹھا تو اٹھتا چلا گیا، چھوٹی سی عمر میں امام احمد رضا کو نگاہ

کے سامنے رکھئے ۱۲۷۰ھ میں دنیا میں آنے والا ۱۳۴۰ھ میں دنیا سے چلا جانے والا ۶۸ سال یا ۶۵ سال کی عمر سن عیسوی اور سن ہجری کے اعتبار سے لے کر آنے والا اس شان کا مالک بن کر اٹھا۔ چار سال کی عمر میں امام احمد رضا نے ناظرہ قرآن ختم کر لیا۔ چھ سال کی عمر میں امام احمد رضا نے تقریر فرمائی، آٹھ سال کی عمر میں امام احمد رضا نے ایک کتاب لکھ دی۔ دس سال کی عمر میں امام احمد رضا نے عالمیت کی ڈگری حاصل کی۔ تیرہ سال کی عمر میں امام احمد رضا نے فرسٹ فتویٰ (First Fatwa) دنیا کے سامنے پیش کیا۔ میں سوچتا جا رہا ہوں کہ ایک چھوٹے سے وجود میں علم وفضل کی اتنی سمائی کیوں ہوتی جا رہی ہے۔ تو مشیت کا نقیب آواز دے رہا ہے۔ عبید اللہ خاں اعظمی اکیلے وجود کو مجموعہ کائنات ہم بنانا چاہتے ہیں۔ یہ اکیلا وجود بھارت کی سرحد و سیما پر بطلان کا جنازہ نکالنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ یہ رضا کی خوشی احمد کے نام پر نگاہوں کے سامنے آ رہی ہے۔ احمد رضا رضائے احمدیت بن کر ابھرنے والا ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی مجدد اسلام علیہ الرحمہ نے تیرہ سو کتابیں اس قوم کو عطا فرمائیں اور دور حاضر کے جتنے بھی مصائب دین پر آئے تھے سارے مصائب کا قلع قمع اپنے ہی قلم بے باک اور نگاہ فیض ترجمان سے آپ کرتے چلے گئے۔ خود فرماتے ہیں:

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

آپ آیئے میں دکھاؤں آپ کو۔ عقیدۂ نبوت پر حملہ ہو رہا ہے ترجمان القرآن کے نام پر بے ایمان لوگ قرآن کا ترجمہ کر کے انسانوں اور مسلمانوں کے دلوں سے عشق رسالت کا چراغ بجھا دینا چاہتے ہیں۔ تو جب ترجمان القرآن کے نام پر بے ایمانی کر کے قرآن کریم کے ترجمے میں تحریف کی گئی تو امام احمد رضا کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا قرآن کنز الایمان ہے۔ ایمان کا خزانہ وقت کا مجدد مسلمان کے ہاتھ سے لٹنے نہ دے گا۔ اس لئے جب ترجمان القرآن لکھا گیا تو امام احمد رضا نے کنز الایمان اس قوم کو عطا فرمائی۔ جب فتاویٰ کی بنیاد پر قوم کے مزاج کو ٹھوکر ماری گئی

تو فتاویٰ رضویہ دے کر اس قوم کی زندگی کا معیار بلند کیا۔ جب رسول اللہ کے علم غیب پر حملہ ہوا تو الدولۃ المکیہ جیسی شاہکار کتاب امام احمد رضا نے اس قوم کو عطا فرمائی۔ وہ بھی امام احمد رضا کا یہ کارنامہ ہے، میرے دوستوں صرف دس گھنٹہ میں خانہ کعبہ میں بیٹھ کر برجستہ الدولۃ المکیہ امام احمد رضا نے لکھی ہے۔

الدولۃ المکیہ سے ہے فضل تیرا آشکارا — دس گھنٹے میں اس کو لکھا (یا) سیدی احمد رضا
میرے عبدالمصطفیٰ احمد رضا تیرا قلم — دشمنان مصطفیٰ کے واسطے شمشیر ہے
آیت واغلظ علیہم کا ہے یہ اک ترجمان — اور اشداء علی الکفار کی تفسیر ہے
بندگان دیو تیرے نام ہی سے کانپ اٹھے — اے بریلی تیرا کیا ہی رعب کیا ہی تاثیر ہے
مرد حق آگاہ لیتا ہے تری آغوش میں — سینۂ باطل پہ اس کا نام بھی اک تیر ہے

میرا امام بولتا تھا تو بولتا چلا جا رہا تھا، لکھتا تھا تو لکھتا چلا جاتا تھا۔ ہر سرحد پر اس نے پہرے بٹھائے، عشق و محبت کے اس نے پہرے بٹھائے، خلوت جلوت میں اس کا عشق اس کی نگہبانی کرتا رہا اور کمال یہ نہیں ہے کہ اس نے صرف اپنے عشق کی دنیا سنبھال کر رکھی ہے، اس نے تمہارے عشق کی آبرو لٹنے نہیں دی۔ اس نے تمہاری محبت میں رسول کا جنازہ نکلنے نہیں دیا۔ اس نے تمہارے فکر و فن کے ایوان میں اندھیرے کو جنم لیتے ہوئے دیکھنا پسند نہیں کیا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قوم کی امانت بن گئے۔ بریلی کی دھرتی سے اسلامی فکر و نظر کا یہ ہالہ اٹھا ہے اور ظلمات کا سینہ چیر کر ایوان محبت میں زندگی کی کروٹیں لیتا ہے زندگی کی دولتیں سمیٹتا ہوا نظر آتا ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ، مثال کے طور پر نگاہ کے سامنے رکھئے اور پھر دیکھئے امام نے کس نازک دور میں عیاران کائنات کے چہرے سے نقاب اٹھائی تھی۔ حکیم الامت کہلانے والے ان لعین الامت اشخاص کی زندگی دبندگی کی فریب کاریاں قوم کے سامنے کس بے باکانہ طور سے رکھی تھیں۔ مثال کے طور پر مولوی اشرف علی دیوبندی، جنہیں حکیم الامت ہونے کا بھی دعویٰ ہے اور دیوبندی قوم، جن کی زندگی کو اپنے لئے امانت اور سرمایہ سمجھتی ہے۔ آیئے

ہم ان کا ترجمہ نگاہوں کے سامنے رکھیں۔ لکھتے ہیں وہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِيَغْفِرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ۔
اے نبی آپ کو اللہ نے فتح دے دی تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔

مسلمانو! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اللہ نے نبی کو کیا فتح مکہ اسی لئے دی تھی کہ رسول اللہ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف کی جائیں۔ وہ کون سی خطائیں تھیں رسول اللہ کی، جن کو اللہ نے معاف کرنے کا اعلان کیا تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ بڑے سے بڑا دشمن رسول بھی نبی کی ان خطاؤں کو پیش نہیں کر سکتا۔ جو وفا کا پتلا تھا وہ خطا کا دریا کیسے بن جاتا ہے، جو وفا کا معدن تھا وہ خطا کا ہیولیٰ کیسے بن جاتا ہے۔ ہاں، ان خطا کاروں نے ضرور خطا کی ہے۔ ترجمہ قرآن لکھتے ہیں، اشرف علی تھانوی: اے رسول! اللہ نے تم کو فتح دے دی تا کہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی خطائیں معاف کرے۔ یہی عقیدے کا وہ ناسور ہے جو عشق محمدی کو سینوں سے نکال دیا کرتا ہے جب عقیدے کے ناسور کے ذریعہ اس قوم کی زندگی کو تباہی کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو امام احمد رضا ایسے لعینوں کے مقابلہ میں حیدر کرار کی ذوالفقار بن کر کھڑے ہونے کے بعد آپ نے اس قوم کو کنزالایمان دیا۔ اے مسلمانو! بہکنا مت، مجدد اسلام موجود ہے۔ امام ترجمہ کرتے ہیں، ذرا نگاہ کے سامنے آپ ایک مکتب فکر کے رہنما کو بھی رکھئے۔ بدعقیدوں کا دوسرا رہنما محمود الحسن اسیر مالٹا لکھتا ہوا نظر آتا ہے۔ اے نبی، اللہ نے تم کو فتح دے دی تا کہ اللہ تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔

اشرف علی تھانوی نے نبی کو خطا کار لکھا۔ محمود الحسن دیوبندی نے نبی کو گناہگار لکھا۔ امام احمد رضا کرتے ہیں ''اے نبی، اللہ نے تم کو فتح دے دی تا کہ اللہ آپ کے صدقہ میں آپ کی امت کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دے'' وفادار مصطفیٰ کا ترجمہ دیکھو اور غدار مصطفیٰ کا بھی ترجمہ دیکھو۔ میں نے آپ کو بتایا تھا، ہر دور میں ایک مجدد آتا ہے۔ باطل کی ہر کروٹ پر عبقری نگاہ رکھتا ہے۔ مجدد عقابی نگاہوں کا مالک ہوتا ہے، مجدد باطل

کی ہر ہر کروٹ پر اپنے تسلط کے پہرے جمائے رکھتا ہے۔مجدد سو گیا تو قوم سو جائے گی، مجدد خاموش ہو گیا تو قوم خاموش ہو جائے گی ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مجدد خاموش نہیں ہوا، زندگی بھر عشق رسالت کا پرچم لہراتا رہا اور جب دنیا سے جانے لگا تب بھی اس نے عشق و محبت کی وہ امانت ہمارے سپرد کی۔اے لوگو ہندوستان میں عشق و محبت کا چراغ جلا تو کیا جلا، احمد رضا تو قبرستان میں بھی عشق و محبت کا چراغ جلا گئے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ زندگی کی کروٹ کروٹ سے عشق رسول کی ہوا انسانیت کو دیتے رہے۔زندگی بھر ان کی خلوتیں نبی نبی بولتی رہیں، ان کی جلوتیں نبی نبی بولتیں رہیں، ان کی عبادتیں نبی نبی بولتی رہی۔ان کی کرامت نبی نبی بولتی رہی، ان کی گفتگو نبی نبی بولتی رہی، ان کی رفتار بولے نبی نبی، ان کی گفتار بولے نبی نبی، ان کے اعمال بولتے تھے نبی نبی، وہ سوتے تھے تو نبی کی اداؤں کو سامنے رکھ کر سوتے تھے۔وہ جاگتے تو نبی کی اداؤں کو سامنے رکھ کر جاگتے تھے۔وہ بولتے تھے تو اقتدا نبوی کا پیکر بن کر بولتے تھے۔وہ کسی پر برستے تھے تو رسول اللہ کا جلال بن کر برستے تھے وہ کسی پر شبنمی پھوہار کا چھڑکاؤ کرتے تو نبی رحمت کی شبنم بن کر کے ابھر آیا کرتے تھے۔امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنوں کے لئے پیار کی شبنم اور دشمنان رسول کے لئے شعلہ برق الٰہی تھا جو خرمن وہابیت پر بھی ٹوٹے، خرمن دیوبندیت پر بھی ٹوٹے، خرمن رفض و خروج پر بھی ٹوٹے، غرضیکہ اس دور ہر کی باطل قوت کے سامنے اگر کوئی سینہ سپر ہو رہا ہے تو احمد رضا ہو رہا ہے۔عرس شرعی کے جواز اگر پیش کر رہا ہے تو احمد رضا پیش کر رہا ہے۔علم غیب نبوت کے منکروں کے منہ پر اگر علم کا قفل چڑھا رہا ہے تو احمد رضا چڑھا رہا ہے۔

اس لئے اے دنیائے اہل سنت سن لو کان کھول کر۔احمد رضا تیری ضرورتوں کا نام ہے احمد رضا دین کے امنگو کا نام ہے، احمد رضا اہل سنت کے امام کا نام ہے، احمد رضا مجدد اسلام کا نام ہے، احمد رضا اسلامی لشکر کے اس سپہ سالار کا نام ہے، جو اسلامی لشکر کو گولے اور بارود دیتا ہے جو اسلامی لشکر کو ٹریننگ کرتا ہے۔کفر و الحاد کی سرحدوں سے جب اسلام و سنیت پر حملہ ہوا تو احمد رضا نے بریلی میں عشق رسالت کا ایک مضبوط

کارخانہ قائم کیا اور کہا، آؤ اگر علم غیب نبوی کا کوئی انکار کرتا ہوا آرہا ہے تو الدولۃ المکیہ کا ایٹم بم احمد رضا تم کو دیتا ہے۔اگر ترجمہ قرآن پر اگر کوئی حرف غلط لانے کی کوشش کرتا ہے تو کنز الایمان کا ہتھیار تمہیں احمد رضا دیتا ہوا نظر آتا ہے۔

بجتا ہے آج علم کا جو ساز دوستو یہ بھی اسی جرس کی ہے آواز دوستو

امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے انسانیت کو در یتیم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر ہر گوشہ عطا فرمایا۔انہوں نے یہ ذہن دیا کہ دشمنی ہو اگر کسی سے تو اللہ و رسول کی خاطر ہو۔احمد رضا نے اگر دشمنی مول لی ہے سماج سے، تو اپنے رسول کے لئے لی ہے، دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے سماج کی طرف، تو اپنے رسول کے لئے بڑھایا ہے۔

ان کے لبوں کا تبسم اس وقت روٹھ جاتا ہے جب کوئی ان کے مصطفیٰ کو ناراض کرتا تھا۔ان کا دل اس وقت حسرت و ارمان کا مزار بن جاتا تھا جب ان کے نبی محترم کی عظمتوں کی فصیل پر بدعقیدگی کا تیر دیوبند و نجد سے چلتا تھا۔اسی لئے امام احمد رضا نے جم کر ان ادیان باطلہ کی تردید کی اور اعلان کیا، کاش یہ ادیان باطلہ، رسول کو گالی دینے کے بجائے احمد رضا کو گالی دے دیتے، غوث و خواجہ کو گالی دینے کے بجائے ان کی گالیوں کا تیر بریلی کی طرف آجاتا۔یہی وہ ہے کہ جس کو ہر خانقاہ جس کے دل میں رشد و ہدایت کا چراغ جل رہا ہے، اپنا امام تسلیم کرتی ہے۔امام احمد رضا کو، جن کے دل حسد سے خالی ہیں وہ نعمت الٰہی پانے والے مسلمان و مومنین امام احمد رضا کو اپنا امام مانتے ہیں۔بریلی کو اپنا مرکز اہل سنت کہتے ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تائید میں اپنا دم بھرتے ہیں۔میں آپ سے کہتا ہوں مسلک اعلیٰ حضرت کیا چیز ہے۔یہ سوال بھی کہیں کہیں اٹھتا ہے۔میں آپ سے کہنا چاہوں گا کہ کتنے نادان ہیں وہ لوگ جو اپنے مسلک کا خون اپنے ہاتھوں سے کر رہے ہیں۔مسلک اعلیٰ حضرت، اگر لغت پڑھی ہوتی تو بھی سمجھ جاتے، مسلک کے معنی راستے کے ہیں۔مسلک اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت کا راستہ میں آپ سے کہنا چاہوں گا، ہو سکتا ہے، ذہن کا کوئی چور یہ بولے کہ جناب جب مسلک امام اعظم موجود ہے تو مسلک اعلیٰ حضرت کی ضرورت کیا ہے؟

میں آپ سے کہنا چاہوں گا کہ مسلک امام اعظم کو وہ بھی مان رہے ہیں جو آپ کے
نہیں ہیں اور مسلک امام اعظم کو وہ بھی مان رہے ہیں جو آپ کے ہیں، سنیت کے
تشخص کی علامت آپ انہیں قرار نہیں دیتے کہ مسلک امام اعظم کی بنیاد پر سنیت
مبرہن نہیں ہوتی۔ مسلک اعلیٰ حضرت کہہ دیا جاتا ہے تو سنی اور غیر سنی کا فرق محسوس
کیا جاتا ہے، خوش عقیدگی اور بدعقیدگی میں خط امتیاز کھینچ دیا جاتا ہے، امام احمد رضا
فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہیں۔ جب جب اس قوم کو
جن جن چیزوں کی ضرورت پڑی امام احمد رضا نے اپنے فکر و عمل سے وہ چیزیں عطا
فرمائیں۔ دشمن کا ہر اعتبار سے منہ بند ہوتا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں
مسلمان رہتا ہے، مجدد اسلام نے اسلام کی وہ شان بڑھائی ہے، اسلام کی وہ شان
ہویدا کی ہے اور اہل سنت کی وہ ترجمانی کی ہے کہ اب دنیا کا کوئی بھی مسلمان ہو،
چاہے وہ کچھوچھوی ہو مگر اپنے کو بریلوی کہنے پر فخر کرتا ہے، ہے مارہروی ہو مگر اپنے
بریلوی کہنے پر فخر کرتا ہے، چاہے ہو بدایونی مگر اپنے کو بریلوی کہنے پر فخر محسوس کرتا
ہے۔ ہے کلکتوی مگر اپنے کو بریلوی کہنے پر فخر کرتا ہے، ہے اعظمی مگر اپنے کو بریلوی
کہنے پر فخر کرتا ہے، بریلوی اس لئے نہیں کہہ رہا ہے کہ بریلی شہر سے اس کو محبت ہے،
بریلوی اپنے آپ کو اس لئے کہہ رہا ہے کہ بریلی میں اس کے عقیدۂ اہل سنت کا نقیب
پیدا ہوا تھا، جس نے اس کے ایمان کی لاج رکھی تھی، جس نے ان کی جان کی لاج رکھی
تھی، جس نے ان کی فکر و نظر کی لاج رکھی تھی۔ آج امام احمد رضا کی فکر و نظر کو ہم کروڑیں
کروڑیں سلام پیش کرتے ہیں، آج ان کی زندگی و بندگی کو مشعل راہ بناتے ہیں۔ جو
لوگ اعلیٰ حضرت کے قریب آئے وہ مدینہ کے قریب ہوتے چلے گئے، جو امام احمد رضا
سے دور ہوئے وہ عشق و محبت سے دور ہوتے چلے گئے۔ میرا امام ہندوستان میں بھی
عشق نبوی کا ترجمان تھا اور قبرستان میں بھی عشق نبوی کا ترجمان ہے۔ دنیا سے جب
جانے لگا تو اس نے کہا میری آخری وصیت نوٹ کی جائے۔ لوگوں نے امام احمد رضا
کی وصیت نوٹ کی، آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا: ”اے لوگو! میری قبر اتنی گہری

کر دینا کہ آسانی سے اپنی قبر میں کھڑا ہو سکوں، لوگوں نے پوچھا حضور کبھی کوئی دعویٰ
آپ بلا دلیل نہیں کرتے، بتائیے یہ کون سی کتاب میں لکھا ہے کہ قبر اتنی گہری کر دی
جائے کہ آپ کھڑے ہو سکیں؟ فرمایا کتاب محبت میں لکھا ہوا ہے، کتاب عشق
میں لکھا ہوا ہے“

پوچھا گیا اعلیٰ حضرت سے، حضور فرمائیے قبر کیوں اتنی گہری کی جائے۔ آپ نے
فرمایا کہ دیکھو ہم لوگوں نے مصطفیٰ کو دیکھا نہیں، قوم نے ہمارے مصطفیٰ کو دیکھا نہیں،
مگر جب ہم اپنے آقا کو سلام کرتے ہیں تو اپنی قوم سے کہتے ہیں باادب کھڑے ہو جاؤ،
حالت قیام میں آجاؤ، ہاتھوں کو باندھ لو، نگاہوں کو جھکا لو، تصور میں مصطفیٰ کو رکھو اور کہو ”
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام، شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام“۔ یا نبی سلام علیک،
تو جب بلا دیکھے ہوئے ہم کھڑے ہو کر یا نبی سلام علیک پڑھتے ہیں تو قبر میں تو آقا
تشریف لائیں گے۔ جس احمد رضا نے زندگی بھر بغیر دیکھے ہو کر یا نبی سلام علیک کہا ہے،
اس کی غیرت یہ گوارہ نہیں کرتی کہ قبر میں جب نبی آئیں تو بیٹھ کر کہے یا نبی سلام علیک۔
اس لئے احمد رضا کی قبر اتنی گہری کر دی جائے کہ جب مصطفیٰ قبر میں آئیں اور فرشتے
ماتقول فی حق ھٰذالرجل. کہیں تو احمد رضا کھڑا ہو کر کہے ”یا نبی سلام
علیک۔ یا رسول سلام علیک۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا نے ہمیں عشق نبوی کا پیغام دیا ہے، مجدد اسلام نے رسول اللہ کے
مقام محترم کو سمجھایا ہے۔ نبی سے محبت ایمان کی دلیل ہے، اور نبی کی ذات کے بارے
میں تذبذب کا شکار ہونا منافقت کی دلیل ہے، اگر ایمان چاہتے ہو، احمد رضا کے پاس
آؤ اگر منافقت کے عمیق غار میں گرنا ہے تو مسلک اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت
سے انحراف کیجئے۔

ہم آپ سے کہنا یہ چاہتے ہیں کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے جو درس حیات

دیا ہے انہیں کے ایک شعر میں وہ درس حیات ہم آپ کے سامنے رکھ کر کے گزر جانا چاہتے ہیں۔

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

☆☆☆

خوب کی سیر چمن پھول چنے شاد رہے
باغباں جاتا ہوں میں گلشن تیرا آباد رہے

یہ تھی امام احمد رضا کی تاریخ ساز شخصیت جس نے تاریخ کو اپنے دامن میں سمیٹا، تاریخ کے چہرہ پر غبار نہیں آنے دیا، عشق نبوی کو اندھیروں میں چھپنے نہیں دیا اور فکر ونظر کی قوتوں کو پامال نہیں ہونے دیا۔ ہر بدنصیب، بدعقیدہ کا کلیجہ احمد رضا کے نام سے کانپتا ہوا نظر آتا ہے۔ بدعقیدگی کے لئے احمد رضا کا نام بدعقیدگی پر برق الٰہی کا دوسرا نام ہے، اور حاسدین کے لئے امام احمد رضا ان کے ایمان کو جلا دینے کے لئے، واپس بلانے کے لئے ایک آخری موقع ہے۔ ہم آپ سے یہ کہنا چاہیں گے کہ آپ اپنے امام کا دامن مضبوطی سے تھامئے اور اپنے امام کی بارگاہ عبقری میں ہدیہ تبریک وخراج عقیدت پیش کرنے کا طریقہ یہ ہے جو عقیدہ انہوں نے دیا اس عقیدے کو قبول کیجئے، جو عمل انہوں نے دیا عمل قبول کیجئے۔

بجتا ہے آج علم کا جو ساز دوستو — یہ بھی اسی جرس کی ہے آواز دوستو
یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندباد
سبز گنبد کے مکیں سب کی مدد فرمایئے — یارحمة للعالمین سب کی مدد فرمایئے

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆☆

اتباع رسول

الحمدلله رب العالمين حمدا الشاكرينَ وافضل الصلوٰة واكمل السلام على المرسلين خاتم النبين اكرام الاولين والآخرينَ الغرالمحجلين نبى الحرمين امام القبلتينِ سيد الكونين وسيلتنا فى الدارين صاحب قاب قوسين المزين آن بكلّ زين المنزه من كل شين جدالحسن والحسين نبى الانبياء عظيم الرجاء عميم الوجود والعطاماحِى الذنوب والخطاء شفيعنا يوم الجزاء سرالله المخزون درالله المكنون عالم ماكان وما يكون نور الا فئدة والعيون سرور القلب المُحزون معد ن انوارِ اللّٰهِ ومخزن اسرار الله سيدنا ومولانا و حبيبناو نبينا ووكيلنا وكفيلنا وعوننا معيننا وغوثنا و مغيثنا وغائبنا وطبيبنا وطبيب قلوبنا محمد ن المصطفىٰ وعلىٰ آلِهٖ اهل الصدق والصّفا وعلى سائر اولياءِ امتهٖ الكاملين العارفين وعلماء ملتهٖ الراشيدين المرشدين وعلينا معهم اجمعين۔ امابعد فاعوذبالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔ قُلْ اِنْ كُنْتُم تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ صدق الله العلى العظيم وبلغنا رسوله النبى الكريم ونحن على ذالك لمن الشاهدين والشاكرين والحمد لله رب العالمين۔

واجب الاحترام بزرگو! عزیز ساتھیو! میری تقریر کا عنوان وافتتاح اور موضوع سخن یہی آیت مقدسہ ہے جس کو میں نے ابھی ابھی آپ حضرات کے سامنے تلاوت

کیا۔ خلاق کائنات جلا وعلا تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''میرے پیارے محبوب تم فرمادو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے مجھ سے محبت کی، میری الفت کے اسیر ہو گئے، میرے حلقہ بگوش ہو گئے، غلام بن گئے، میری غلامی کے پٹے کو اپنی گردن کی زینت بنالیا یاد رکھو......

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔

تمہارے گناہوں کو بخش دیئے جائیں گے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

محترم سامعین کرام!

آپ تلاوت کردہ آیت کریمہ کے ترجمہ سے بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ آج میری عرض ومعروض کا مقصد محبت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے۔ چنانچہ ازروئے تمہید تصویر کے پہلے رخ کو دیکھئے۔

❖ کہ انسان کے پاس جب علم کی روشنی نہ تھی۔ ❖ تمدن کا کوئی آفتاب نہ تھا۔ ❖ تہذیب کی کوئی چمک نہ تھی۔ ❖ انسان جب جانوروں کی طرح بھٹوں میں رہتا تھا۔ ❖ انسان درختوں پر زندگی گزارتا تھا۔ ❖ انسان جب بنوں میں بسیرا کرتا تھا۔ ❖ انسان کو جب اتنا بھی معلوم نہیں تھا کہ غلہ کس طرح اگایا جاتا ہے۔ ❖ انسان جب کپڑے کے بنانے سے لاعلم تھا۔ ❖ انسان کو جب یہی نہیں معلوم تھا کہ بیماریوں سے نجات کی کیا سبیل ہے۔ ❖ انسان کو جب یہی پتہ نہیں تھا کہ دشمنوں کی ایذا دہی سے کس طرح محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ ❖ انسان دور سابق میں غیر مطمئن زندگی گزارتا تھا۔ ❖ انسان ہر چہار جانب سے مصائب میں گھرا ہوا تھا۔ ❖ انسان کی راتیں المناک ودرون تاریک سے تاریک تر بنے ہوئے تھے۔

عزیزان گرامی! تو یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے اور بڑی واضح بات ہے کہ انسان کے پاس جب خوراک نہ ہوگی تو وہ بھوک کی مصیبت میں گرفتار ہی ہوگا۔

انسان کے پاس جب لباس نہ ہوگا تو اسے سردی کی دراز دستیوں کا شکار ہونا ہی

پڑے گا۔

انسان جب دفاعی تیاری میں سستی کرے گا تو اسے زخم کھانا ہی پڑیں گے۔

لیکن حیرت تو یہ ہے کہ آج انسان کے دامن میں علم ودانش کی بھرپور تجلیاں ہیں، تہذیب وتمدن کا بے پناہ اجالا ہے۔

آج جب کہ مغرب سے آنے والی لائٹ نے انسانیت کے ایوانوں کو چکا چوند بناڈالا ہے

آج جب کہ انسان چاند پر کمند ڈالنا چاہتا ہے اور سورج کی کرنوں کا پنجہ مروڑنے کی کوشش کررہا ہے۔

فضا کا سینہ چیر رہا ہے، موجوں کا کلیجہ چھلنی کئے ہوئے ہے۔

آج انسان پہاڑوں کی بلندیوں کو پیروں سے روندرہا ہے۔

غرض کہ آج انسان

کائنات کے ہر بلند وپست مقام سے اپنی عظمت کا خراج وصول کررہا ہے۔ آج انسانیت بہت ترقی یافتہ ہے۔ آج انسانیت علم ودانش کی معراج تک پہنچ چکی ہے۔

عزیزان گرامی! تو ایسے وقت میں بھی اگر انسان بے قرار ہو، انسانیت کراہ رہی ہو، سوسائٹی کے جسم پر لاتعداد زخم ناسور بن کر ٹپک رہے ہوں اور دلوں کے آبلے سینے سے لودے رہے ہوں تو یہ صورت حال انتہائی المناک اور تعجب خیز ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ آپ اظہار تعجب کرسکتے ہیں کہ آج تہذیب کے دور میں انسان کی یہ بے کسی تمدن کے روشنی تلے اس طرح کا اندھیرا۔

لیکن باور کیجئے

تعجب کرنے سے حقیقتیں نہیں بدلا کرتیں، یہ حقیقت اور المناک حقیقت ہے کہ ایک طرف تو کتوں کے لئے لطیف غذائیں مہیا کی جارہی ہیں جب کہ دوسری طرف ایک مزدور کا بچہ فاقہ کشی کی موت پر مجبور ہورہا ہے، ایک طرف تو جام ساغر کھنک رہے

ہیں تو دوسری طرف خون تھوکنے والا انسان دوا کے ایک گھونٹ کو ترس رہا ہے۔

عزیزانِ ملت اسلامیہ!

تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ کیجئے

کہ یہ بات بھی حقیقت سے خالی نہیں ہے، حق وصداقت کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔

انسان آج بھی چاک دامن ہے، اور عظمتیں آج بھی بر سرِ راہ نیلام ہو رہی ہیں آج کی تہذیب انسانوں کے خون سے نقش ونگار میں رنگ بھرا ہے۔ آج انسان انسان ہی کا دشمن ہے۔ یہ بات نہیں کہ انسانیت کہ اس دکھ درد کا علاج دانشوران عالم کو نہیں آتا یا اس دکھ درد کا احساس ہوشمندان عالم کو نہیں روز بروز نئی نئی انجمنیں ترتیب دی جاتی ہیں، کانفرنسیں بلائی جاتی ہیں اور قوموں کی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں نت نئے فارمولے بنتے ہیں اور ہر طرح کے دستور پاس ہوتے ہیں، راہ عمل کی نئی نئی تجویز پاس کی جاتی ہیں۔ لیکن انسانیت کے مریض ناتواں اور اس کے دکھ درد کا یہ عالم ہے کہ بڑھتا جا رہا ہے، دن بدن ترقی کر رہا ہے، روز وشب زور پکڑتا جا رہا ہے، ظلم کے سائے دبیز سے دبیز ہوتے جا رہے ہیں۔ اور حال انسان دن بدن ابتر ہوتا جا رہا ہے۔ گویا یوں کہا جائے:

مریض عشق پر رحمت خدا کی　　مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی

محترم بزرگو! آج ہمیں اور آپ کو بہ حیثیت ایک مسلمان کے سوچنا ہے کہ اسلام جو تمام انسانوں کے دکھ درد کا علاج بن کر آیا۔ اُرسِلتُ اِلیٰ الخلقِ کافّۃً۔

محمد عربی ﷺ بنی آدم کے سارے دردوں کا مداوا بن کر تشریف لائے

وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا رَحمَۃً لِّلعٰلَمِینَ

قرآن عظیم جو انسانیت کی ساری بیماریوں کا نسخہ شفا ہے۔

اِنَّ القُراٰنَ یَهدِی لِلَّتِی هِیَ اَقوَمُ

آخر اس نے بھی انسانیت کے اس دکھ کا کوئی علاج تجویز کیا۔ اس جانگداز تکلیف کا کوئی حل تلاش کیا اور اس مہلک زہر کا کوئی تریاق اس کے پاس ہے۔

جی ہاں ہے اور یقیناً ہے

اسلام کہتا ہے تم جس بیماری میں ہو اور جس دکھ میں ہو تم جس تکلیف کے پنجے میں جکڑے ہوئے ہو، محبت کرو صرف محبت۔ عشق کرو، فقط عشق۔ تمہارے سارے دکھ درد کافور ہو جائیں گے۔

کون سی محبت؟

وہ محبت جو اصل کائنات ہے۔ وہ محبت جو روح انسانیت ہے۔ وہ محبت جس سے سپیدۂ سحر کی پیشانی تابندہ ہے۔ وہ محبت جس سے کہکشاں کی مانگ روشن ہے۔ وہ محبت جس سے ہستی کا کارواں رواں دواں ہے۔ وہ عشق جس کی گرمی سے زندگی کی نبض دھڑک رہی ہے۔ وہ عشق جس نے ہستی کی زلف برہم سنواری۔ وہ عشق جس نے زندگی کا چہرہ چمکایا۔

عشق کے جلوؤں سے روشن ہے حریم کائنات
عشق نے آباد کر رکھے ہیں کتنے سومنات

واجب الاحترام سامعین کرام!

عشق ومحبت کی بے پناہ طاقت ولطف کا اندازہ ہمیں ہو کہ نہ ہو لیکن وہ نفوس قدسیہ اچھی طرح جانتے ہیں جو عشق ومحبت کی چاشنی کا مزہ چکھ چکے ہیں، عشق ومحبت کی دولت لازوال لے کر اس دار فانی سے ملک جاودانی کی طرف سفر کر چکے ہیں، جو آیت کریمہ یُحبِبکُمُ اللّٰہُ۔ کی بوئے مست وخوشگوار سونگھ چکے ہیں جو آج بھی حیات ہیں اور صبح قیامت تک حیات رہیں گے جنہیں دنیا میں کوئی حزن وملال نہیں تھا اور نہ روز جزا کا کوئی خوف وہراس ہوگا یہ وہ حضرات ہیں کہ جنہوں نے جادۂ عشق ومحبت پر گزرنے میں نہ تو آبلہ پائی کا احساس کیا ہے اور نہ ہی انگاروں سے الجھتے ہوئے دامن کے سلگنے کی فکر کی ہے۔

مسلمانو! دنیا جانتی ہے کہ یہ سودا جب اپنی کرشمہ سازی پر آتا ہے تو کم ہمت پروانہ بھی شمع فروزاں کی لو سے ٹکرانے کی طاقت اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔ بلبل

...ہول کے گرد چکر کاٹتی ہے۔ ناتواں انسان پر صحرائے بے کراں کی وسعت تنگ ہو جاتی ہے اور بلند آہنگ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ خدا کی قسم مسلمانو! اسلام کہتا ہے اے بھوکے انسان عشق کر، اے دکھی اور دلفگار انسان محبت کر اور ایک دفعہ تو حکیم عشق ومحبت کو یہ کہہ کر آواز دے:

خدارا سوئے مشتاقاں نگاہے
بیاپے گرنہ باشد گاہ گاہے

پھر دیکھ تیرا دکھ دور ہوتا ہے کہ نہیں، تیری تکلیف کم ہوتی ہے کہ نہیں، اور تیری بیمار روح صحت مند ہوتی ہے کہ نہیں، باللہ العظیم نہ تجھے کوئی رنج وملال ہوگا اور نہ میدان محشر کا کوئی خوف خطر ہوگا۔ اب آپ حیرت میں ہوں گے۔

کہ جب اسلام نے محبت کو تمام انسانوں کے دکھ درد کا علاج تجویز کیا ہے تو محبت تو بلا محبوب کے ہو نہیں سکتی پھر اسلام کس محبوب سے محبت کرنے کے لئے بتا رہا ہے۔ میں کہتا ہوں وہ ذات گرامی اتنی عظیم ہے کہ صرف اس کا شیدا نہیں بلکہ شمع بھی اس کی تڑپ میں گھلتی رہتی ہے۔ صرف چکور ہی اس کے فراق میں سرگرداں نہیں بلکہ چاند بھی اس کی یاد میں گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، وہ کائنات کا بھی محبوب ہے اور خالق کائنات کا بھی محبوب ہے۔ جس محبوب کا نام فرش پر محمد اور عرش پر احمد ہے۔

ارے یہ وہ محبوب ہیں کہ۔

❖ جن کی ذات گرامی اصل کائنات وخاصۂ موجودات ❖ جو ذات شاہکار فطرت حبیب پروردگار ❖ جنہیں خدا نے پیدا فرمایا تو حسن اعتدال بخشا ❖ جنہیں اللہ نے ادب دیا تو سیرت کا جمال بخشا ❖ جنہیں علم دیا تو عالم ما کان ویکون بنادیا ❖ خلق دیا تو انّكَ لعلیٰ خُلُقٍ عَظِیْم کہہ دیا ❖ عطا کا ذکر کیا تو انا اعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَر فرمایا دیا ❖ اپنے محبوب کی طرز گفتگو کا ذکر کیا تو فرمادیا، وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰیٰ اِنْ هُوَ اِلا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ ❖ سفر مخصوص کا تذکرہ فرمایا تو سبحان الذی اسریٰ بعبده لیلا کا جامہ پہنادیا۔ ❖ اپنے محبوب کی مدح سرائی کی تو فرمادیا وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اور دنیا کو عشق ومحبت کرنے کی ترغیب دی تو کہہ دیا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

پڑھئے درود پاک صَلَّی اللّٰهُ علی النَّبِی الامیّ وَآلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم صَلٰوةً وَّسَلَامًا عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔

محترم بزرگو! اب آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ کس محبوب بے مثال سے عشق و محبت کرنے کی بات کی جارہی ہے، کس محبوب سے تعلق وانسیت رکھنے میں کلام ہو رہا ہے، کس کے سایہ عاطفت کے نیچے زندگی بسر کرنے کے لئے کہا جارہا ہے، کس کے دامن کرم ومحبت سے وابستہ ہونے کے لئے فرمایا جارہا ہے، اللہ اکبر وہ محبوب جن کے دامن کو صدیق وفاروق نے اپنا متاع زندگی سمجھا، جن کے دامن کرم کو عثمان وعلی نے کائنات دل ونظر اور روح ایمان سمجھا، جن کے دامن الفت کو صہیب و بلال نے جان ایمان اور شان اسلام جانا رضی اللہ تعالیٰ عنهم اجمعین۔

تو اے مسلمانو! اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا کے اضطراب کو امن وسکون سے بدل دو، دکھی انسان کو سکھ اور چین کا مژدہ سنادو، تو محبت کرو اور ایسی ذات سے کرو جس سے کرنے کا حق ہے۔ عشق کرو مگر ایسے محبوب سے کرو جس کا عشق تمہیں خدا سے ملادے، جس کا عشق تمہارے رنج وغم، دکھ درد کو بھلادے۔ اسی لئے میں نے عرض کیا تھا کہ، آج کے دانشوروں نے سب کچھ کیا، ساری تدبیریں برتیں، بے شمار نسخے تیار کئے اور رنج وغم، فکر وتردد دور کرنے کی لاتعداد حل نکالے لیکن وہ نہیں کیا جو کرنا چاہیے تھا۔ اللہ کے محبوب سے عشق ومحبت کرنا ہی دنیا کو نہیں سکھایا باقی سب کچھ جتن کر رہے ہیں۔

ارے ہم آج بھی کہہ رہے ہیں اور چودہ سو برس سے کہتے آئے ہیں۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

لیجئے اسی عشق صادق اور محبت حق کا ایک واقعہ گوش گزار کیجئے۔

تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ اسلام پر ایسا نازک وقت بھی آچکا ہے کہ جب سیاسی صورت حال انتہائی خطرناک ہوگئی تھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

پھول کے گرد چکر کاٹتی ہے۔ ناتواں انسان پر صحرائے بے کراں کی وسعت تنگ ہو جاتی ہے اور بلند آہنگ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ خدا کی قسم مسلمانو! اسلام کہتا ہے اے بھوکے انسان عشق کر، اے دکھی اور دلفگار انسان محبت کر اور ایک دفعہ تو حکیم عشق و محبت کو یہ کہہ کر آواز دے:

خدارا سوئے مشتاقاں نگاہے
بیاپے گر نہ باشد گاہ گاہے

پھر دیکھ تیرا دکھ دور ہوتا ہے کہ نہیں، تیری تکلیف کم ہوتی ہے کہ نہیں، اور تیری بیمار روح صحت مند ہوتی ہے کہ نہیں، باللہ العظیم نہ تجھے کوئی رنج و ملال ہوگا اور نہ میدان محشر کا کوئی خوف خطر ہوگا۔ اب آپ حیرت میں ہوں گے۔

کہ جب اسلام نے محبت کو تمام انسانوں کے دکھ درد کا علاج تجویز کیا ہے تو محبت تو بلا محبوب کے ہو نہیں سکتی پھر اسلام کس محبوب سے محبت کرنے کے لئے بتا رہا ہے۔ میں کہتا ہوں وہ ذات گرامی اتنی عظیم ہے کہ صرف اس کا شیدا نہیں بلکہ شمع بھی اس کی تڑپ میں گھلتی رہتی ہے۔ صرف چکور ہی اس کے فراق میں سرگرداں نہیں بلکہ چاند بھی اس کی یاد میں گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، وہ کائنات کا بھی محبوب ہے اور خالق کائنات کا بھی محبوب ہے۔ جس محبوب کا نام فرش پر محمد اور عرش پر احمد ہے۔

ارے یہ وہ محبوب ہیں کہ۔

❖ جن کی ذات گرامی اصل کائنات و خاصۂ موجودات ❖ جو ذات شاہکار فطرت حبیب پروردگار ❖ جنہیں خدا نے پیدا فرمایا تو حسن اعتدال بخشا ❖ جنہیں اللہ نے ادب دیا تو سیرت کا جمال بخشا ❖ جنہیں علم دیا تو عالم ما کان ویکون بنا دیا ❖ خلق دیا تو اَنَّكَ العلیٰ خُلُقٍ عَظِیُم کہہ دیا ❖ عطا کا ذکر کیا تو انا اعطینك الکوثر فرمایا دیا ❖ اپنے محبوب کی طرز گفتگو کا ذکر کیا تو فرما دیا، وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوىٰ اِنْ هُوَ اِلا وَحْیٌ یُوحٰی۔ ❖ سفر مخصوص کا تذکرہ فرمایا تو سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا کا جامہ پہنا دیا۔ ❖ اپنے محبوب کی مدح سرائی کی تو فرما دیا وَمَا اَرسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلعَالَمِینَ۔ اور دنیا کو عشق و محبت کرنے کی ترغیب دی تو کہہ دیا۔

قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللّٰہ۔

پڑھیے درود پاک صَلَّی اللّٰہُ علی النَّبِیِ الامیِ وَآلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَسَلَّم صَلوٰۃً وَّسَلَامًا عَلَیکَ یَارَسُولَ اللّٰہِ۔

محترم بزرگو! اب آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ کس محبوب بے مثال سے عشق و محبت کرنے کی بات کی جا رہی ہے، کس محبوب سے تعلق و انسیت رکھنے میں کلام ہو رہا ہے، کس کے سایہ عاطفت کے نیچے زندگی بسر کرنے کے لئے کہا جا رہا ہے، کس کے دامن کرم و محبت سے وابستہ ہونے کے لئے فرمایا جا رہا ہے، اللہ اکبر وہ محبوب جن کے دامن کو صدیق و فاروق نے اپنا متاع زندگی سمجھا، جن کے دامن کرم کو عثمان و علی نے کائنات دل و نظر اور روح ایمان سمجھا، جن کے دامن الفت کو صہیب و بلال نے جان ایمان اور شان اسلام جانا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تو اے مسلمانو! اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا کے اضطراب کو امن و سکون سے بدل دو، دکھی انسان کو سکھ اور چین کا مژدہ سنا دو، تو محبت کرو اور ایسی ذات سے کرو جس سے کرنے کا حق ہے۔ عشق کرو مگر ایسے محبوب سے کرو جس کا عشق تمہیں خدا سے ملا دے، جس کا عشق تمہارے رنج و غم، دکھ درد کو بھلا دے۔ اسی لئے میں نے عرض کیا تھا کہ، آج کے دانشوروں نے سب کچھ کیا، ساری تدبیریں برتیں، بے شمار نسخے تیار کئے اور رنج و غم، فکر و تردد دور کرنے کی لاتعداد حل نکالے لیکن وہ نہیں کیا جو کرنا چاہیے تھا۔ اللہ کے محبوب سے عشق و محبت کرنا ہی دنیا کو نہیں سکھایا باقی سب کچھ جتن کر رہے ہیں۔

ارے ہم آج بھی کہہ رہے ہیں اور چودہ سو برس سے کہتے آئے ہیں۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

لیجئے اسی عشق صادق اور محبت حق کا ایک واقعہ گوش گزار کیجئے۔

تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ اسلام پر ایسا نازک وقت بھی آچکا ہے کہ جب سیاسی صورت حال انتہائی خطرناک ہوگئی تھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

ہو چکا ہے اور آپ چشم عالم سے پردہ فرما چکے ہیں۔

☆ خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر جلوہ گر ہیں اور اسلام کی فوجی طاقت کو ابھی چند ہی روز ہوئے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کی سرکردگی میں اسلامی لشکر کو جہاد کے لئے باہر روانہ فرمایا دیا ہے۔ دشمنان اسلام جو مدت سے اسی امید پر جی رہے تھے کہ رسول اللہ کی زندگی تک تو ہماری ساری کوششیں بے کار ہیں، لیکن جیسے ہی وہ پردہ فرمائیں گے، ہماری ادنیٰ سی کوشش سے اسلام اور مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ جائیں گے۔ یہ چراغ اسلام بجھنے تو دو، اس کے ایوانوں میں اندھیرا ہو جائے گا، پھر شیطان کے ساتھ مل کر ہم خوب ادھم مچائیں گے۔ بہر حال دشمنان اسلام کی امیدوں نے کروٹ بدلنی شروع کر دی، دیکھا کہ اسلام کی بنیادی طاقت کو قدرت نے ظاہری طور پر اس سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ کر دیا ہے۔ فوج کے دست و بازو سے کچھ مادی سہارا ہو جاتا لیکن وہ بھی خود رسول کے فرمان کے مطابق باہر جا چکی ہے۔ اب میدان صاف ہے چلو بڑھ کر اسلام کا تختہ الٹ دیں اور مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ یہ سوچ کر دشمنوں نے تلوار کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ تیروں کے پھل دیکھنے لگے نیزوں کی انیاں آزمائی جانے لگیں۔ کتنے اسلام سے پھر گئے۔ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور آس پاس سخت ہیجان پیدا ہو گیا۔ اسلام اور اس کے ساتھ دار الحکومت مدینہ شریف بھی خطرے میں آ گیا۔ گویا آج کے الفاظ میں سخت خطرناک سیاسی حالات پیدا ہو گئے اور حالات سے نمٹنے کے لئے اہل الرائے صحابہ کرام کی ایک مجلس بلائی گئی۔ غور و خوض کے بعد متفقہ طور پر حضرت ابوبکر صدیق کے پاس تجویز رکھی گئی کہ رسول کریم کے وصال سے دشمنوں کے حوصلہ بڑھ گئے ہیں اور وہ آمادۂ جنگ ہیں۔ اگر ان کو کہیں یہ پتہ چل گیا کہ اسلامی فوج بھی مدینے میں نہیں ہے تو وہ بھوکے شیر کی طرح ٹوٹ پڑیں گے۔ پھر گلشن اسلام تاراج ہو جائے گا اور دین حق کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی اور اس وقت سرحد پر اگر اسلامی فوج کو فتح ہوئی تو جب مدینہ ہی تباہ ہو گا تو لوٹ کر کس کے پاس آئیں گے۔

اس لئے رائے یہ ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وصال شریف سے پہلے جو لشکر اسامہ بن زید کی سرکردگی میں بھیجا گیا ہے اسے واپس بلا لیا جائے، یہ سن کر ابوبکر صدیق نے فرمایا مَاکَانَ لِابْنِ اَبِی قُحَافَۃَ اَنْ یَّرُدَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

گویا، تم لوگوں نے جو مشورہ دیا ہے وہ عین مقتضائے عقل و ہوشمندی ہے، اس کے سوا اور کوئی مشورہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن **ملت عشق از همه ملت جدا ست**

ارے۔ محبت رسول کا بھی تو کچھ تقاضہ ہے، بھلا بتاؤ تو سہی اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو رد کر کے ان کے بھیجے ہوئے لشکر کو واپس بلا لوں؟ ہاں تم لوگ یہی نہ کہتے ہو کہ اگر لشکر اسلام نہ بلایا گیا تو مدینے کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی، گلشن اسلام کو خزاں کے ظالم پنجے نوچ نوچ کر رکھ دیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ ایوان اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجنے دو، ارے مدینہ اسلام تاراج ہونے دو، اسلامی گھروں کو بے نور ہونے دو۔

خدا کی قسم مسلمانو، سب کچھ برداشت کیا جا سکتا ہے لیکن محبوب دو عالم کی بات رد نہیں کی جا سکتی، دانشوروں کی عقل کچھ کہے میرے دل کا یہی فیصلہ ہے۔ تم لوگوں کا فیصلہ صحیح سہی لیکن شریعت عشق و محبت سے ٹکرا رہا ہے۔

عشق اعجاز شرکت کا قائل نہیں
یا محمد کا بن یا زمانے کا بن

محبت کے یہ تیور دیکھ کر کسی کی جرأت نہ ہو سکی۔ سب کو صدیق کے دل کی یہی بات ماننی پڑی اور اسامہ کا لشکر نہ بلایا گیا۔

اب آیئے ہم اور آپ سوچیں

کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قانون عقلی چھوڑ کر دستور محبت پر عمل کیا تو کیا واقعی مدینہ اجڑ گیا؟ کیا حقیقتاً اسلام کی بیخ کنی ہو گئی؟

کیا واقعی اسلام کا تخت تاراج ہو گیا؟

کیا یہ صحیح ہے کہ اسلام کے دار الحکومت مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بج گئی؟

کیا فی الواقع دشمنان اسلام بھوکے شیروں کی طرح عاشقان رسول پر ٹوٹ پڑے؟ جی نہیں۔ بعد کے واقعات بتاتے ہیں کہ اگر عقلی ہدایت کے مطابق لشکر کو بلایا گیا ہوتا تو یقیناً جنگ ہوتی اور اس جنگ میں گو اسلام ہی کی فتح ہوتی لیکن خونریزیوں کے بعد، مگر محبت کی کرشمہ سازی بے شورش کے اٹھتے ہوئے طوفان کو روک دیا اور بغاوت کی اٹھتی ہوئی آندھی وہیں تھم گئی۔

مسلمانو! تاریخ کا بیان ہے کہ جب مخالفوں نے اسلام کے بڑھتے ہوئے فوجی سیلاب کو دیکھا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں کہ ہم جس مسلمان کو مرد بیمار سمجھتے تھے وہ اتنا حوصلہ مند نکلا کہ مدافعت سے بے نیاز ہو کر جارحانہ حملہ کرنے آرہا ہے۔ شاید اس کے بازو میں قوت وطاقت بہت زیادہ ہے، سینہ میں دم خم بھی ہے، دل امنگوں سے موجیں مار رہا ہے۔

یہ دیکھنا تھا کہ جذبات بیٹھنے لگے، تلوار نیام میں ڈال دی گئیں، تیر ترکشوں میں لوٹا دیئے گئے، چڑھی ہوئی کمانیں اتر گئیں اور نیزے زنگ کھانے کے لئے چھوڑ دیئے گئے۔ رسول کریم کی محبت کے طفیل خطرناک صورت حال سدھر گئی، زمانہ شاہد ہے کہ ایک قطرہ خون بہائے بغیر حالات پر قابو پالیا گیا۔

عزیزان گرامی! دیکھا آپ نے، یہ کس محبوب کی محبت کا صدقہ تھا؟ یہ سب کچھ ہی محبوب لاثانی کے عشق لاثانی کی کرشمہ سازی تھی۔

جس کے دامن اقدس سے خلت ابراہیم؟ حسن یوسف کنعاں، جلال موسیٰ عمراں، جان نوازی مسیح زماں کی جھلک نظر آرہی تھی۔

یعنی، سرور کائنات، فخر موجودات، باعث تخلیق عالم، امام المرسلین، سید الاولین و الآخرین، شفیع المذنبین، اس انجمن دنیا کے صدر نشین، بشیر و نذیر، ممتنع النظیر، سراج منیر، عالم کے سلطان، تاجدار عرب، محبوب رب، سیاح لامکاں، محبوب دو جہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق ومحبت کا نیر اعظم جلوہ افروز ہو گیا تھا۔

خدا کی قسم مسلمانو!

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگی میں ہیں یہی مردوں کی شمشیریں

محترم بزرگو! اسی واقعہ سے محبت رسول کا اندازہ بھی کر لیجئے کہ ان نفوس قدسیہ کو حضور کی ذات گرامی سے کس درجہ محبت تھی اور کیوں نہ ہوتی۔ اللہ کے رسول محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ یعنی تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ اسے میرے ساتھ محبت نہ ہو۔ بس اسی فرمان عالی شان کے پیش نظر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر اسلام کو واپس بلانے سے منع فرما دیا تھا۔ ان کی محبت کا ایک ایک تیور عشق رسول کا ایک ایک انداز یہ اعلان کر رہا تھا کہ یہ لشکر محبوب دو جہاں کا بھیجا ہوا لشکر ہے، کتاب عشق ومحبت میں کہیں نہیں لکھا ہے کہ محبوب کی بات کو کسی وقت بھی رد کر دیا جائے۔

اللہ اکبر۔ عاشقوں کا یہی دین وایمان ہوتا ہے۔ دیوانوں کے یہی طور طریقے ہوا کرتے ہیں۔ محبوبوں کے یہی انداز ہوا کرتے ہیں۔

آیئے ہم اور آپ پھر ایک بار اپنے دماغ کے پرندے کو پرواز کر کے بارگاہ صدیقی میں لے چلیں اور ان کی محبت رسول کا اندازہ کریں اس مرد حق آگاہ کو محبوب الٰہی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کس درجہ محبت تھی اور عشق نبی کا معیار کتنا اونچا تھا۔

ایک مرتبہ مالک نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے۔ اللہ کے حبیب کے سامنے صدیق رسول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زانوئے ادب طے کرتے ہوئے انتہائی عشق ومحبت کے لہجے میں عرض کرتے ہیں اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ اے محبوب دو عالم، اللہ کے رسول، میری تمنا یہ ہے کہ میں ہر وقت حضور کے چہرۂ انور کی زیارت کیا کروں۔

اسی طرح ایک واقعہ ہے کہ حضرت ثوبان ؓ جو جلیل القدر، عظیم المرتبت صحابی رسول ہیں، بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں، چہرۂ مبارک سے کسی پریشانی کے

تاثرات ظاہر ہیں، آنکھیں نمناک ہیں، کسی غم میں کھوئے ہوئے ہیں۔ اللہ کے محبوب نے چہرۂ حضرت ثوبان کو دیکھا، دیکھتے ہی دل کے خطرے سے واقف ہو گئے۔ محبوب خدا نے انتہائی نرم ونازک لہجے میں فرمایا ''اے ثوبان آج رنجیدہ خاطر کیوں نظر آ رہے ہو، وہ کون سی پریشانی ہے جس نے تمہیں پریشان کر رکھا ہے، وہ کون سا غم ہے جس نے تمہیں مغموم کر رکھا ہے''؟ حضرت ثوبان ؓ عرض کرتے ہیں ''اے محبوب دو عالم ﷺ، مجھے رنج وغم ہے تو یہ ہے کہ کل قیامت قائم ہونے والی ہے۔ حضور تو فردوس بریں کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام میں جلوہ افروز ہوں گے اور اے اللہ کے رسول حضور کا یہ خادم معلوم نہیں کس جگہ ہوگا۔ خدا جانے کل قیامت کے دن حضور کی زیارت کر سکے گا یا نہیں''۔

ابھی حضرت ثوبان ؓ یہ فرما ہی رہے تھے کہ فوراً جبریل امین کو حکم الٰہی ہوا ''اے جبریل سدرہ چھوڑ دو، یہ وقت سدرہ نشینی کا نہیں ہے۔ ہمارے محبوب کی بارگاہ میں ایک سوال درپیش ہے۔ جاؤ! اور محبوب کو ہمارا یہ محبت بھرا پیغام سنا دو''۔ سید الملائکہ ساکن سدرۃ المنتہیٰ حضرت جبریل ؑ بارگاہ انیس بیکساں حبیب رب دو جہاں ﷺ میں یہ محبت بھرا پیغام پیش کر دیتے ہیں، مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی غلامی وفرمانبرداری کرتے ہیں انہیں ان لوگوں کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے۔ وہ حضرات انبیاء کرام ہیں، صدیقین ہیں، شہدا ہیں، صالحین ہیں اور کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

مسلمانو! دیکھا آپ نے حضرت ثوبان کیا محبت وعشق سے بھرپور آرزو بارگاہ رسالت میں پیش کر رہے ہیں۔

حقیقت ہے

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ!!!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ جَمِيْعًا، وَاَقَامَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِلْمُذْنِبِيْنَ الْمُتَلَوِّثِيْنَ الْخَطَّائِيْنَ الْهَالِكِيْنَ شَفِيْعًا. فَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَيْهِ. وَعَلٰى كُلِّ مَنْ هُوَ مَحْبُوْبٌ وَّمَرْضِیٌّ لَدَيْهِ. صَلٰوةً تَبْقٰى وَتَدُوْمُ. بِدَوَامِ الْحَيِّ الْقَيُّوْمِ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

معزز سامعین! آپ کو ملک کے حالات کا علم بخوبی ہے۔ آج کشمیر کی وادی سے لے کر کنیا کماری کی سرحدوں تک اور بنگال کی کھاڑی سے لے کر گجرات کی وادی تک ہندوستان کا مسلمان سلگ رہا ہے۔ ایوان تہذیب میں بدتہذیبوں نے آگ لگا دی ہے اور فکر ونظر کی وادیاں تباہ وبرباد کی جا رہی ہیں۔ بنام مسلم پرسنل لاء پورے ملک میں ایک ہیجان برپا ہے۔ مسلمانوں کے لبوں کا تبسم روٹھا ہوا ہے۔ مسلم قوم کا دل حسرت وارمان کا مزار بنا ہوا ہے۔

ایک ہنگامۂ محشر ہو تو اس کو بھولوں
سیکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک کی تاریخ تک اس ملک میں شعوری طور پر مسلمانوں کا تشخص ختم کرنے کے لئے ایک زبردست مہم چلائی جا رہی ہے۔ فرقہ پرستوں نے اپنے الگ الگ پلیٹ فارم بنائے تھے اور ان پلیٹ فارموں کے ذریعے مسلمانوں کی

رہی فصیل پر چاند ماری کی جارہی ہے اور مسلم قوم کی سمپتی (सम्पत्ति) پر شبخون مارے
جارہے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد فرقہ پرستوں نے یہ محسوس کیا کہ ہم کھلم کھلا فرقہ پرستی
کے ذریعے مسلمانوں کا استحصال نہیں کر پائیں اس لئے ٹوپیاں بدل دی جائیں، دل
بدلے جائیں۔ دل بدلنے کے لئے تو ان کے پاس کوئی تاریخ نہیں۔ دل بدلنے کے
لئے وہ آمادہ ہوئے اور دھیر دھیر اس پارٹی پر ان کا قبضہ ہوا جو پارٹی کبھی دیش کو
آزاد کروانے کے لئے نمایاں رول ہندو مسلم اتحاد کا ادا کر چکی تھی۔ مگر مجھے افسوس کے
ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ہندوستان کی سرزمین پر فرقہ پرستوں کے پلیٹ فارم سے
مسلمانوں کو وہ استحصال نہیں ہو رہا ہے جو استحصال بنام سیکولر۔ بنام سوشلزم ملک کی
حکمراں جماعت کے ذریعے جان بوجھ کر کیا جارہا ہے۔ میں نہ کانگریسی ہوں اور جن
سنگھی، نہ جنتائی نہ سوشلسٹ۔ میں ہندوستان کے ایک بھارتیہ مسلمان ہونے کے
ناطے اپنی قوم کو پہچانتا ہوں۔ اپنی قوم کے مستقبل پر نگاہ رکھتا ہوں۔ برادران وطن کی
ترقی کے ساتھ ساتھ مسلم قوم کے مستقبل کی تابناکی چاہتا ہوں۔ مسلمانوں کے ساتھ
پارٹیشن (Partition) کے بعد مسلمانوں کو ہندوستان سے نکالنے کا جورویہ اختیار
کیا گیا ہے، اربابان حکومت کو بھی خدا انصاف کا چالیسواں حصہ بھی بطور زکوٰۃ وخیرات
عطا فرمادے تو اربابان اقتدار بھی میری اس بات کو بہر حال تسلیم کریں گے۔ میں آپ
سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بنام مسلم پرسنل لاء تو ایک جنگ چھڑی ہی تھی، اور یہ جنگ
مسلمانوں نے نہیں چھیڑی ہے بلکہ ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ نے
مسلمانوں کے خلاف چھیڑ رکھی ہے۔ ملک کی سب سے بڑی عدالت نے فیصلہ دے
کر مسلم پرسنل لاء کے خلاف، مسلمانوں کے خلاف فرقہ پرستوں کا ایک پلیٹ فارم
بنادیا۔ حکومت کی معنی خیز خاموشی کے فرقہ پرستوں اور امریکہ اور رشیا کی روٹیوں
پر پلنے والے ان داتاؤں (अन्न दाताओं) کے لئے ہندوستانی مسلمانوں کا جسم و
جان جلانے کے لئے ایک راہ ہموار کر رہی ہے۔ حضرات! آپ نے سنا ہے کہ پونا کی
سرزمین پر پتی پاون (पत्तिपावन) نام کی ایک تحریک چلی جس کے ذریعہ یہ کہا گیا کہ

اذانوں کے ذریعے ہماری نیند خراب ہوتی ہے۔ اذان کو بینڈ (Band) کیا جائے۔
بامبے (Bambay) کی سرزمین پر تحریک چلی اور کہا گیا کہ ہندوستان کا مسلمان کھاتا
ہے ہندوستان میں، پیتا ہے ہندوستان میں، رہتا ہے ہندوستان میں، کاروبار کرتا ہے
ہندوستان میں، مگر جب سوتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے مولیٰ بلالو مدینے مجھے۔ اسی طرح
وشو ہندو اور آر ایس ایس اور اسی طرح کی جتنی بھی فرقہ پرست جماعتیں ہیں، ان
جماعتوں نے کھلم کھلا مسلمانوں کو گالیاں دیں۔ آج بھی ان کے رتھ چل رہے ہیں کھلم
کھلا۔ پولس بھی موجود ہوتی ہے، پی اے سی کی موجودگی میں پولس کی حفاظت میں
مسلمانو کو کھلم کھلا گالیاں دی جاتی ہیں پی اے سی کی موجودگی میں مسلمانوں کے خلاف
نعرے لگائے جاتے ہیں۔ میں باندہ کے بازار سے گذر رہا تھا اور باندہ کی سرزمین پر
رتھ یاترا (रथ यात्रा) گذر رہی تھی۔ پولس والے بھی موجود تھے، پی اے سی والے
بھی موجود تھے۔ اور حکومت کی نگہبانی میں مسلمانوں کے خلاف نعرے لگائے جارہے
تھے۔ پولس کھڑی تماشا دیکھ رہی تھی جب کہ مسلمان کسی قوم کے خلاف نعرہ لگانے نہیں
آیا ہے۔ مسلمان اپنی بے بسی پر آنسو بہانے آیا ہے۔ مسلمان اپنی لاش (लाश) کا ماتم
کرنے آیا ہے۔ مسلمان اپنے ٹوٹے ہوئے مسائل کا حل ڈھونڈنے آیا ہے۔ آج
مسلمانوں کی گاڑیاں اپنے قائدین کو سننے کے لیے بڑھ رہی ہیں۔ ابھی ابھی میرے
پاس رپورٹ آئی ہے کہ فرید پور میں مسلمانوں کی گاڑیاں روک کر جیل کی سلاخوں کے
پیچھے ڈال دی گئی ہیں اور راستہ روکا جارہا ہے کہ بابری مسجد کی طرف مسلمان نہ پہنچنے
پائے۔ مگر تمہیں معلوم نہیں کہ مسلمان مسجد کے حصول کے لئے دار ورسن سے بھی
گذرتا ہے، تمہاری گولیوں کی پرواہ کیا کرے گا۔

آزادی کی جنگ

میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ حالات کو جس طرح سے دکھایا گیا، حالات کے
ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے، کہ اب تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ

وفا کا نام بھی اب بھول کر نہیں لوں گا
تیرے خلوص نے چونکا دیا زمانے کو

ع کیا کیا نہ امیدیں تھیں تیرے عہد سے ہم کو

کہ ہندوستان آزاد ہوگا۔ آزادی کے بعد اس ملک کے لوگ آزاد ہوں گے، جلیان
والے باغ میں تن کے گورے من کے کالے انگریزوں نے گولیاں چلا کر ہندوستانیوں کو
تباہ کیا تھا۔ ہندوستان کے ہندو مسلم نے مل کر بھارت کی آزادی کی لڑائی لڑی تھی۔ اور یہ
آزادی کی لڑائی نہیں تھی، بلکہ ہندوستان میں رہنے والی قوموں کی ضمیر کی آزادی کے لئے
یہ لڑائی لڑی گئی تھی۔ زمین تو غلام ہوتی ہی رہتی ہے زمین تو آزاد ہوتی رہی ہے اور جو یہ
کہتا ہے، کہ بھارت کی بھومی آزاد کرانے کے لئے یہ لڑائی ہم انگریزوں سے لڑے تھے
وہ غلط کہتا ہے، کیوں کہ بھارت کی بھومی آج بھی چین کے ہاتھ میں ہے۔ تو پھر چین
سے کیوں نہیں لڑتے ہو۔ بھارت کی بھومی آج بھی دوسرے ملکوں کے ہاتھوں میں ہے،
تو ان لوگوں کے سے کیوں نہیں لڑتے ہو۔ مزاج یہ ملا کہ بھارت کی بھومی کے لئے یہ لڑائی
نہیں ہوئی تھی۔ بھارت کی آزادی کے لئے، بھارت کی تہذیب کے لئے، بھارت کی
تہذیب غلام بن گئی تھی، اس کی آزادی کے لئے، بھارت کا تمدن غلام بن گیا تھا، ملک کی
آزادی کے لئے بھارت کی روایات بھی غلام بنائی گئیں تھیں۔ تب بھارت کی آزادی کی
کے لئے یہ لڑائی لڑی گئی تھی۔ جب بھارت آزاد ہوا، یہ لڑائی لڑنے کے بعد ہماری اپنی
پولس ہوگی۔ ہماری اپنی گورنمنٹ ہوگی۔ ہمیں انصاف ملے گا۔ قدم قدم پر بدگمانیاں
چھٹیں گی۔ احساس کمتری کا خاتمہ ہوگا اور قومیں شیر و شکر ہو کر ہندوستان کی سرزمین
پر ایک نئے بھارت کو جنم دیں گی۔ "مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"۔ ابھی اس ۳۷ سال
میں بھیک منگوں نے بھیک مانگی ہوئی حکومت کے ذریعے اس قوم کا استحصال کرنا شروع
کر دیا جس قوم نے تہذیب و تمدن کی روایات سے انہیں آشنا کیا تھا۔

خدا کی شان وہ ناداں سمجھیں بے زباں ہم کو
کہ جن پر رحم کھا کے مفت میں بخشی زبان ہم نے

ہاتھی کے دانت

آج حالات کیا بنے کہ ۳۵ سال میں کل کھیل ہو گیا مسجدیں محفوظ نہیں، اوقاف
محفوظ نہیں، مسلمانوں کا پرسنٹیج (Percentage) محفوظ نہیں، اور آج کھلم کھلا پولس کی
موجودگی میں کہا جاتا ہے بندے ماترم بولنا ہوگا ورنہ بھارت چھوڑنا ہوگا؟ مجھے بتاؤ
بھارت سیکولر ہے یا ڈکٹیٹر۔ پہلے یہ طے کرو اور ہندوستان سے سیکولرزم کاٹو۔ ہاتھی
کا دانت دکھا رہے ہو، پہلے اسے دفن کرو اور اعلان کرو کہ یہ ہندو اسٹیٹ ہے۔ اس
کے بعد کہو کہ بندے ماترم بولنا ہوگا ورنہ بھارت چھوڑنا ہوگا۔ پوری دنیا میں تصویر ننگی
ہو چکی ہے کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہیں، کھانے کے اور ہیں، ہندوستان کی
کوئی اقلیت آج محفوظ نہیں ہے۔ سکھ ہوں، کرسچن ہوں، مسلمان ہوں، ایک قوم اپنا
مکمل قبضہ ہر قوم کے تشخص کو تباہ کر کے لینا چاہتی ہے۔ اس لئے یہ میں بتانا
چاہتا ہوں آپ کو کہ ہم نے بھی ایک ہزار برس تک اس ملک میں حکومت کی تھی اور کل
جو ہم نے حکومت کی تھی وہ ووٹ کی بھیک سے نہیں کی تھی۔ آج کا راجہ کل کی پرجا بن
سکتا ہے۔ آج کی پرجا کل کا راجہ بن سکتی ہے۔ مگر مسلمانوں نے جو حکومت کی تھی، وہ
بھیک مانگ کر نہیں کی تھی۔ روندتے ہوئے کی تھی۔ آئے تھے تو فتح کرتے ہوئے
آئے تھے اور ظلم کا جبڑا توڑتے ہوئے آئے تھے۔ اپنے تشخص کی علامتوں کو روشن
کرتے ہوئے آئے تھے۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے قدم رکھا تھا، ایک ہزار برس
حکومت کی ہندوستان میں مسلمانوں نے۔ تم تو آج ووٹ کے محتاج ہو، حکومت بنے
گی بھی بگڑے گی بھی۔ مگر مسلم امپائر کسی ایک کے محتاج نہیں تھے، نہ تمہارے ووٹ
کے نہ تمہارے نوٹ کے۔ ۳۷ رسال میں تم نے نعرے بھی لگانے شروع کر دیئے کہ
بندے ماترم بولنا ہوگا ورنہ بھارت چھوڑنا ہوگا۔ کہیں ایک ہزار برس میں ہم نے یہ
نعرہ لگایا ہوتا کہ تم کو کلمہ پڑھنا ہوگا ورنہ بھارت چھوڑنا ہوگا۔ تو کہیں بھی تمہارا بھارت
میں پتہ نہ چلتا۔

اسلام کی رواداری

مگر ایمانداری کے ساتھ بولو مسلمانوں نے کبھی یہ نعرہ کیوں نہیں لگایا ؟ سلمانوں کے پاس ایک تاریخ ہے۔ مسلمانوں کے پاس ایک آسمانی قانون ہے۔ سلمانوں کے پاس عرش کی پارلیمنٹ سے آیا ہوا نظام حیات ہے۔ مسلمانوں کے اس گنبد خضرا کے مکین کا دیا ہوا عطیہ اور نعمت غیر مترقبہ نظام، قرآن کریم ہے۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا اور ایک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

میرے آقا نے ہمیں پابند کیا کہ کسی بھی قوم کو ڈیمیج (Damage) مت کرو۔ کسی بھی قوم کی عبادت گاہ برباد مت کرو۔ کسی قوم پر جب فتح مندی کے جھنڈے گاڑلو واس کے بال بچوں اور اس کے مذہب کے حفاظت کرو اور ہم نے یہ حفاظت ہردور میں کی، آج مسلم پرسنل لاء تباہ ہورہا ہے۔ کل اورنگ زیب کے زمانے میں جسے تم سب سے بڑا فرقہ پرست کہتے ہو، یہی کاشی کی دھرتی ہے۔ کاشی کی دھرتی پر اورنگ زیب کی حکومت کا شہر کوتوال محمد ابراہیم نام کا ایک حکمراں تھا، کاشی کے پنڈت رام ال اور رام کی خوبصورت بیٹی شکنتلا دیوی تھی۔ شکنتلا دیوی گنگا سے اشنان کر کے باہر جارہی تھی کہ عیاش کوتوال کی نگاہ اس پر پڑی، اس کے باپ کو طلب کر کے اس نے کہا، اپنی بیٹی کا ڈولہ ایک ہفتہ کے اندر میری عیاشیوں کی دہلیز پر سجا کر رکھ دو ورنہ تمہارے گھر میں آگ لگادی جائے گی۔ آ کر کے اس نے اپنے بال بچوں سے کہنا شروع کیا۔ بیٹی نے اپنے باپ سے کہا کہ شہر کوتوال سے ایک مہینہ کی مہلت مانگ لو کہ یری اکلوتی بیٹی، ہے میں اس کا ڈولہ سجانے کے لئے کچھ اچھے کپڑے لینا چاہتا ہوں، کچھ اچھے زیورات کے ساتھ مالا مال کر کے اپنی بیٹی آپ کے گھر پہونچانا چاہتا ہوں۔ نڈت رام لال نے شہر کوتوال کے سامنے جب عرض داشت پیش کی تو اس نے کہا جاؤ، تم بہت ہوشیار آدمی ہو۔ ہم نے تمہیں ایک مہینہ کا ٹائم دیا۔ میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ تم پنی خیراتی حکومت میں ووٹ پا کر حکومت پائے ہو۔ قانون ہندوستان میں مسلم

پرسنل لاء کی جو ضمانت دی گئی ہے۔ تم آئین ہند توڑ کر مسلمانوں کا دل مجروح کرتے ہو۔ یہ تمہارا کیریکٹر (Character) ہے اور جس زمانے میں ہماری حکومت تھی ہم نے ہندو پرسنل لاء کیسے بچایا تھا۔ اس کو سنو، یہ ہمارا کیریکٹر ہے۔

شکنتلا مغل شہزادے کے روپ میں

وہ لڑکی اپنے باپ سے کہتی ہے کہ پتا جی دو منٹ چپ ہو جایئے اور بات سنئے۔ مجھے ابھی بہت کام کرنا ہے۔ وہ اپنے باپ سے کہتی ہے مجھے آپ بیس دن کا ٹائم دے دیجئے۔ میں ڈولہ اٹھنے سے دس دن پہلے گھر آجاؤں گی۔ میری نیت پر اعتبار کیجئے مغل شہزادوں کا لباس بنارس کے بازاروں میں بکتا ہے۔ مجھے ایک جوڑا لباس مغل شہزادوں کا خرید کر لادیجئے۔ بیٹی نے کہا دھیرج رکھئے۔ گھبرانے کی بات نہیں۔ خدا ہماری حفاظت فرمائے گا۔ لڑکی گھوڑے پر سوار ہوئی مغل شہزادوں کا لباس پہنا اس نے، اور لڑکے کی شکل میں چلی۔ اور مسلسل دہلی کی طرف اس کا گھوڑا دوڑتا رہا۔ جس دن اس نے دلی کا سورج دیکھا وہ جمعہ کا دن تھا۔ اس نے سن رکھا تھا کہ ہندوستان کے سوامی، ہندوستان کے مہاراج شہنشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر جمعہ کی نماز مسجد شاہجہانی میں پڑھ کر جب نکلتے ہیں اور مسجد کی سیڑھیوں پر آتے ہیں تو جمعہ کے دن سارے فریادی اپنی اپنی فریاد لے کر پرچوں میں لکھ کر مسجد کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر اپنے بادشاہ کے نکلنے کا انتظار کرتے ہیں۔ اور جب وہ لڑکی پہنچی تو جامع مسجد کی سب سیڑھیاں بھر چکی تھیں۔ سب سے نچلا زینہ اس کو ملتا ہے۔ لڑکے کے شکل میں وہ بھی اپنی فریاد لے کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ بادشاہ مسجد سے نکلتا جارہا تھا۔ ہٹو بچو کی بھیڑ میں وہ لوگوں کی فریادیں پڑھتا تھا۔ رونے والے آتے تھے روتے ہوئے، انصاف پا کر ہنستے ہوئے اپنی منزل کی طرف جارہے تھے۔ جب اورنگ زیب عالمگیر نے سب سے نچلے زینے پر قدم رکھا اور ایک مغل شہزادے نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اپنی چٹھی پیش کی تو اورنگ زیب نے دیکھا اور دیکھنے کے بعد انہوں نے اپنے کاندھے

سے چادر اتاری اور اسے اپنے ہاتھ پر لپیٹا۔ لپیٹنے کے بعد اس مغل شہزادے کے ہاتھ
سے آپ نے وہ خط لیا۔ مغل شہزادہ رو پڑا۔ اس نے کہا مہاراج آپ نے سب کے
خطوط ہاتھ میں ہاتھ ملا کر لئے ہیں، پرجا کو عزت بخشی ہے پھر میرے اندر کون سی خرابی
تھی کہ میرے ہاتھ سے ہاتھ نہ ملا کر میرے اور اپنے ہاتھ کے بیچ کپڑے کو پردہ بنا
کر آپ نے مجھ سے خط لیا۔ مہاراج نے نگاہ اٹھائی پھر بھارت کا سوامی پکار اٹھا کہ
اورنگ زیب تجھ سے تیرا خط لے لیتا۔ تو عورت ہے اور میرے لئے نامحرم ہے۔ میرا
مذہب اسلام اجازت نہیں دیتا کہ تیرے بدن یا تیرے ہاتھ کو ٹچ (Touch) کیا
جائے۔ اس لئے تجھے انصاف دینے کے لئے میں نے اپنے ہاتھ پر پردہ لگایا ہے۔
نعرۂ تکبیر اللہ اکبر۔ نعرۂ رسالت، یارسول اللہ۔

اورنگ زیب کا انصاف

اور آپ نے فرمایا کہ اس برہمن زادی کا انصاف اورنگ زیب کے محل میں ہوگا۔
لڑکی گھر میں پہنچائی گئی۔ آپ نے ساری فریاد سنی۔ تین روز تک دلی میں مستقل آرام
کرواکر اور پھر ہر چوکی پر تازہ گھوڑے اور تازہ سپاہی آپ نے فراہم کئے اور فرمایا بیٹی تم
بنارس جاؤ، جاؤ تمہارے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ لڑکی نے کہا وہ انصاف مجھے
سنا دیجئے مہاراج۔ میں اپنے باپ کو کیا پیغام دوں گی۔ تو لڑکی سے اورنگ زیب
عالمگیر نے فرمایا تھا کہ جا کے پنڈت رام لال سے کہہ دینا کہ بھارت کے سوامی نے
فرمان جاری کیا ہے کہ جس تاریخ کو میرے شہر کوتوال نے تیری لڑکی کا ڈولہ اپنی عیاشیوں
کی دہلیز پر طلب کیا اسی تاریخ کو تیری بیٹی کا ڈولہ میرے کوتوال کی عیاشیوں کی دہلیز پر پہنچ
جانا چاہئے۔ کہا مہاراج یہ آپ کا انصاف ہے؟ کہا ہاں بیٹی یہ میرا انصاف ہے۔ لڑکی
روتی ہوئی چلی بنارس پہنچی۔ پنڈت رام لال نے پوچھا بیٹی کیا ہوا۔ بیٹی نے کہا پتاجی۔

جس پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

میں بھارت کی کیبنٹ (Cabinet) میں انصاف مانگنے گئی تھی، ہندو پرسنل لاء

بنارس کا حکمراں توڑ رہا تھا اور میں اس کے خلاف سنسد (संसद) سے انصاف مانگنے گئی
تھی، پارلیمنٹ (Parliament) سے انصاف مانگنے گئی تھی، ملک کے حکمراں سے
انصاف مانگنے گئی تھی، بھارت کے شہنشاہ سے انصاف مانگنے گئی تھی مگر ہمیشہ حکمراں اپنی
پولس کو ناجائز حمایت کیا کرتے ہیں، چاہے پولس کتنا ہی ظلم نہ کردے، پولس کو حکمراں
ہمیشہ انعام دیا کرتے ہیں۔ اورنگ زیب نے بھی وہی کیا۔ اورنگ زیب نے کہا ہے
کہ جا کر اپنے باپ سے کہہ دو میرے حکمران کی تسکین کے لئے دی ہوئی تاریخ
(Date) کو اس کی عیاشیوں کی دہلیز پر تمہارا ڈولہ پہنچ جانا چاہئے۔ گھر میں رونا پیٹنا
پڑ گیا۔ لڑکی نے کہا پتاجی میری چھٹی حس میرے سامنے امید کی کرن لا رہی ہے۔ میرا
ڈولہ سجا کر ضرور بھیجا جائے۔ تاریخ سامنے آگئی۔ مگر مجھے امید ہی نہیں یقین ہے کہ
اورنگ زیب نے یہ فیصلہ تو سنایا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ مجھے دلی میں اس نے چودہ
بار بیٹی بھی کہا ہے۔ تو میں نہیں سمجھتی کہ بیٹی کہنے والا باپ کوئی ایسا بھی ہوگا دنیا میں، کہ
اس کی بیٹی کی لاج لوٹی جاتی رہے اور باپ کھڑا تماشا دیکھتا رہے۔ اب دیکھوں گی
اورنگ زیب اپنی منہ بولی ہوئی بیٹی کو انصاف کیسے دیتا ہے؟ ڈولہ سج کر پہنچ گیا۔ میں
بتانا صرف یہ چاہتا ہوں کہ جب ہماری حکومت تھی تو ہم نے ہندو پرسنل لاء کیسے بچایا
تھا اور جب تک تمہاری حکومت تھی اور جب آج تمہاری حکومت ہے تو تم نے مسلم
پرسنل لاء کیسے توڑا ہے۔ ڈولہ سج کر گیا۔ ساٹھ سال کا کھوسٹ، خضابی مسلمان بوڑھا
بیل، سینگ کٹوا کر جوان بنا۔ ایک خضابی نے مونچھ کو ٹائٹ کیا۔ باہر نکلا اور اس نے
کہا کہ سارے بنارس کے فقیروں کو بلایا جائے۔ اور جب بنارس کے فقیر اکٹھا ہوئے تو
اس نے کہا کہ ڈولہ کے اوپر دان خیرات کرو۔ اس خوشی میں خیرات ہونے لگی۔ جب
ہر فقیر خیرات پا چکا تو اس نے کہا کہ اب میری عشرت گاہ میں یہ ڈولہ پہنچا دیا جائے۔
جونہی اس کی عیاشیوں کی تسکین کے لئے کہاروں نے ڈولہ اٹھایا، فوراً اندر سے بھیڑ کو
چیرتا ہوا ایک اور فقیر آگے بڑھا۔ اس نے کہا مہاراج سارے فقیروں کو دان دے
چکے، ایک فقیر ذرا دیر سے پہنچا ہے۔ مجھے بھی دان اور خیرات دے دیجئے تب یہ ڈولہ

اٹھوایئے۔ کہااندھے فقیر زمین پر پیسے پڑے ہوئے ہیں کیوں نہیں اٹھالیتا۔فقیر نے کہامہاراج میں عام فقیروں جیسافقیرنہیں ہوں، میں خالص فقیر ہوں میں بڑاخوددار مانگنے والا ہوں۔ میں زمین پر گرے ہوئے ٹکڑے نہیں لیتا۔ہاتھ سے لیتا ہوں دان اورخیرات۔ اس نے سوچا کہ یہ ضدی فقیر ہے ہمارے رنگ میں بھنگ پیدا کر کے ہماری خوشیوں کوزنگ لگانا چاہتا ہے اس لئے اس کوجلدی سے ٹالو۔ جیب میں ہاتھ ڈال کر جونہی شہر کوتوال نے اپنی عیاشیوں کی تسکین کے لئے اس ضدی فقیر کی طرف پیسہ بڑھایا، فقیر نے پیسہ لینے کے بجائے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا عیاش حکمراں کے چہرے پر اور بہت جلدی سے اپنی گڈری نکال کر پھینکی۔ دیکھا گیا تو اس گڈری میں فقیر تھا۔ اور جب گڈری ہٹائی تو اس میں لعل نظر آیا۔ وہ فقیر نہیں اورنگ زیب عالمگیر کھڑا تھا۔ آٹھ سوشاہی بٹالین کے ساتھ۔ نعرے تکبیر اللہ اکبر نعرۂ رسالت یارسول اللہ۔

آپ دلی سے تشریف لائے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے گھراؤ کیا اور فرمایا کہ اس نے بنارس کے فقیروں کو بلا کر برہمن کی عزت لوٹنے کا تماشا دکھایا تھا۔ اب میں ہندو اور مسلمان کو بلا کر اسلام کے انصاف کا سورج چمکانا چاہتا ہوں۔ سب اکٹھا ہوئے۔ دو پاگل ہاتھی بھی منگوائے گئے۔ ہاتھیوں کو کھڑا کیا۔ پھر ان دونوں کے بیچ میں محمد ابراہیم، شہر کوتوال کو کھڑا کیا گیا۔ اب حضرت اورنگ زیب عالمگیر کے وہ تاریخی جملے سنو۔ فرمایا، بے ایمان شہر کوتوال، مجھے بتا کہ کیا میں نے تجھے بنارس کا کوتوال اس لئے بنایا تھا کہ تو پرجا کی عزت تباہ کرے؟ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اسلام جس ملک میں اپنی فتح مندیوں کے جھنڈے نصب کرتا ہے؟ اس ملک کی رعایا کی عزت وآبرو بھی اپنے ذمہ لیا کرتا ہے تو نے اسلامی روایات کو پامال کرتے ہوئے دوسروں کے پرسنل لاء میں انٹرفیئر (Interfere) کیوں کیا ہے؟ تجھے پوری سزا دی جائے گی۔

ہندو پرسنل لاء توڑنے کا عبرتناک انجام

کل جب ہماری سنسد संसद تھی، آج ہم کیسے کہیں کہ ہمارا سنسد (संसद)

ہے؟ ہم کیسے کہیں کہ ہماری حکومت ہے؟ ہماری حکومت دنیا کے اندر جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹنے والی حکومت جس طرح جمہوریت کو ذبح کر رہی ہے۔ جاڑے کے زمانے میں بھی جمہوریت کے ماتھے پر پسینہ دیکھ رہے ہیں ہم۔ اورنگ زیب عالم گیر نے دونوں ہاتھیوں کے پیروں میں لوہے کی موٹی زنجیر ڈلوائیں ایک پیر ایک ہاتھی کے پیر میں بندھوایا اپنے شہر کے کوتوال کا اور دوسرا دوسرے ہاتھی کے پیر میں۔ تڑپا تڑپا کر مروادیا شہر کوتوال کو، بنارس کے ہندو مسلمان کے سامنے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے یہ ثابت کیا کہ جس کی حکومت ہوتی ہے وہ اپنی پرجا کو انصاف دیتا ہے۔ وہ نہیں دیکھتا کہ یہ ہندو ہے یا مسلمان ہے۔ یہ ہمارے خاندان کا ہے یا کسی دوسرے خاندان کا ہے اور اس کے بعد سنو۔ آپ نے فرمایا سنو! یہ ڈولہ اٹھاؤ اور رام لال کے گھر لے چلو۔ ڈولہ جب رام لال کے گھر چلا، آپ رام لال پنڈت کے گھر پہنچے اور ایک چبوترے پر بیٹھ گئے۔ لڑکی ڈولے سے باہر نکلی شکنتلا دیوی پتاجی کہہ کر اورنگ زیب کے قدموں میں گر گئی۔ آپ نے اسے ہاتھوں سے اوپر اٹھا کر کہا کہ بیٹی میرا مذہب اسلام خدا کے سامنے جھکنے کی اجازت دیتا ہے، انسان کے سامنے سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ مجھے پانی پلادے شکنتلا بیٹی۔ میں بہت پیاسا ہوں۔ پانی پلایا گیا تو آپ نے کہا کہ میرے مالک گواہ رہنا کہ جس دن سے میری منہ بولی ہندو بیٹی کو تکلیف پہنچائی تھی میرے مسلم حکمراں نے، اور اس نے اپنی فریاد مجھ تک پہنچائی تھی، اس دن سے لے کر آج تک اورنگ زیب پیاسا رہا ہے۔ اسی دن اس نے یہ سوچ لیا تھا کہ جب تک میں اپنی ہندو بیٹی کو انصاف نہیں دلادوں گا پانی نہیں پیوں گا۔ آج اورنگ زیب پانی پی رہا ہے۔ ہندوؤں نے بنوائی تھی بنارس کی مسجد اورنگ زیب کا انصاف دنیا کو دکھلانے کے لئے۔ یہ بھی یاد رہے کہ پنڈت رام لال کے مکان کے آگے جو چبوترہ تھا اس پر اورنگ زیب نے اپنی مقصد کی کامیابی پر نماز شکرانہ ادا کی تھی تو بنارس کے ہندوؤں نے اسی جگہ مسجد تعمیر کرائی تا کہ اورنگ زیب کا انصاف قیامت تک زندہ رہے اور یہ مسجد آج بھی موجود ہے۔

بابری مسجد مغل امپائر (Empire) نے اجودھیا کے پنڈتوں کو شاہی رحم والفت کے ساتھ بے پناہ جاگیریں دے کر، ان کی زندگی کے مستقبل کو سورکھشت (सुरक्षित) کرتے ہوئے وہاں کے کئی نواسی (निवासी) مسلمانوں کو عبادت کے لئے بابری مسجد کو بنوایا تھا۔ ان کے دور میں ہر طرح سے قومیں محفوظ تھیں۔ آج تم نے اس کے کنگورے کو توڑ کر اور اس کے محرابوں کو شہید کر کے ظلم کی انتہا کر دی۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ مستقبل میں مورخ کا قلم کیا کبھی آزاد نہیں ہوگا۔ تم سمجھتے ہو کہ انسانی فطرت پر گولیوں کے ذریعے پہرہ بیٹھا دو گے۔ ہم اپنے مذہبی مقاصد کے حصول کے لئے کسی کی جان نہیں لیں گے۔ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے دوسروں کی جان وہ لیتے ہیں جن کے پاس اپنے مقصد کے حصول کے لئے ہتیا (हत्या) کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہوتا۔ ہمارا مذہب اپنے مقاصد کے حصول کے لئے دوسروں کی ہتیا (हत्या) نہیں کرتا۔ ہمارا مذہب اپنے مقصد کے حصول کے لئے دوسروں کی جان نہیں لیتا، ہمارا مذہب خود انسان کو اپنی جان دینے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ اپنی جان دے دے گا اسلام کے لئے اور اسلام آگے بڑھتا جائے گا۔ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر۔ نعرۂ رسالت یارسول اللہ۔

اور جب تک مسلمان کے ساتھ انصاف نہیں ہوتا، تب تک ہم ظلم واستبداد کی کہانی حکمرانوں کو سنانا چاہتے ہیں۔

صلیب و دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ
جہاں تک یہ ستم کی سیاہ رات چلے

سیکولرازم کا دشمن کون؟

حضرات! ہم پورے ہندوستان میں نو مہینے سے دیکھ رہے ہیں، ہم لڑائی کس بات کی لڑ رہے ہیں؟ خالصتان مانگ رہے ہیں۔ اسلامستان مانگ رہے ہیں۔ الگ سے کوئی ملک مانگ رہے ہیں۔ ہم ہندوستانی قانون میں دیئے ہوئے مسلم پرسنل لاء کے اصولوں کی ضمانت کا تحفظ مانگ رہے ہیں۔ ہم ملک کے ایک قانون کو خود بچانے

کے لئے اسلامی تشخص کی حفاظت کرنے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں ہماری جو تحریک چل رہی ہے، وہ دیش کے قانون کے انتر گت چل رہی ہے۔ مگر حکومت کوئی بات بلا لات کھائے ہوئے نہیں مانتی۔ یہ تجربہ ہو چکا ہے۔ جب یہ لتیائی جاتی ہے تو اتنا ہی بتیانے کے لئے تیار رہتی ہے۔ حکومت لات پر یقین رکھتی ہے۔ ہم بات پر یقین رکھتے ہیں جب بھی، جس نے گھونسہ بازی کیا حکومت کے ساتھ، اس کو حکومت نے سلام کیا۔ جتنے جتنے لتیائی گئی اتنی اس کے سامنے جھکی۔ جتنا جس نے شرافت کا دامن تھاما، تو مکمل تہذیب کی زبان سمجھنے سے گورنمنٹ ناآشنا ہو گئی ہے۔ طاقت کی زبان سمجھتی ہے گورنمنٹ۔ مگر مسلمان طاقت کے ڈیفینیشن (Defenition) کا غلط استعمال نہیں کرتا۔ آج ہمارا جلسہ ہو رہا ہے تو بریلی بھر میں پہرہ ہے۔ آ رہا ہے مسلمان چاروں طرف سے۔ مگر ان کی گاڑیاں روک کر جیل میں ڈالی جا رہی ہیں۔ آج تم انہیں جیل میں ڈال رہے ہو، میں تم سب لوگوں سے کہتا ہوں کہ اگر ہمارے مسائل کا حل ۱۹ر فروری تک نہیں ہوا تو چار دن رہ گئے ہیں یارو! ۲۰ر فروری کو تم کیا گاڑیاں روک کر جیل میں ڈال رہے ہو، ہم خود ہی ۲۰ر فروری کو جیل دیکھنے آ رہے ہیں کیوں کہ ۲۰ر فروری کو آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کانفرنس کی جانب سے اس کے سکریٹری جنرل کی حیثیت سے عبید اللہ خان اعظمی اعلان کرتا ہے کہ ۲۰ر فروری کو ہم جیل بھرو تحریک چلانے جا رہے ہیں نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، نعرۂ رسالت یارسول اللہ۔ ۲۰ر فروری کو میں نے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ ہم نے نو مہینے تک پورے ملک میں جلسے کیے۔ مگر یہ بنجر زمین کوئی صالح پھول نو مہینے تک بھی پیدا نہ کر سکی۔ اس بار بھی حکومت اس صالح معاشرے کو ہزار ڈیمانڈ (Demand) کے باوجود بھی انسانی سماج میں جنم نہ دے سکی وہ کیا صالح معاشرے کو جنم دیں گے۔ جو معاشرے کی ہی نسبندی کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس لیے کسی بھی جمہوری ملک میں دو ہی طریقے ہوتے ہیں اپنی بات کو منوانے کے۔ سیکولر سنسد (संसद) اور پارلیمنٹ (Parliament) میں آپ کے پاس اتنی بڑی گیدرنگ ہو کہ آپ اپنے ممبران اور پارلیمنٹ (Parliament) کے ذریعے قانون

یں ترمیم کرا سکیں۔ان کے ووٹوں کا سہارا لے کر ملک کے پارلیامنٹ میں آپ کی
کثریت تو کیا جو اقلیت ہے وہ بھی عارف محمد خاں جیسے بے ایمانوں کے نام سے بھری
ڑی ہے۔جو کرسی کے لیے آیۃ الکرسی کا سودا کرنے پر تلے رہتے ہیں۔آج جلسے کر چکے
م، حکومت کے کان کا کھونٹ نہیں نکلا۔پورے ملک میں جلوس نکالے ہم نے، کوئی اثر
ہیں ہوا ان پر۔اب ہم عوام کی اکثریت وحمایت کے ساتھ مسلمانوں کے جذبہ صادق
جذبہ کامل پر ایمان ویقین رکھتے ہوئے مذہب اسلام کے قانون کا غلام بننے سے پہلے
م اپنی گرفتاری دینے جارہے ہیں۔اس لیے کہ جب قوم کے نمائندے گرفتار ہوجاتے
ں تو پوری قوم گرفتاریوں کی رسی سے آزاد ہوجایا کرتی ہے۔قومی رہنما جب تک
ڑیاں نہیں پہنتا قوم کے ہاتھ سے اس وقت تک بیڑیاں نہیں کٹتیں۔اس لیے وہ لوگ
ب جماعت بنا کر آج تک حکومت کی گلی میں کاسۂ گدائی لیے ہوئے تاریخی بھیک
نگوں کے پاس آتے ہیں تو ان بھیک منگوں کو ان کے حالِ زار پر چھوڑ دو۔ہم کسی کا
حسان نہیں چاہتے کہ اس سے بھیک مانگیں۔ہم اپنا حق مانگتے ہیں اور حق مانگ کر نہیں
یا جاتا، چھین کر لیا جاتا ہے۔نعرے۔نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، نعرۂ رسالت یارسول اللہ۔

حکومت کے چمچے

مانگنے والوں کو حکومت ہمیشہ مسکے لگاتی ہے اور وہ حکومت کو ہمیشہ مسکے لگاتے
یں۔حکومت ان کی چمچ ہوتی ہے اور وہ حکومت کے کفگیر ہوتے ہیں۔مگر اپنا حق طلب
کرنے والا آپ نے بینک میں بھی دیکھا ہوگا۔ایک سو روپیہ کے بھی ممبر ہیں تو شان
سے کھڑے ہو کر اپنا فارم بھرواتے ہیں۔ہوگا کروڑوں روپے کا بینک، ہمیں کیا۔ہمیں
کیا لینا دینا۔ہم حقدار ہیں، آنکھ میں آنکھ ڈال کر حق لیں گے۔دیکھئے گا مسلم پرسنل لاء
کا حق بھی دستور ہند میں ہے اور یہ ہمیں خیرات و بھیک اور دان کی بنیاد پر نہیں ملا۔
سلمانوں کی قربانی اور بلی دان (बलिदान) کی بنیاد پر دیا گیا تھا۔نعرے۔نعرۂ تکبیر
للہ اکبر، نعرۂ رسالت یارسول اللہ۔

مسلمان ہر قربانی کے لیے تیار ہے

مگر اس کے باوجود اگر ہمارے حقوق ہمیں نہیں دیئے جاتے اور ہمیں جیل سے
ڈرایا جاتا ہے، مسلمانوں کو تنگ کیا جاتا ہے، پولیس کے ذریعے دھمکایا جاتا ہے تو سن
لیجئے کہ ہم نہ جیل سے ڈریں گے اور نہ پھانسی سے۔ مسلمان جیل اور پھانسی کو نزلہ
وزکام سمجھ لے گا۔اس سے زیادہ حقیقت اور حیثیت نہیں دے گا۔نعرے۔نعرۂ تکبیر اللہ
اکبر، نعرۂ رسالت یارسول اللہ۔

یہ یاد رکھئے گا راجیو جی! کل جب ہندوستان پر وقت آیا تھا تو ہندوستان کی
حفاظت کے لیے اشفاق اللہ خاں انگریزوں کی سولی پر چڑھ گیا تھا۔آج مسلمانوں پہ
وقت آیا ہے تو اگر مسلمانوں کے مسائل حل نہیں ہوئے تو کل انگریزوں کی سولی پر
اشفاق اللہ خاں چڑھ گیا تھا، ہندوستان آزاد کروانے کے لیے، آج راجیو گاندھی کی سولی
پر عبید اللہ خاں اعظمی چڑھ جائے گا مسلمانوں کا ایمان بچانے کے لیے۔نعرے۔نعرۂ
تکبیر اللہ اکبر، نعرۂ رسالت یارسول اللہ۔ہاتھ اٹھائیے آپ میں سے کون کون بابری مسجد
کی بازیابی اور مسلم پرسنل لاء کے لیے قربانی دینے کو تیار ہے۔ جوش میں مکمل ہوش
رہنا چاہیے۔ میں ہاتھوں کے اٹھنے پر کوئی زیادہ خوش اعتمادی میں مبتلا نہیں ہوں۔
میں اپنی قوم کی بداعمالیوں کی تاریخ بھی جانتا ہوں، یزید کی مانند۔یزید کے مسلم پرسنل
لاء میں انٹرفیئر (Interfere) کرنے پر جب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک
قدم اٹھایا تھا اور اپنے بھائی جناب مسلم رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ اور وکیل بنا کر کوفہ بھیجا تھا
تو نعرے لگے تھے۔اس وقت بھی ہاتھ اٹھے تھے اس وقت مسلمان دورِ پیغمبر کے بہت
قریب تھا، اس میں اسلامی احساس بھی آج سے زیادہ زندہ تھا مگر آج جب یہ پریکٹیکل
(Practical) کی دھرتی پر اتارے گئے وہ مسلمان تو جب امام مسلم نماز پڑھا رہے تھے
تو اٹھارہ ہزار سرفروش پیچھے تھے اور جب انہوں نے سلام پھیرا تو تنہا امام مسلم کھڑے
تھے۔کہیں ایسا تو نہیں کہ لکھنؤ کی جیل میں امام مسلم کا غلام اکیلا کھڑا ہوا ہو؟ نہیں ایسا ہر گز

نہیں۔ ہوگا سامعین کہتے ہیں، ہم اسلام کے لئے قربانی دینے کو تیار ہیں۔ سنئے غور سے سنئے نہ بکی نہ یکی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر فرمایا تھا۔ جب کے بھائی کے ساتھ خود مسلمان نے دغا کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا، ساتھیو! تمہیں اجازت ہے چلے جاؤ۔ حکومت کے خلاف یہ موومنٹ (Movement) کامیاب نہیں ہوگا، ریورس ہو جاؤ۔ پھر اس کے بعد حسین اعظم نے کہا تھا، سنو، جب میں راہ حق وصداقت پر ہوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ لوگ میرے ساتھ آتے ہیں یا حسین منزل کی طرف اکیلا جاتا ہے۔ عبید اللہ اسی نقش کف پا کو چومنے کی سعادت حاصل کرنے کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ جب میں حق وصداقت کی ڈگر پر چل کر ایمان واسلام کے تحفظ کے لئے کھڑا ہوا ہوں تو میرا قدم یہاں سے پارلیامنٹ (Parliament) بھی جا سکتا ہے۔ یہاں سے جیل بھی جا سکتا ہے یا دار ورسن پر جا کر منصور کی کہانی بھی دہرا سکتا ہوں۔ مجھے اس کی بھی پرواہ نہیں ہوگی کہ لوگ میرے ساتھ آرہے ہیں یا نہیں آرہے ہیں۔ جب رب میرے ساتھ ہے تو مجھے سب کا غم نہیں ہوگا۔ البتہ تمہارے ایمان کا امتحان ضرور ہو جائے گا۔ اسلام تو مٹتا نہیں، کسی کے باپ کے ذریعے یا کسی کے باپ کے ذریعے۔ البتہ مسلمان اپنی خیر منائیں۔ اسلام کی حفاظت خدا نے اپنے ہاتھ میں لی ہے، یہ نہیں مٹے گا۔ مگر مسلمان اسلام کی ڈیوٹی (Duty) سے جب بھی الگ ہوئے ہیں تو بغداد بولتا ہے کہ مسلمان مٹے ہیں، غرناطہ بولتا ہے مسلمان مٹے ہیں، اسپین بولتا ہے کہ مسلمان مٹے ہیں تو یاد رکھئے گا، اسلام کے لئے نہیں مٹئے گا تو کفر آپ کو مٹا ڈالے گا۔ اسلام کے لئے مٹئے تو پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے:

وَلَاتَهِنُوْا وَلَاتَحْزَنُوْا وَانْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ۔

غم مت کھانا، سستی مت اٹھانا، تمہیں کامیاب و بلند وبالا ہو۔ شرط یہ ہے کہ مومن بن جاؤ:

ذرا بڑھ کر کوئی منصور کو آواز دے دیتا
نہیں گونجا فضا میں نعرۂ مستانہ برسوں سے

حکومت کیا پیاری حکومت کتنی اچھی اور دلاری ہے حکومت ہے۔ راجیو جی جس مسلم پرسنل لاء کی وجہ سے آج ہمارے پرائم منسٹر ہیں، ان کو آج بھی مسلمانوں پر کوئی رحم نہیں آتا۔ فرقہ پرستی کا شکار بڑی آسانی سے ہو گئے۔ پورے ہندوستان میں رتھ یاترا نکلی۔ حکومت نے کہا تم مارچ میں بابری مسجد میں تالا کیوں کھولو گے۔ ہم پہلے ہی تالا کھول کر غلامی کا اعلان کرتے ہیں۔ اور ہم نو مہینے سے ایک سچائی کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ مگر آج ہمارے ضبط کا امتحان لیا جا رہا ہے۔ ارے دوست، ہندوستان کے مسلمانوں کو داد دو کہ ملک کی جتنی پارٹیوں نے اپنے پروشیشین (Processeon) نکالے اپنی ڈیمانڈ (Demand) منوانے کے لئے ان جماعتوں نے ہمیشہ دیش کی سمپتی (सम्पत्ति) پھونکی ہے۔ بڑودہ کانڈ اس کا گواہ ہے۔ آسام گواہ ہے۔ آسام گن پریشد اور اس کی تحریک گواہ ہے پنجاب گواہ ہے، ہریانہ گواہ ہے، میں اٹھتا ہوا طوفان اس کا آزاد ہندوستان میں پھیلی ہوئی بے چینی اس کی گواہ ہے۔ جب بھی کسی اپنی ڈیمانڈ (Demand) گورنمنٹ سے منوانے کی کوشش کی ہے اور گورنمنٹ نے نہیں مانی ہے تو دیش کی سمپتی پھونکی گئی ہے۔ حکومت کے ریلوے اسٹیشن توڑے گئے ہیں۔ بسوں میں بم رکھے گئے ہیں۔ مانوتا (मानवता) تباہ کی گئی ہے۔ راستہ روکو تحریک چلائی گئی ہے۔ ریل کی پٹریاں جام کی گئی ہیں۔ مگر مجھے بتاؤ کہ اسلام کی لڑائی نو مہینے سے لڑی جا رہی ہے۔ مگر کہاں اس مسلمان نے حکومت کی سمپتی پھونکی۔ بتاؤ مجھے تم مسلمانوں کو آنے سے کیوں روک رہے ہو۔ اس نے کیا کبھی کوئی پولس اسٹیشن جلایا ہے۔ اور کبھی راستہ روکو ایجی ٹیشن (Agitation) چلایا ہے۔ نہ ان مسلمانوں نے حکومت کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے۔ لوگوں نے تو بھارت کی سمپتی پھونکی اور ٹیکہ لگا کر بھارت رتن بنے رہے۔ اور ان مسلمانوں نے نہ کوئی سمپتی پھونکی ہے، پھر بھی یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں۔ ہم کیوں نہیں پھونکتے۔ ہم اس لئے نہیں پھونکتے کہ بھارت کو تمہارے باپ کا نہیں سمجھتے، ہم اسے اپنا سمجھتے ہیں، تھانہ ہمارا تھانہ، پولس ہماری پولس، جب کہ وہ گولی بھی برسائے۔ پٹنہ میں مسلمان کے جلوس پر کھلم کھلا گولی برسائی تھی

اور میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے خون کے جگہ کو تلاش تو کرلیا ہوتا۔ یہ بہے گا مگر بھارت کی دھرتی ہی پر بہے گا۔ مگر وہاں بہے گا جہاں پاکستانی ٹینک انڈیا کی دھرتی پر پرویش کر رہے ہوں گے۔ یہ عبدالحمید کا خون ہے۔ اس کے بہنے کی جگہ کو پہچانو۔ پٹنہ کی دھرتی نہیں ہے۔ مسلمانوں کے خون کے بہنے کی جگہ، بلکہ بھارت کی سر حدو یما(सीमा) ہے۔ مسلمان کے خون کی جگہ جہاں سے ہندوستان کی آزادی بچائی جاتی ہے۔ نعرے۔ نعرہ تکبیر اللہ، نعرۂ رسالت یارسول اللہ۔

راست اقدام

حضرات ان منزلوں میں ہم نے یہ طے کیا ہے کہ ہم پرسوں ۱۷ر فروری کو نو بجے سے لے کر شام نو بجے تک رائے بریلی مسز اندرا گاندھی کا کانسٹی ٹیونسٹی و مسٹر راجیو گاندھی کی مشترکہ کانسٹی ٹیونسٹی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کانفرنس کی جانب سے صوبائی یونٹ کے زیر اہتمام مسلم پرسنل لاء کانفرنس کرنے جا رہے ہیں۔ جو یوپی کی نمائندگی کرے گی۔ ۱۷ر فروری کو یہ کانفرنس ہوگی رائے بریلی میں۔ میں نے یہ فیصلہ کیوں کیا؟ میں نے سوچا کہ دلی میں یہ لڑائی لڑنے سے پہلے راجیو گاندھی کو دلی بھیجنے والوں سے پوچھوں کہ یہ لڑائی ہم دتی میں کیوں لڑیں۔ بلکہ یہ لڑائی ہم تم سے لڑیں گے کیا اسی دن کے لئے تم نے راجیو گاندھی کی دلی بھیجا تھا؟ کہ ان کا ہاتھ تم مضبوط کر کے بھیجو اور وہی پنجے خونی بن کر مسلم پرسنل لاء کا مرڈر (Murder) کر دیں۔ اس لئے ہم ان کے چھیتر (क्षेत्र) میں ہی پرسنل لاء کانفرنس کرنے جا رہے ہیں۔ ۱۷ر فروری کو اور ۲۰ر فروری سے جیل بھرو آندولن (आन्दोलन) شروع ہو رہا ہے۔ ہماری مسلم پرسنل لاء کانفرنس کا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی نااہلی سے تنگ آکر ہم نے یہ راست اقدام کی جنگ شروع کی ہے۔ معلوم نہیں کہ کون سا رابطہ ہے حکومت کا ان لوگوں کے ساتھ کہ نو مہینے سے مسلمانوں کو تھپکی دے کر میٹھی نیند سلائی جا رہی ہے۔ میں آپ لوگو سے کہوں گا فرقہ پرستی سے اوپر اٹھئے، مسلم پرسنل لاء آپ کا فنڈا مینٹل رائٹ

(Fundamental Right) ہے، اس کو بچانے کے لئے شخصیت پرستی مت کیجئے۔ خدا پرستی کے جذبے سے کام لیجئے۔ جو لوگ آپ کو حقوق نہیں دلوا سکتے۔ ان کو ہٹایئے راستے سے۔ لائن میں کھڑے رہ کر قوم کا اجول(उज्जवल) مستقبل بھنگ مت کرو۔ نوجوانوں کسی بھی قوم کے مستقبل کی تاریخ بتاتی ہے۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
تو نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

جوانوں کو اپنی منزل آسمانوں میں نظر آئی۔ مگر یہ بوڑھے قائدین گردن دینے سے ہٹتے ہیں، ڈٹتے نہیں۔ ان سے کہو یہ ہٹ جائیں، ڈٹنے کے لئے پوری قوم تیار کھڑی ہے۔ ہم کوئی ایسا نعرہ نہیں دیتے جو قانون کے خلاف ہو۔ جو فکر کے خلاف ہو۔ ہم یہ برداشت نہیں کریں گے کہ ہمارا تشخص مر جائے اور سیکولرازم کا ننگا ناچ ہوتا رہے۔ جہنم میں جائے ایسا سیکولرازم جو اقلیتوں کی حفاظت کرنے سے محروم ہو چکا ہو۔ حضرات! اس لئے ۲۰ر فروری کو لکھنؤ اسمبلی کا گھیراؤ ہوگا۔ ۱۹ر فروری صدر بازار دادا میاں کا آستانہ صدر بازار کا قبرستان، اس کے اندر آپ ۱۹ر کی شام کو اکٹھا ہو جائیں، جو بھی طریقہ ہو آپ کے پہنچنے کا، ۲۰ر فروری کو ہم اپنا پرانا ودھا یک نواس اپنا جلوس لے کر اسلامی شریعت کے تحفظ کے لئے یوپی اسمبلی پر پر امن مظاہرہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کانفرنس کے پرچم تلے کرتے ہوئے ملک کی جیلوں کا استقبال کریں گے۔ پہلے دن ۳۱۳ر افراد پر مشتمل عبید اللہ اعظمی اپنی قیادت میں ۳۱۳ مجاہدین کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے لے جا رہا ہے۔ مجھ سے پریس کانفرنس میں پوچھا گیا کہ تم نے ۳۱۳ آدمیوں کی بات کیوں کی ہے۔ آج تو پورا بھارت تمہارے کہنے پر ہاتھ اٹھا رہا ہے؟ ہندوستان کے مسلمانوں میں جہاں جہاں بھی تم جا رہے ہو، ہمارے پاس یہ رپورٹ ہے کہ لاکھوں لاکھ مجمع تم لے رہے ہو۔ جب لاکھوں لاکھ مسلمان مجموعی طور پر تمہارے ساتھ جیل جانے کو تیار ہیں تو تم نے پہلے جتھے میں ۳۱۳ لے جانے کا انتخاب کیوں کیا؟ میں نے کہا سنو! ہم کوئی اندھی قوم نہیں ہیں۔ روشن قوم ہیں، دنیا کہتی ہے کہ آگے بڑھو، ہم کہتے ہیں پیچھے ہٹو اور سو دو سو سال نہیں، چودہ سو سال

مستقبل بھی نہیں ہوسکتا۔ ہم اس
پیچھے ہٹو۔ مسلمانوں کا اتنا روشن ماضی کہ اتنا کسی قوم کا
لئے ۳۱۳ لئے جارہے ہیں کہ پہلے دن کے اسلامی شریعت کے تحفظ کے لئے پیغمبر کونین
نے اپنی کمانڈ (Command) میں میدان بدر میں جو مسلمان اتارے تھے ان کی تعداد
بھی ۳۱۳ پر مشتمل تھی۔ نعرے۔ نعرۂ تکبیر اللہ۔ نعرۂ رسالت یارسول اللہ۔
بغیر کسی مادی وسیلے کے میرے پیغمبر کے سجدے نے فتح مندی کے دروازے
کھول دیئے تھے۔ آج ہم عاشقان مصطفیٰ کے پاس کچھ نہیں ہے مگر ۳۱۳ کی نسبت
ضرور باقی ہے۔ اس راہ جہاد پر چلنے والوں کے نقش قدم کی دولت ضرور ہے اور ہم
انہیں ۳۱۳ پاکباز حریت کے نمائندوں کو سلام کرتے ہوئے ملک کی جیل کا استقبال
اسلامی شریعت کے تحفظ کے لئے کرنے جارہے ہیں اس امید و یقین پر کہ جس طرح
تونے کل ان ۳۱۳ کی مدد کی تھی، تو ان کے غلاموں کی مدد آج بھی ضرور کردینا۔
نعرے۔ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر۔ نعرۂ رسالت یارسول اللہ۔

۲۰ رفروری سے لے کر ۲۵ رفروری تک مسلسل گرفتاریوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔
جب تک دفعہ ۱۲۵ رمیں ترمیم نہیں ہوجاتی، دفعہ ۴۴ سے مسلمانوں کو مستثنیٰ نہیں کیا جاتا،
بابری مسجد سے ناجائز قبضہ ہٹاتے نہیں، مسلمانوں کے تشخص کو شریعت اپلیکیشن
ایکٹ (Application Act) ۱۹۳۷ کے ذریعے موثر نہیں بنایا جاتا، تب تک ہمارا
پیس فل موومنٹ (Peaceful Movement) جاری رہے گا۔ جیل کی گرفتاریوں
کا پروگرام سردست ہمارا پانچ دن کا ہے، ۲۰، ۲۱، ۲۲ اور ۲۳ کو اتوار پڑتا ہے۔ اس کے بعد
۲۴ اور ۲۵ کو پہلے دن اور دوسرے دن سے سو سو آدمیوں کا ہم نے انتخاب کیا ہے۔ کم سے
کم سو آدمی ضرور بھیجیں گے دس دس علماء کی قیادت میں۔ اگر زیادہ لوگوں کی بھیڑ پہنچائی
ہوئی تو آپ لوگوں سے فیصلہ کرتے ہوئے دوسرے دن سے پھر لوگوں کو جیل بھیجیں گے۔

ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ جب اسلام ہی نہیں رہے گا تو آپ جی کر کیا
کریں گے؟ جب شریعت نہیں رہی تو آپ مال کما کر کیا کریں گے؟ آج تک بال بچوں
کی حفاظت کے لئے تم نے اپنا مال خرچ کیا، آج اسلامی شریعت کے تحفظ کے لئے میں تم

سے یہ کہوں گا تم لکھنؤ پہنچو اور ۱۷ رفروری کو رائے بریلی پہنچو۔ ۱۷ رفروری کے بعد ۲۰ ر
فروری سے جیل بھر رہے ہیں۔ ہم ان ۳۱۳ میں میری کوشش یہ ہے کہ ۳۰۰ رآدمی وہ ہوں
جو راجیو گاندھی کانسٹی ٹیونسی (Constituency) سے ہوں۔ ہم ان کے ووٹروں سے
ہی پہلے دن جیل بھریں گے، جس سے دنیا کو پتہ چلے کہ ہمارے ملک کے وزیر اعظم جن
ووٹوں سے کامیاب ہوکر دلی پہنچے ہیں ان ووٹوں کو اتنی ہی قیمت ہے کہ ان کی
جائز مانگ نہ مان کر ان کو جیل کے پیچھے کرنے میں اپنی سوتنترتا کا جواب نہیں رکھتے۔

کیا کیا نہ امیدیں تھیں تیرے عہد سے ہم کو
کیا کیا نہ تیرے عہد میں ہم دیکھ رہے ہیں
اس دور کا ابلیس تو خوددار تھا لیکن
اس دور کے انسان کو ہم دیکھ رہے ہیں

اس لئے حضرات ان پانچ دنوں کے بعد بھی اگر حکومت نے معنی خیز خاموشی اپنائی
تو آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کانفرنس پھر ملک گیر جیل بھرو تحریک کا ارادہ رکھتی ہے۔ میں
بریلی کے مسلمانوں کو آواز دوں گا، جہاں کبھی امام احمد رضا خان نے مصیبتوں کا استقبال
کرکے تمہارے عقائد کا تحفظ کیا تھا اور کبھی مصطفیٰ رضا خاں نے، نس بندی کے زمانے
میں جب ایمان و اسلام کی بنیادیں ہلانے کی کوشش کی گئی تھی اور ساری دنیا مصلحتوں کا
شکار ہوچکی تھی اور مفتیوں کے فتوے بھی بک گئے تھے۔ اس وقت میرے مرشد اعظم ٹوٹی
ہوئی چٹائی پر ایمان کے تصرفات کی انگڑائی لیتے ہوئے ہورے ہندوستان میں اپنا فتویٰ
جاری کیا تھا کہ حکومت کا یہ اقدام ناجائز ہے۔ حکومت کی طرف سے کمپل سری
(Compalsory) نس بندی حرام ہے۔ نتیجہ جانتے ہو کیا ہوا۔ بریلی والو! تمہارے
لئے تو بڑے فخر کی بات ہے، ہم تو بریلی سے منسوب ہوکر اپنے کو بریلوی کہتے ہیں۔ آج
تمہیں وہی کردار ادا کرنا ہے جس راستے پر چل کر آج احمد رضا اور مفتی اعظم ہند نے حق و
صداقت کے پرچم کو بلند کیا تھا اور اپنے فرائض منصبی کو ادا کرنے میں کبھی بھی وقتی مصلحتو کو
آڑے نہیں آنے دیا، مجھے امید ہے کہ آپ حضرات انتہائی دانشمندی اور صبر و ضبط کے
ساتھ مسلم پرسنل لا تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرانے میں پر خلوص تعاون دیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

مقصد تخلیق جن وانسان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔

محو تسبیح تو سب ہیں مگر ادراک کہاں زندگی خود ہی عبادت ہے مگر ہوش نہیں
دل غمناک کو سرشار کردے میرے جذبات کو بیدار کردے
اٹھادے گمراہی کے دل سے پردے میرے ظلمت کدے کو انوار کردے
نگاہ مست کی صہبا سے ساقی میرے توشے سے پیمانے کو بھر دے

درود پاک کا ہدیہ دونوں جہان کے مالک ومختار محبوب کردگار سارے عالم کے سرکار کی بارگاہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَآلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

حضرات! آج میں نے جس آیت کریمہ کو اپنا عنوان سخن بنایا ہے اس میں پروردگار حقیقی نے انسان اور جنوں کے مقصد کو واضح فرما کر اپنی ان دو عظیم مخلوق کو عبادت کا حکم فرمایا ہے۔ ذہن نشین رہے آج میری تقریر کا عنوان ہے (مقصد تخلیق جن وانسان)

میرے بزرگو اور دوستو! خلاق مطلق نے ہر انسان کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ کسی نہ کسی کی عبادت کرنا چاہتا ہے، کسی نہ کسی کو پوجنا چاہتا ہے مگر اپنے سے چھوٹے کو نہیں بلکہ اپنے سے بڑے کو اور انسان کی خواہش کو ابھارنے کے لئے کسی جابرانہ ایکٹ کی ضرورت نہیں ہے، نہ فوجی پہرہ لگانے کی ضرورت ہے اور نہ ہنگامی عدالتیں بٹھانے کی اور نہ ایمر جنسی نافذ کرنے کی ضرورت، نہ تازیانے برسا کر لوگوں کے کھال ادھیڑنے کی نہ جرمانہ ڈالنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی پابندی عائد کر کے انسانیت کو مجبور کرنے، ہر انسان کی گھٹی میں یہ بات ہے کہ وہ کسی نہ کسی کی عبادت کرے اور اپنی فطرت کا مظاہرہ ہر دور میں مختلف انداز سے ہوتا رہا ہے۔ اسلام کی آمد سے پہلے وہ بھیانک دور اپنے سامنے لائیے اور تاریخ کا وہ بوسیدہ ورق لوٹ کر دیکھئے تو کچھ لوگ آپ کو پتھروں کے آگے سر جھکائے نظر آئیں گے اور کچھ سمندروں کی لہروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے دیکھیں گے۔ انہیں میں سے کچھ آگ کے سامنے دست بستہ نظر آئیں گے اور کچھ سورج کی پرستش کرتے دکھائی دیں گے، کچھ لوگ درختوں کو پوجتے ملیں گے اور کچھ اللہ کی ایک ضیا بار مخلوق چاند کے سامنے ہاتھ پھیلائے ملیں گے اور اس کے علاوہ دوسرے معبودان باطل کی پرستش انسان کر رہا تھا انسانیت نے اپنے نفس کو خدا بنالیا تھا، بادشاہ وقت کی بالادستی زبردستی اپنی الوہیت منواتی تھی اور یہ لوگ جو اپنی قوت احساس کھو چکے تھے، بلا کچھ سوچے سمجھے بغیر تصور وتصدیق کے اپنے خود ساختہ خداؤں کی پوجا کرتے تھے انہیں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کو ان خود ساختہ خداؤں کی پرستش قبول نہیں تھی۔ یہ معبودان باطل ان باشعور حضرات کو متاثر نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے قلوب ان کے معبود سے مطمئن نہیں تھے۔ یہ پتھر سورج، چاند،، ستاروں سے آگے گذر کر ان کے خالق کی تلاش میں سرگرداں تھے اور زبان حال سے کہتے جا رہے ہیں۔

تم میری پیاس بجھادو تو میں جانوں
ورنہ تو سمندر ہے تو ہوگا میرے کس کام کا ہے

اب تری باری ہے آئینے بچالے اپنے

اب میرے ہاتھ میں جو پتھر ہے وہ تیرے نام کا ہے

ان باشعور اور بصیرت مند حضرات نے ٹھان لی کہ ان باطل خداؤں کو صفحۂ ہستی
ے مٹانا ہمارا اولین فرض ہے، روئے زمین پر عبادت اس کی ہونی چاہئے جوان کا
الق ہے اور ان حضرات پر مشیت کو پیار آگیا۔ ان کے اضطراب نے اپنا مقصود
الیا۔ فاران کی چوٹی سے ان پیاسوں کے لئے چشمہ پھوٹا اوران سرگرداں عناصر کی
سکین کا سامان مہیا ہوگیا۔ ایک انسان کامل نے ایک کامل انقلابی کلمہ کا اعلان کیا۔
س کلمے کی ایک شاہ ضرب نے کفر کا ستیاناس کردیا۔ خرمن کفر میں ایک بجلی گری
ورسب جل کر خاک ہوگئے۔ وہ کوئی عام کلمہ نہیں تھا، ایک مکمل تحریک کا انقلابی کلمہ تھا۔
یسی تحریک جس کو کسریٰ کے کنگن اتارنے تھے اور قیصر روم کے تکبر ونخوت کو کچلنے
کا انتظام کرنا تھا اور وہ عظیم کلمہ پاک تھا لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ اس کلمے
کے الفاظ نہایت مختصر ہیں۔ لیکن معنوی وسعت کے لحاظ سے یہ نہایت عمیق ہے۔ یعنی
عبادت کے لائق کوئی نہیں ہے سوائے اس اللہ کے، وہی ہے جس کی پرستش ہوگی،
جس کی تسبیح پڑھی جائے گی۔ ساری تعریفیں اسی کے لئے ہیں، وہی مالک ومختار ہے،
مارنے والا جلانے والا ہے۔ اس کے مخالفوں سے مخالفت کی جائے گی اوران کے
فرمانبرداروں سے محبت کی جائے گی۔ اسی کے ضابطے اور قانون سارے عالم پر چلیں
گے اور پھر اس کے دوسرے جزو میں انسانیت کے محسن اعظم اس ہادیٔ برحق نور مجسم صلی
اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہے جس کے ذریعہ انسانیت کا نقشہ بدلنا تھا، جس مالک ومختار
کو پوری تحریک کا بار عظیم سنبھالنا تھا۔ خود ان کی حیثیت کا اندازہ لگانا کسی بشر کی قدرت
میں نہیں ہے۔ لیکن تاریخ کی نگاہوں نے دیکھا کہ اس مالک ومختار نے پتھر پر اپنا قدم
ناز رکھ دیا ہے تو پتھر موم ہوگیا ہے، انگلی اٹھائی ہے تو چاند کا کلیجہ چیر دیا ہے۔ سیدہ آمنہ
خاتون کے اس لعل نے اشارہ فرمایا ہے تو سورج الٹے پاؤں پلٹ آیا کنکروں سے کلمہ
پڑھوالیا، درختوں سے سجدہ کروالیا۔ ہادیٔ کامل اور حاکم کل بن کر آیا ہے جن کی حکومت

صرف انسانوں پر نہیں بلکہ جنوں پر بھی ہے اور پتھروں پر بھی ہے، درختوں پر بھی احکام
جاری ہیں اور کنکروں پر بھی، دریاؤں پر بھی سلطنت ہے اور پہاڑوں پر بھی خلاق مطلق
نے حاکم بنا کر بھیجا ہے اور ہر مخلوق کے لئے حاکم بنا کر بھیجا ہے، ان سرگرداں حضرات
نے سمجھا کہ یہ انسان کامل جس کی حکومت تمام مخلوقات پر ہے۔ جانوروں اور پتھروں
نے بھی جس بارگاہ کا ادب ملحوظ رکھا ہے، یقیناً یہی وہ طاقت ایسی ہے جو پوجی جائے یہی
وہ طاقت ہے جس کی پرستش کی جائے، لیکن جب دیکھا کہ یہ عظیم انسان بھی کسی بارگاہ
میں جھک کر کہہ رہا ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی. سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم. یہ لوگ اس
آقا کی بارگاہ میں جھکنا ہی چاہتے تھے کہ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن نے ارشاد فرمایا، یہاں تک
آہی گئے ہو تو اس مالک ومولیٰ کی بارگاہ میں جھک جاؤ جس کا کوئی شریک نہیں، جو بے
عیب ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، اور جس کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔

قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تُفْلِحُوْا اور پھر یہ پیغام رحمت سنایا۔ مَنْ شَھِدَ اَنْ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ حُرِّمَ عَلَیْہِ النَّار. انسانیت انسان کامل
کی بارگاہ میں پہونچ کر مقصد حیات سمجھ لیتی ہے اور انہیں پتہ چل جاتا ہے، کہ چاندکی
چاندنی اور سمندر کی موجیں خدا نہیں بلکہ مخلوق خدا ہیں۔ اب جب کہ یہ بات روز روشن
کی طرح عیاں ہوگئی کہ عبادت اسی ذات کی ہوگی پرستش اسی معبود کی ہوگی تو یہ سمجھنا
نہایت ضروری ہوگیا کہ عبادت کسے کہتے ہیں، عبادت کا مفہوم کیا ہے، آپ کو سوچنا
ہے اور غور کرنا ہے، کہ ہم اس معبود کے عبادت گذار بندے کیسے بنیں اور عبادت کیسے
کریں۔ میرے دوستو! بعض لوگوں نے عبادت کے مفہوم کو نماز، روزے، حج وزکوٰۃ
تک ہی محدود کر کے رکھ دیا ہے جب کہ نماز دن میں صرف پانچ بار پڑھی جاتی ہے،
روزے سال میں ایک مہینہ رکھے جاتے ہیں، حج عمر میں ایک بار کیا جاتا ہے، زکوٰۃ
سال میں ایک بار دی جاتی ہے اور اللہ آپ کا ہر وقت معبود ہے اور آپ اللہ کے
ہر وقت عبد ہیں، معلوم ہوا کہ آپ پر ہر وقت عبادت لازم ہے۔ اب آپ کو غور کرنا
ہے کہ ہر وقت عبادت کرنے کی کیا صورت ہوگی۔ پروردگار عالم نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔
میں نے جن اور انسان کو عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔اس میں کسی وقت کی
ید نہیں ہے۔اس کو سمجھنے کے لئے آپ کو سرکار دو عالم، ہادیٔ برحق ﷺ کے پیغام پر غور
کرنا ہوگا مصطفیٰ جان رحمت نے فرمایا کہ دنیا میں تم قیدی ہو اور دنیا مسلمانوں کے ہے
ید خانہ ہے۔یعنی شریعت مصطفیٰ ان کی قید ہے اور آپ اس شریعت کے قیدی ہیں۔
آپ شریعت کی دیواروں میں مقید ہیں مسجد میں بھی اور بازار میں بھی، مطلب یہ کہ
جو قرآن نماز میں پڑھا جائے اسی قرآن کے ذریعے عدالت میں بھی فیصلے ہوں،
جو رضائے الٰہی نماز روزے میں مطلوب ہو وہی میدان جنگ میں تلوار چلاتے ہوئے
حد تیر کھاتے ہوئے ہیں اور جب آپ میں یہ بات پیدا ہوجائے گی تو ہر کام سے پہلے
آپ یہ سوچیں گے کہ میں شریعت کے حدود میں ہوں یا نہیں۔اس سے اللہ اور رسول
راضی ہیں یا نہیں، میرا قدم رضائے الٰہی کے خلاف تو نہیں ہے، میرا یہ کام سرکار کائنات
کے احکام کے منافی تو نہیں ہے۔پھر آپ بازار میں سودا خریدتے وقت یہ سوچیں گے
کہ حرام ہے یا حلال ہے، جائز ہے یا ناجائز ہے۔بچوں کی پرورش میں یہ سوچیں گے یہ
پروش احکام رسول کے موافق ہو رہی ہے یا مخالف۔ ماں باپ سے معاملات میں
سوچیں گے کہ حکم رب کے خلاف ہو رہا ہے یا مطابق۔اپنی خوشی میں بھی یہ بات آپ
کے مدنظر ہوگی اور غم میں بھی، اپنی شادیوں میں بھی آپ یہ سوچیں گے اور موتوں میں بھی
تو آپ کی نماز ہی عبادت نہیں رہ جائے گی، صرف روزے ہی عبادت نہیں ہوں گے،
زکوٰۃ اور حج کا شمار عبادت میں نہیں ہوگا۔بلکہ آپ کا چلنا، سونا، جاگنا، بازار جانا، ہنسنا،
خوشی منانا، غم منانا، بیوی سے سلوک کرنا اور بچوں کے لئے محنت کرنا، ساری چیزوں کی
شمار عبادت میں ہوگا۔آپ اپنا کام بھی شریعت کی دیواروں میں مقید ہو کر کرتے چلے
جائیں گے اور ان تمام چیزوں کا شمار عبادت میں ہوتا چلا جائے گا اور اسلام آپ سے
یہی چاہتا ہے، دونوں جہاں کے مالک ومختار کی اس عظیم تحریک کا مقصد ہی انسان کو امن
کی تمام شعبوں میں انسان بنا دینا ہے اور تمدن کی کلی اصلاح ہے۔صرف نماز پڑھ لینا ہی

کامل مسلمان ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے بلکہ حلال روزی کھانا بھی ضروری ہے،
عورتوں کا پردہ بھی ضروری اور اتباع سنت بھی ضروری ہے۔معلوم یہ ہوا کہ اتباع سنت
ہی عین عبادت ہے۔آقا کے احکام کی تعمیل ہی کا دوسرا نام عبادت ہے۔اب اپنے
ہر کام میں سنت کا خیال رکھو، کھانے میں بھی، غم میں بھی اور خوشی میں بھی، چلنے میں
بھی، اور بیٹھنے میں بھی شادی میں بھی، اور موت میں بھی، غم میں بھی اور خوشی میں بھی،
خارجی نظام کو بدلنے والی سیکڑوں تحریکیں ہمارے سامنے ہیں مگر کوئی ایسی تحریک
نہیں جس نے انسان کو اندر سے بدل دیا ہو۔وہ صرف دونوں جہان کے مالک ومختار کا
وہ عظیم انقلاب ہے جس نے انسان کو اندر سے بدل دیا ہے۔انسانی روپ کے خواہش
پرست حیوان کو مٹا کر اس کی راکھ سے بااصول انسان پیدا کردیا ہے۔اس کی ایک جیتی
جاگتی مثال مکہ کا ایک نوجوان ہے جسے دنیا عمر کے نام سے یاد کرتی ہے۔وہ میخوار عمر
جب بدلا ہے تو انسانیت کا نجات دہندہ بن گیا ہے جس کو تاریخ نے خلیفہ دوم کے نام
سے یاد کیا ہے۔اس انقلاب سے متاثر ایک نوجوان اور نظر آتا ہے جسے ابوذر غفاری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔جب بدلا اور اس کلمہ حق نے ان پر اثر ڈالا
ہے تو نتیجے کی پرواہ کئے بغیر کعبے میں کھڑے ہو کر جاہلیت کو چیلنج کردیا ہے اور ایسے بہت
سے لوگ ہمارے سامنے ہیں جنہوں نے اپنے معبودوں کی گردنیں پکڑ کر کعبے سے
باہر کردیا ہے۔سرکار کے انقلاب کی یہ خصوصیت کسی بھی اصلاحی تنظیم میں نظر نہیں آتی۔
اس انقلاب سے جو معاشرہ تیار ہوا اس پر نگاہ ڈالئے تو آپ دیکھیں گے، اس کے
کارکنوں نے شراب پر بندش لگائی ہے تو ہونٹوں سے لگے ہوئے جام فوراً الگ ہوگئے
ہیں اور شرابیوں کے مٹکے توڑ دیئے گئے ہیں۔جس نے آکر جہاد کے لئے پکارا ہے تو نوعمر
بچے تک اپنی ایڑیوں پر کھڑے ہوگئے ہیں تاکہ وہ لوٹائے نہ جائیں۔جس نے آکر
پردے کا حکم دیا ہے تو تمام عورتوں نے اپنی اپنی اوڑھنیاں اور دوپٹے بنالئے ہیں۔
اگر چندہ مانگا ہے تو جہاں عثمان جیسے دولت مندوں نے مال لدے ہوئے اونٹو کی
قطاریں لگادیں وہیں ایسے مزدور بھی ہیں جنہوں نے دن بھر کی کمائی ہوئی کھجوریں

تحریک کے قدموں میں ڈال کر دامن جھاڑ دیا ہے۔ جس نے اگر سروس کے لئے کارکن
طلب کئے ہیں تو ایک درہم روز کے معاوضے پر گورنری کے فرائض انجام دینے والے
حکام تاریخ کے سینے پر ابھرتے ہوئے نظر آتے ہیں، ایسا نیکی کا ماحول برپا ہے جہاں کسی
سی آئی ڈی کی ضرورت نہیں۔ آپ کا اپنا ضمیر خود ہی سی آئی ڈی کے فرائض انجام دے
رہا ہے۔ یہ تھی وہ عظیم عبادت جس کے نفاذ کے لئے اسلام نے آپ کو وسط امت کا
خطاب دیا تھا۔ اس کی روح جب لوگوں کی سمجھ میں آگئی ہے تو بلخ کا وہ وزیر پیدا ہوا ہے
جو وزارت کے منصب عظیم پر فائز ہے۔ کچھ دنوں کے بعد اس منصب کو لات مار کر
عبادت خداوندی میں لگ پڑتا ہے۔ بادشاہ وقت نے اس تارک دنیا وزیر کو بلایا ہے اور
اس سے پوچھا ہے کہ تم نے اس عظیم عہدے کو لات کیسے ماردی۔ تمہیں وہاں کیا فائدہ ملا
اور یہاں کیا نقصان ہے؟ اس مجاہد مرد حق آگاہ نے جو کچھ کہا تھا دل کے دروازے کھول
کر سنو اور احساس کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ دو۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کی
ملازمت میں پانچ عیب دیکھے اور خدمت حق میں پانچ فضیلتیں پائیں۔ اس نے پوچھا
کیسے عظیم اور کیسی فضیلتیں؟ انہوں نے بتایا کہ ایک بات تو یہ کہ جب میں آپ کی
خدمت کرتا تھا صبح سے دوپہر تک کھڑا رہتا لیکن آپ مجھے بیٹھنے کا اشارہ نہیں کرتے
اور اب میں جب اس خلاق مطلق کے لئے چار رکعت نماز پڑھتا ہوں، وہ مجھے دوبار
بیٹھنے کا حکم دیتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ جب میں آپ کی ملازمت کرتا تھا، اس وقت
جب تک آپ نہیں کھالیتے مجھے نہیں کھلاتے، لیکن اب میں جو مولیٰ کی عبادت کرتا ہوں،
وہ مجھے کھلاتا ہے، خود کبھی نہیں کھاتا، تیسرے یہ کہ جب میں آپ خدمت کرتا تھا تو آپ
سوتے رہتے اور ہمیں بے خواب رہنا پڑتا اور اب میں جس آقا کی پرستش کرتا ہوں وہ
کبھی نہیں سوتا اور جب تک میں سوتا رہتا ہوں میری حفاظت کرتا ہے۔ چوتھے یہ کہ اگر
آپ کی بارگاہ میں کوئی جرم ہو جاتا ہے تو مجھے سفارشی ڈھونڈنا پڑتا ہے لیکن ہوسکتا تھا
آپ معاف نہ کرتے۔ لیکن اب میں جس آقا کی عبادت کرتا ہوں وہاں ایک بار توبہ
کرلوں تو وہ میرے سیکڑوں گناہ معاف فرمادیتا ہے اور پانچویں یہ کہ جب میں آپ کی

ملازمت کرتا تھا تو مجھے اس کی بھی ضرورت تھی کہ اپنی ملازمت بحال رکھنے کے لئے
آپ کے مصاحبوں کی خوشامد کروں۔ لیکن اب میں جس آقا کی عبادت کرتا ہوں
وہاں مجھے کسی کی خوشامد کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس نے میری خدمت کے لئے
اپنی مخلوق لگا رکھی ہے۔ اس مرد خدا کی بصیرت کا اندازہ لگائیے اور سوچئے کہ آپ نے
کبھی یہ سوچنے کی کوشش کی۔ یہ صرف اور صرف دونوں جہان کے مالک ومختار کے اسوۂ
حسنہ پر غور کرنے کا نتیجہ ہے۔ جس کے ذریعے انہوں نے اس خصوصیت کو پالیا۔ ہمیں
عبادت کس کی کرنی چاہئے اور عداوت کس سے رکھنی چاہئے۔ جو اللہ و رسول کا محبوب
ہے وہ ہمارے سر آنکھوں پر اور جو دشمن خدا و مصطفیٰ ہیں وہ ہمارا بھی کھلا دشمن ہے۔

وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔

درود پاک: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَعْدَنِ الْجُوْدِ
وَالْکَرَمِ وَآلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

مصطفیٰ جان رحمت سے محبت کا رشتہ جوڑو، بانی اسلام سے جتنی گہری عقیدت
ہوگی قوانین اسلام پر اتنی ہی مضبوطی سے عمل کرنے کا سلیقہ پیدا ہوتا چلا جائے گا۔
شرف وبزرگی اور برتری کا معیار، تقویٰ وطہارت سے جیسا کہ قرآن ارشاد
فرمارہا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ "نظر قدرت میں زیادہ پسندیدہ وہ ہے
جو زیادہ متقی پرہیزگار ہے" یہیں سے معلوم گیا کہ جب تمام پرہیزگاروں کے لئے
ہادی تمام صاحبان تقویٰ کے آقا انسانیت کے محسن اعظم سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم
سے جتنی گہری عقیدت ہوگی تقویٰ طہارت کا پیکر بنتا چلا جائے گا۔ اب اپنی دولت
پر نازاں نہ ہونا اپنے علم وصحت پر فخر مت کرنا، دولت و ثروت کا گمان مت کرنا، اپنی
بھاری بھرکم شخصیت کے زعم میں نہ رہ جانا، اس لئے کہ کامیابی کا معیار مقرر ہو چکا ہے۔
یعنی تقویٰ تم لاکھ صاحب دولت صحیح تم لاکھ عالم و فاضل صحیح لیکن اگر مصطفیٰ کی سنتیں
تمہارے قول وعمل پر طاری نہیں ہیں تو تم کامیاب نہیں ہوسکتے۔ نظر قدرت میں مقام
نہیں پیدا کرسکتے، سچ تو یہ ہے کہ سرکار کائنات کی سچی اطاعت ہی کا نام عبادت ہے،

اور میں تو یہ کہتا ہوں یہی شہادت ہے اور یہی ریاضت ہے۔

تیرے رستے میں مٹنا شہادت اس کو کہتے ہے تیرے کوچے میں ہونا دفن جنت اس کو کہتے ہیں
ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

بہر حال عبادت کرنا ہو تو آقا کے سیرت سے تعارف حاصل کرو، آقا کے منصب جلیلہ کو نگاہوں میں رکھو، سرکار کی رفعت وعظمت سے تعلق پیدا کرو، پوری زندگی عبادت کے سانچے میں ڈھلتی چلی جائے گی۔ اس لیے تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے:

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

میرے دوستو! پروردگار عالم کا احسان ہے کہ آپ اور ہم مسلمان ہیں اور اس کے محبوب کی امت میں ہیں۔ ہم سے شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ شکر کرنے والے تھے وہ حضرات جنہوں نے میدان جنگ میں بھی نماز کو فراموش نہ کیا۔ کلام خداوندی کی تلاوت پہ آئے تو ایک پیر پر کھڑے ہو کر پورا قرآن پڑھ ڈالا۔ جب اللہ کی وحدانیت میں کھوئے تو چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی، اپنی جانیں دے کر حق بندگی ادا کیا، بدر سے لے کر کربلا تک کی تاریخ دیکھ لیجئے، کیسے کیسے مصطفیٰ کے غلام آئے اور اللہ کی راہ میں اپنا تن، من، دھن سب قربان کر دیا۔ خاندان نبوت کے نونہالوں نے سرزمین کربلا میں جس عزم سے ننھی جانوں کو راہ خداوندی میں پیش کر کے اللہ کا شکر ادا کیا ہے وہ ہمارے لئے لائحہ عمل ہے۔

آؤ اور اپنے کردار کو اپنے اسلاف کی سنتوں کے مطابق ڈھال لو ورنہ تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔ مولائے کریم ہمیں آپ کو اپنی بندگی میں ثابت قدم رکھے (آمین)

گرتو خواہی زیستن باآبرو ذکر او کن ذکراو کن ذکراو

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَّلَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَامُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ جَمِیْعًا۔ وَاَقَامَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لِلْمُذْنِبِیْنَ الْمُتَلَوِّثِیْنَ الْخَطَّائِیْنَ الْھَالِکِیْنَ شَفِیْعًا۔ فَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ وَبَارَکَ عَلَیْہِ۔ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ ھُوَ مَحْبُوْبٌ وَمَرْضِیٌّ لَّدَیْہِ۔ صَلٰوۃً تَبْقٰی وَتَدُوْمُ۔ بِدَوَامِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ۔ اَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

اَمَّا بَعْدُ

فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
لَاتَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ۔

معزز علماء کرام۔ محترم برادران اسلام، بزرگو، نوجوان ساتھیو! اسلامی نونہالو! آیئے ہم آپ مل کر انتہائی خلوص وعقیدت واحترام ومحبت کے ساتھ قانون داں، قانون ساز پیغمبر رحمت کائنات محمد عربی روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کریں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

آج یہ ہنگامی اجلاس اور اس میں آپ کا والہانہ انداز، بنارس کے مسلمانوں کا یہ امنڈتا ہوا سیلاب، شریعت اسلامیہ کے تحفظ کی یہ مقدس ڈھالیں اور مذہب کے وقار کو بچانے والی یہ مقدس تلواریں، اپنے دل میں چھپے ہوئے جذبہ باطنی بنام عقیدت کا اظہار اپنے مقدس عمل سے کر رہی ہیں، آپ کا اجتماعی اجلاس ہزاروں اور لاکھوں مسلمانوں کی شکل میں بنام مسلم پرسنل لاء کانفرنس برپا کئے ہوئے ہیں، کشمیر کی وادی

ے لیکر گجرات کی وادیوں تک
ے لے کر کنیا کماری کی سرحدوں تک بنگال کی کھاڑی سے لیکر گجرات کی وادیوں تک
ہندوستان کے مسلمانوں کے لبوں کا تبسم روٹھ چکا ہے، اسلام کے ان جیالوں کا دل
حسرت وارمان کا مزار بنا ہوا ہے، ملک کی سب بڑی عدالت سپریم کورٹ نے بنام
عدالت وانصاف مسلمانوں کے حق میں انصاف کا صریح خون کیا ہے، اور قوم مسلم
کا امنڈتا ہوا سیلاب اور جلتا ہوا دل حکومت میں گھسے ہوئے فرقہ پرستوں اور باہر رہنے
والے دشمنان اسلام سے یہ کہہ رہا ہے:

چمن پہ بجلی گرانے والو، چمن کا اس میں بھی فائدہ ہے
جلیں گے مل کر جب آشیانے تو دور تک روشنی رہے گی

یہ جو آگ لگائی ہے، یہ آگ ان کی طرف سے تو فرقہ پرستی کی آگ ہے
مگر ہمارے سینے میں یہ آگ عشق کی آگ بن کر بھڑک رہی ہے۔ اور عشق کی آگ
کے بارے میں ملک کے مشہور فلسفی غالبؔ نے کہا تھا ''جو لگائے نہ لگے اور نہ بجھائے
نہ بجھے'' آگ لگی ہے، آشیانے جل رہے ہیں، اور جس کا آشیانہ جلتا وہ بے چین ہو کر
دوڑ پڑا آتا ہے مدد گاروں کو بلاتا ہے، پانی کا چھڑکاؤ کرتا ہے، دشمن سے نمٹنے کے لئے
وہ جنونی ہو جاتا ہے، آپ کی سمپتی پھونکی جائے، آپ بے چین نہ ہوں، یہ فطرت کے
خلاف ہے۔ آپ کی جان ماری جائے، آپ آہ نہ کریں، یہ نیچر کے خلاف ہے۔ آپ
کی تہذیب وتمدن کا جنازہ نکالا جائے، آپ کو تکلیف نہ ہو، یہ حقیقت کے خلاف، نتیجہ
میں جب کہیں سمپتی جلتی ہے تو بے چینیوں کا اظہار انسانیت کے ہر شعبہ میں ہوتا ہے،
جب کہیں جان ماری جاتی ہے تو انسانیت کے ہر شعبہ میں اس ظلم کے خلاف احتجاج
ہوتا ہے، مسلمان قوم کے صبر کا نقطہ عروج یہ ہے کہ اس کی جان ماری گئی، اس کا مال
پھونکا گیا، اس کی سمپتی جلائی گئی، مراد آباد کی دھرتی پر ننھے ننھے بچوں کو سنگینوں پر
اچھال دیا گیا اور عید کے دن یہ ناپاک کھیل کھیلا گیا:

کسے خبر تھی بہار آتے ہی پھول رنگیں کفن بنیں گے
قدم قدم، روش روش پر چمن میں دار و رسن بنیں گے

رہ طلب میں یقین تھا کس کو، کہ ہوگا اک دن یہ سانحہ بھی
رکے گا منزل پہ کارواں جب، تو راہبر، راہزن بنیں گے
نہ ہوگا گلچیں کے لب پہ شکوہ، نہ کرتے پھولوں کی آرزو ہم
اگر سمجھتے چمن کے دشمن، محافظانِ چمن بنیں گے

حالات کتنے بدل چکے ہیں، ۱۹۴۷ء سے لے کر اب تک ہندوستان
میں مسلمانوں کو مٹانے کے لئے فرقہ پرست طاقتوں نے کتنے ظلم وستم کئے، عبید اللہ
خاں اعظمی کان میں بولنے کا عادی نہیں، میدان میں بولنے کا عادی ہے، ملک کی تاریخ
پڑھئے، ظلم وبربریت کا ننگا ناچ دیکھئے، اسلام ومسلمانوں کو مٹانے کے لئے ناپاک
منصوبوں کے متلاشی بنئے تو آپ اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ مسلمانوں کے علاوہ
اگر دوسری قوم رہی ہوتی تو اتنا بڑا ظلم نہ جھیل پاتی اور آج ہندوستان سے وہ قبرستان پہنچ
چکی ہوتی، مگر یہ قوم تو اس مذہب کے ماننے والی ہے جس کے بارے میں کسی سچے
شاعر نے کہا تھا کہ:

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا بھی دباؤ گے، اتنا ہی یہ ابھرے گا

حضرات! اب تک تو ہمیں فرقہ پرستی کے ذریعہ دبایا گیا تھا، اب تک ہمارے
مذہب کو دیش سے فرقہ پرستی کی بنیاد پر نکالنے کی کوشش کی جارہی تھی، مگر کچھ فرقہ
پرست حکومت کے ایوان میں گھس پیٹھوں کی طرح گھس چکے ہیں اور وہ قانون
کا سہارا لے کر اسلامی تشخص کو دفن کردینا چاہتے ہیں، قانون کا سہارا لے کر یکساں
سول کوڈ لانا چاہتے ہیں، قانون کا سہارا لے کر مسلمان کے تہذیب وتمدن کو آگ
لگا دینا چاہتے ہیں، میں اپنے دعویٰ کے پیچھے دلیلیں رکھتا ہوں، بڑی صفائی کے ساتھ
کہہ دوں، یہاں بنارس کا ایڈمنسٹریشن یقیناً موجود ہے، سی بی آئی اور سی آئی ڈی کے
عملے میرے پرگراموں میں مجھ سے پہلے پہلے چلتے ہیں، تین مہینوں سے بڑی پکی رشتہ
داری ان لوگوں سے میری ہو چکی ہے، تو اپنے ان رشتہ داروں سے کہوں گا، اپنے

بھائیوں سے عرض کروں گا، کہ آپ اسے خصوصیت کے ساتھ نوٹ کیجئے کہ ملک بھر میں جو مسلم پرسنل لاء کانفرنسیں ہو رہی ہیں اور شریعت کے تحفظ کے لئے مسلمان صرف گھروں سے نہیں ابل رہا ہے مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ زمینوں سے ابل رہا ہے مسلمان۔

یہ مسلمان اپنا ذہن صاف طور سے آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہے، ہم حکومت کو بتانا چاہتے ہیں، ہم سی آئی ڈی کو نوٹ کرانا چاہتے ہیں، ہم ایڈمنسٹریشن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا چاہتے ہیں کہ ہماری یہ لڑائی نہ ہندوؤں کے خلاف ہے نہ سکھوں کے خلاف ہے، نہ عیسائیوں کے خلاف ہیں، اور نہ ملک کے ذات پات کے خلاف ہے، ہماری لڑائی عدالت عالیہ کے اسی نامعقول فیصلہ کے خلاف ہے جو فیصلہ اسلامی شریعت کو طبیعت میں بدلنے کے مترادف ہے، اس لئے صفائی کے ساتھ یہ بات کو سنا جائے۔

مسلمان جب بھی اپنے حقوق مانگنے کے لئے روڈ پر آتا ہے، اس کا حق نہ دے کر جس گھر میں وہ رہتا ہے، اس کا گھر جلا دیا جاتا ہے، جس دوکان میں تجارت کرتا ہے، اس کی سمپتی پھونکی جاتی ہے، ہم ۳۷ سال سے یہ تماشے ملک کی تاریخ میں دیکھتے ہوئے آرہے ہیں، اس لئے ہم جو کچھ کر رہے ہیں دستور ہند کی روشنی میں کر رہے ہیں،، ملک کے دستور کے مطابق ہم اپنا احتجاج کرتے ہوئے اپنی حکومت سے فیصلہ چاہتے ہیں کہ مسلم پرسنل لاء میں کسی طرح کا (Interfear) ہندوستان کا مسلمان جیتے جی کبھی نہیں برداشت کرسکتا، اگر مسلم پرسنل لاء میں (Interfear) کے ناپاک منصوبے بنام قانون بنائے گئے ہیں تو پہلے ملک کے ۲۲ کروڑ مسلمانوں کے سینے سے اپنی گولیاں گذار دو، اس کے بعد کوئی کام تم اس ملک میں کرنا، جب تک قوم کا ایک بچہ زندہ ہے، ہم اندر اور باہر کے کسی بہروپئے کو یہ اجازت نہیں دیں گے کہ وہ اسلام جیسے عظیم الشان مذہب کے ساتھ کھیل کرے۔

جو جان مانگو تو جان دیں گے، جو مال مانگو تو مال دیں گے
مگر یہ ہم سے کبھی نہ ہوگا، نبی کا جاہ و جلال دیں گے

حضرات! ہمیشہ فرقہ پرستوں کی یہ کوشش رہی ہے کہ جب بھی مسلمان اپنا مسئلہ لے کر کھڑا ہوا ہے انہوں نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ کومنل رائٹ کروائے ہیں اور سارے جھگڑے کا سارا مسئلہ مسلمانوں کے سروں تھوپ دیا گیا ہے، میں پوچھنا چاہتا ہوں اس اندھی بہری حکومت سے کہ جن بے ایمانوں نے اپنی کرسی بچانے کے لئے احمد آباد کی سرزمین پر مسلمانوں کو کٹوا کر پھینکوا دیا، احمد آباد کی سرزمین پر جو لڑائی شروع ہوئی وہ ہندو مسلم لڑائی نہیں تھیں، احمد آباد کی دھرتی پر جو لڑائی ہوئی تھی وہ فارورڈ اور بیک ورڈ کی لڑائی تھی،، وہ حکومت کی لڑائی تھی، وہ سیاست کی لڑائی تھی، وہ کرسی کی لڑائی تھی، وہ بڑی ذات والوں کے مقابلے میں چھوٹی ذات والوں کی لڑائی تھی، تمہارے یہاں تو آج تک بڑی ذات کے بت ہیں، تمہارے یہاں تو آج تک چھوٹی ذات کے بت ہے، تو تم جب بھی چھوٹی ذات اور بڑی ذات کی لڑائی لڑتے ہو تو اس ذات پر حملہ کیوں کرتے ہو جس ذات میں کبھی کسی چھوٹی اور بڑی ذات کا تصور میرے پیغمبر نے آنے ہی نہیں دیا۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا، نہ کوئی بندہ نواز

یہاں ہمیشہ نعرہ دیا گیا ہے کہ:

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی افغاں بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

تو ہم نے احمد آباد کے سیاسی کھلواڑ کو دیکھا، اس سیاسی ڈرامے میں مسلمانوں کی سمپتی پھونکی گئی، مسلمانوں کی جان ماری گئی مسلمانوں کے گھر اجاڑے گئے اور میر رشتہ داروں نے بھی شہادت پائی۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ملک میں کام ہو، کسی کا کوئی مسئلہ ہو، ان مسئلوں کو مسلمانوں کے سروں پر کیوں لادا جاتا ہے، احمد آباد میں آپ لڑائی لڑ رہے تھے، فارورڈ بیک ورڈ کی، یہ ہندو مسلم فساد کیوں ہوگیا، اسی طرح سے آج بھی کچھ فرقہ پرست مسلم پرسنل لاء کانفرنسوں کے خلاف کوشش کر رہے ہیں کہ

لک میں ہندو مسلم دنگے ہوں، میں حکومت کو متنبہ کرتا ہوں سی آئی ڈیز نوٹ کریں،
یری بات کو کہ ہندوستان کا مسلمان ہندوؤں کے خلاف جلسہ نہیں کر رہا ہے،
ندوستان کا مسلمان سکھوں کے خلاف یہ اجلاس نہیں کرتا، ہندوستان کا مسلمان
و سپریم کورٹ میں ہوئی اس بے ایمانی کے خلاف لڑ رہا ہے۔جس بے ایمانی کے ذریعہ
سلمانوں کے دین وایمان کو چھیننے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے، عبیداللہ خاں اعظمی بولتا
ہے (Contempt of Court) (کنٹمپٹ آف کورٹ) کی بات کرتا ہے، تماری
کورٹ کے خلاف ایک جملہ بولا جائے تو Contempt of Court (توہین
عدالت) کی بات اور سب سے بڑی کورٹ کے خلاف تم نے فیصلہ دے دیا تو تم
کو Contempt of Islam (توہین اسلام) آج تک نظر نہیں آیا؟ ہم کسی بھی
فیصلے کے اس وقت تک پابند ہیں جب تک وہ فیصلہ دستور کی روشنی میں اعتدال کا
یصلے ... پابند ہے۔اگر وہ فیصلہ دستور ہند کی روشنی سے تجاوز کر کے کسی جج کے قلم سے نکلتا ہے،
یسا قلم توڑ دیں گے اور اس جج کی ناپاک نیت کو ہم ہواؤں میں اڑا دیں گے۔ بہت
ڈرا چکے ہو تم اور یہ قوم، اس نے آئینہ نہیں دیکھا، اگر یہ درپن دیکھ لیتی تو اسے اپنی تصویر
نظر آتی ہے، خالد کی اولاد، حسین کے غلام، مجدد الف ثانی کے قدموں کو چومنے والے
یہ مسلمان، یہ اکبر کی اکبریت کو خاطر میں نہیں لائے تھے، تم کیا ہو؟ تمہارے باپ
کیا ہیں؟ اس لئے بڑی صفائی کے ساتھ سنئے کہ جھگڑا کیا ہے؟ اور مسئلہ کیا ہے؟ اور اس
جھگڑے اور مسئلہ کا حل کیا ہے؟

کچھ دنوں پہلے شاہ بانو کیس میں سپریم کورٹ کا فیصلہ کے اسلامی شریعت کے
خلاف آیا، جس فیصلہ خلاف ملک میں اندولن چل رہا ہے، اب میں ذرا بتا دوں کہ
سپریم کورٹ کے فیصلہ کے خلاف یہ مسلمان کیوں ہے؟ سپریم کورٹ کا مسلم پرسنل لاء
سے تعلق کیا ہے، حکومت ہند کا اسلامی شریعت سے (Relation) کیا ہے؟ کچھ تو
ہے، جس کی پردہ داری ہے۔

ہمارے ملک کے قانون میں اتنی لوچ ہے، اتنی معتدل پالیسی ہے کہ ہندوستان

میں رہنے والی ہر قوم کو ملکی قانون اور دستور ہند کی روشنی میں اپنے اپنے مذہب، اپنے
اپنے تشخص، اپنی اپنی تہذیب وتمدن اور اپنے اپنے رسم ورواج کی بنیاد پر جینے کا حق
حاصل ہیں، آرٹیکل ۲۵ نوٹ کی جائے جس میں صاف طور پر یہ صراحت کی گئی ہے کہ
ہر بھارتی ناگرک کو آرٹیکل ۲۵ کے ذریعے ہندوستان کی سرزمین پر اپنے اپنے دھرم کی
بنیاد پر اپنا اپنا کرم کرنے کی اور جیون بتانے کی مکمل آزادی ہوگی، اس آزادی پر انٹیر
فیئر نہیں کرے گی، عدالت اس آزادی میں مداخلت نہیں کرے گی، اب مسلم پرسنل لاء
کے بارے میں، میں کتاب کا حوالہ دیتا ہوں، نوٹ کیجئے ''پرنسپل آف اسلام'' جو ملک
کی قانوں کی وضاحت کرتا ہے، مسٹر ملا کی لکھی ہوئی کتاب ''محمڈن'' کا جو ہندوستانی
قانون کی مکمل طور پر وضاحت کرتے ہوئے اسلامی شریعت کے قوانین کی صراحت
کرتی ہے اور یہ دونوں کتابیں ہمارے ملک کے ججوں کے نالج میں ہیں، اوران
کتابوں کے ذریعہ جو تفصیلات وتشریحات مذہب پیش کی گئی ہے اسی بنیاد پر عدالتوں
میں عائلی اور مذہبی مسائل اگر جانے جاتے ہیں تو ان کا فیصلہ ہوتا ہے۔

حضرات! مغلوں کے زمانے میں مسلمانوں کے مسائل اسلامی شریعت کی روشنی
میں دیکھے جاتے ہیں، ہندوؤں کے مسائل ہندو پرسنل لاء کی روشنی میں دیکھے جاتے
تھے انگریزوں کا زمانہ آیا تو تن کے گورے من کے کالوں نے ہماری تہذیب کو ختم
کرنے کی کوشش کی۔۱۸۶۵ء میں ایک ناپاک منصوبہ بنایا جس کے ذریعہ قوانین
کائنات میں ترمیم وتنسیخ کر کے ایسے ہی ترمیم تنسیخ والا بل مسلمانوں پہ لادنے کی
کوشش کی گئی، مگر جب وہ اسلامی شریعت کے قریب اپنا ہاتھ لے گئے تو غیرت اسلامی
کی آنچ میں جلتے ہوئے نظر آئے، کھینچ لیا انہوں نے اپنا ہاتھ۔۱۸۶۲ء میں انڈین
پینل کوڈ بنا اور ۱۸۶۲ء میں جب انڈین پینل کوڈ بنا تو تعزیرات اسلامی کے جو قواعد
قانون تھے، فوجداری کے مسائل سے انہیں الگ کر دیا گیا، فوج داری کے جتنے مسائل
ہوں گے وہ ملکی قوانین کی بنیاد پر حل کئے جائیں گے البتہ مسلمانوں کے کچھ مسائل کو
اسلامی شریعت کی روشنی میں حل کرنے کا ملک نے ایک قانون بنایا اور اس قانوں کے

تحت نکاح کا مسئلہ ،طلاق کا مسئلہ، وراثت کا مسئلہ، ہبہ کا مسئلہ، جائیداد کا معاملہ، خلع کا معاملہ فسخ کا معاملہ،اوقاف کا معاملہ، یہ سارے معاملات دستور ہند میں اس صراحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ اگر نکاح و طلاق، خلع فسخ،، جائیداد ،و ہبہ، وراثت واوقاف کا کوئی جھگڑا مسلمانوں کے اندر پیدا ہوتا ہے اور وہ کیس عدالت میں آتا ہے تو عدالت اس بات کی پابند ہوگی کہ مسلم پرسنل لاء کی روشنی میں اس مسئلہ کو دیکھتے ہوئے اس کا انصاف کردے،عدالت کو ہرگز حق حاصل نہیں ہے کہ اسلامی شریعت کی موجودگی میں شریعت کے بجائے اپنی طبیعت کا سڑک چھاپ فتویٰ ٹھونک دے۔ میں اس سڑک چھاپ مفتی کا سڑک چھاپ فتویٰ ابھی آپ کے سامنے رکھتا ہوں، دیکھئے آج عدالت کے اس فیصلہ کے خلاف ہم احتجاج کر رہے ہیں اس فیصلہ کے بارے میں پہلے یہ بات ہم نے طے کردی ہے عدالت ہمارح عائلی قوانین کو چیلنج نہیں کرسکتی۔

اسلامی قانون طلاق

اب طلاق کے معاملہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟اور سپریم کورٹ کے سڑک چھاپ مفتی کی طبیعت کا کیا حکم ہے؟ آپ ذرا دونوں سامنے رکھئے،شریعت کہتی ہے کہ اگر آپ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا تو اگر حائضہ ہے تو تین منتھلی کورس تک اس کا (Maintenance) آپ کو دینا ہوگا اس کا نان ونفقہ آپ کو دینا ہوگا، اگر نابالغ لڑکی ہے اور اگر اس کو طلاق ہوا ہے تو تین مہینے کی عدت ومدت نان ونفقہ ہے اور اگر ایسی بوڑھی عورت ہے جو منتھلی کورس کے پیریڈ کو پار کرچکی ہے تو اس کے اخراجات (Maintenence) کے طور پر تین مہینہ تک کے لئے آپ کو ادا کرنے ہوں گے۔ یہ ہے شریعت کا فیصلہ۔اب چلئے سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس مسٹر چندر چوڑ،ان کا ذرا فیصلہ سن لیجئے وہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ نے اپنی بیوی کو طلاق دیا تو طلاق کے بعد صرف تین منتھلی کورس تک کا خرچ آپ پر واجب الادا نہیں ہوگا بلکہ آپ کی مطلقہ بیوی جب تک دوسری شادی نہیں کرلیتی تب تک یا جب تک خیریت کے ساتھ ہندوستان سے قبرستان تک نہیں پہونچ جاتی تب

تک آپ کو (Maintenence) ادا کرنا ہوگا، یہ سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے۔شریعت کہتی ہے تین منتھلی کورس تک،عدالت کہتی ہے، جب تک وہ محترمہ مرنہیں جاتیں تب تک یا جب تک دوسرا مسٹر ہزبینڈ (Husband) نہیں چن لیتی ہیں تب تک آپ کو (Maintenence) دینا ہوگا۔بولئے یہ ڈائریکٹ اسلامی شریعت سے ٹکراتا ہوا فیصلہ ہے کہ نہیں؟ دفعہ ۱۲۵ کا یہ فیصلہ پورے دیش میں لاگو کیا گیا ہے، جب یہ بات طے ہوچکی ہے کہ مسلم پرسنل لاء کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، اور مسلم پرسنل لاء کی وضاحت جس طرح علمائے اسلام نے کی ہے وہ فائنل ہے، کسی جج کو یہ اختیار نہیں کہ مسلم پرسنل لاء میں اپنی طبیعت کا قانون ٹھونکے،تو انہوں نے مارے گھٹنا پھوٹے آنکھ کا کام کیوں کیا صاحب؟

سپریم کورٹ کی مداخلت

اچھا ایک فیصلہ تو یہ ٹکرایا اسلامی قانون سے، دوسرا فیصلہ کیا ٹکراتا ہے اسلامی قانون سے اس کو بھی سنئے، جج صاحب نے اپنے فیصلہ میں یہ کہا ہے کہ جس عورت کو آپ نے طلاق دیا، جب تک اس کی دوسری شادی نہیں ہوگی،تب تک آپ کی بیوی بنی رہے گی، یہ جج صاحب کا فیصلہ ہے،شریعت کا فیصلہ کیا ہے؟ جس دن طلاق آپ نے دے دیا،عورت آپ کے لئے اجنبی ہوگئی آپ عورت کے لئے حرام ہوگئے یہ کہتے ہیں جب تک دوسری شادی نہیں ہوگی، آپ کی بنی رہے گی۔ جب وہ بیوی بنی رہے گی تو دہلی کے یہ مفتی اعظم ذرا فرمائیں کہ اگر وہ بیوی بنی رہے گی تو پھر میاں بیوی کے (Contrect) کی کیا صورت ہوگی؟ اور اگر میاں بیوی کے درمیان (Contrect) ہوگیا تو جو بچہ پیدا ہوگا ،اسلام تو اسے لیتا نہیں، کیا سپریم کورٹ لے گی؟ طلاق کے بعد اس عورت کو سپریم کورٹ کا فیصلہ بیوی بنا رہا ہے اس مطلقہ عورت کے بارے میں اسلام کا حکم ہے کہ یہ عورت طلاق دینے والے پر حرام ہے،تو جب وہ حرام ہوچکی ہے، اجنبی ہوچکی،تو اس عورت کے ساتھ مرد کا Contrect رہا تو کیا سماج

میں تہذیب وتمدن کے آشیانے میں، مذہب کی غیرت میں آگ نہیں لگے گی؟
اس فیصلہ کے ساتھ نامعقول اور بدبختانہ ایک بات اور کہی گئی ہے فیصلہ میں، کہ منتھلی کورس تک کا خرچ عورت کے لئے ناکافی ہے، اسلام عورت کو مکمل حقوق نہیں دیتا، اسلام نے جتنے دن کا خرچ دیا مطلقہ عورت کو اس کی زندگی اور جیون بتانے کے لئے ناکافی ہے، اس لئے سپریم کورٹ اس عورت کو اس مرد سے ہمیشہ کا خرچ دلوا کر اس کا تحفظ کرنا چاہتا ہے، بڑی دور کی سوجھی؟ وہ خرچ ناکافی ہے، زندگی بھر کا خرچہ دلوائیں گے، اس لئے آپ نے ۹/۲۰/۷۱ روپئے کمپیوٹر کے ذریعہ مطلقہ عورت کے کھانے پانی کو ناپ کر کے مطلقہ عورت کے لئے طلاق دینے والے شوہر پر واجب الادا کیا ہے، میں جاننا چاہوں گا کہ جس مرد کو باؤنڈ کر رہے ہیں قانونی طور پر کہ زندگی بھر خرچ دے گا، اس نے آج طلاق دیا اور کل ہی مر گیا، تب آپ کا قانون کہاں جائے گا؟ اور یہ خرچ کون دے گا؟ طلاق پانے والی عورت کا اتنا خیال ہو گیا ہماری حکومت کو کہ اس کا خرچ دینے کے لئے یہ ہمدرد روڈ پر آ گئے؟ اور جن عورتوں کو فسادوں میں بیوہ بنایا گیا ان عورتوں کے بارے میں کبھی ان ہمدردوں نے نہیں سوچا؟ جن بچوں کو یتیم بنایا گیا، ان یتیموں کے بارے میں ان ہمدردوں نے کبھی نہیں سوچا؟ خوب جانتے ہیں کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں، کھانے کے اور ہوتے ہیں، اس فیصلہ کے ذریعہ اسلامی تشخص کو برباد کیا جا سکتا تھا، اسی لئے اس طرح کا فیصلہ دے کر اپنی فرقہ پرستی کی چھاپ پیش کی گئی۔

اسلام عورت کو تحفظ نہیں دیتا؟ آیئے ذرا پلٹ کر دیکھیں کہ اسلام سے پہلے بھی عورت تھی یا نہیں؟ اسلام سے پہلے بھی مذہب تھا یا نہیں؟ اسلام سے پہلے بھی پجاری تھے یا نہیں؟ اسلام سے پہلے بھی خدا کے تصور کو تسلیم کرنے والے تھے یا نہیں؟ اور جب تھے اس زمانے میں عورت کا کیا اسٹیٹس تھا اور کیا معیار تھا اسلام سے پہلے میں ذرا عربستان میں دکھاؤں، آپ کو کہ عورت کا کیا Statust تھا اور اس کے بعد ہندوستان میں دکھاؤں گا کہ عورت کا کیا Status تھا؟ اور اس بیچ میں اگر کوئی

بات For Example آتی ہے، کسی مذہب کی کوئی تصویر سامنے آتی ہے تو قصور میرا نہیں ہے، میرا قصور تو یہ ہے کہ میں تاریخ کائنات کا آئینہ پیش کرتا ہوں اور آئینہ کا قصور یہ ہے کہ درپن جھوٹ بولنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

حضرات! اسلام سے پہلے مکہ کی سرزمین پر عربستان میں ۳۶۰ اور ۴۲۰ خداؤں کی پوجا ہوتی تھی، لوگ اپنے ہاتھوں سے ستو کا پروردگار بناتے تھے، یہ ہسٹری ہے عربستان میں، اور ستو کا خدا بنا کر ہاتھ پیر، کان پونچھ، ناک سب صحیح کیا، ایک جانور کی شکل میں اس خدا کو سامنے رکھا۔ ۱۴۰۰ برس پہلے جب اسلام نہیں آیا تھا، تو کس کس طرح خدا کو پوجا جاتا تھا اور خدا کے ماننے والے مذہب کی دہائی دینے والے اس زمانے میں لڑکی اور کنیا کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے؟ History کا باب کھولیں۔

ستو کا خدا بنا گیا ہے، ہاتھ، پیر، ناک، کان، پونچھ، سب تیار کئے گئے، ایک چبوترے پر بٹھا دیا گیا، جب تک جی میں آیا پوجا کیا اور جب بھوک لگ گئی اسی خدا سے پیٹ پوجا بھی کر لی گئی یہ سب دھرم سمجھ کر کیا جاتا تھا، پنیہ سمجھ کر کیا جاتا تھا، بیٹیوں کا بلیدان دیوتاؤں کے نام پر ایک عام طریقہ تھا عربستان میں، ہندوستان میں، عربستان میں پیدا ہونے کے بعد قتل کی جاتی تھی لڑکی، اور ہندوستان میں ۱۶ سال کی کنواری کنیا، آج اس کا کنیادان ہو گیا، کل وہ برباد ہو گئی، اس کا پتی دیو مر گیا تو پتنی کو پتی کی چتا پر جلا کر بے دردی کے ساتھ ستی کر دیا جاتا تھا، یہ بھارت کا اتیہاس ہے، عربستان میں لڑکی پیدا ہونے کے بعد کاٹی جاتی تھی اور ہندوستان میں لڑکی بیوہ ہونے کے بعد جلا دی جاتی تھی۔ جب اس طرح ظلم ہو رہا تھا عورتوں پر، جج صاحب بھی کسی سماج سے تعلق رکھتے ہوں گے، انہیں کوڈ کرتے وقت یہ سوچنا چاہئے تھا کہ کوٹیشن صرف انہیں کے ہاتھ میں نہیں ہے، تاریخ کے دست کرم میں بھی Quatation ہے۔ آج میں ان کو ان کا آئینہ دکھا رہا ہوں، ہمارے سماج کے بارے میں تو تم نے یہ کہا کہ اسلام عورت کو تحفظ نہیں دیتا، مگر پلٹ کر دیکھو اپنے سماج کو اور یہ بات میں کسی مذہب کے لئے کرٹیسائز کے طور پر نہیں کہتا، یہ بات میں کسی کی توہین کرنے کے لئے

نہیں کہتا، یہ بات تو تم بھی کہتے ہو اور تم بھی لکھتے ہو اور تم بھی جانتے ہو۔

اسلام اور عورت

عربستان میں لڑکی پیدا ہونے کے بعد ذبح کی جاتی تھی اور ہندوستان میں عورت شادی کے بعد ودھوا اور بیوہ ہونے کے بعد پتی کی چتا پر جلا کرتی کردی جاتی تھی، ایسے عالم میں بولو، عربستان میں عورت کی حفاظت ہو رہی تھی کہ ہندوستان میں، بیوہ کو منحوس، بیوہ کو بدنصیب کہہ کر یہ سماج آج بھی کہتا ہے اگر ودھوا صبح سویرے نگاہ کے سامنے آگئی تو دن بھر کا کلیان جہنم رسید ہوجائے، بیوہ پر صبح سویرے نظر نہیں پڑنی چاہئے، یہ ہے ہندوستان کا سماج جو اسلام کے بارے میں کہتے ہیں، کہ اسلام عورت کی حفاظت نہیں کرتا۔

اب ذرا پلٹئے اسلام کی طرف۔ جب تک اسلام نہیں آیا تھا، لڑکیاں زحمت سمجھ کر ذبح کی جاتی تھیں، اور جب اسلام آیا تو لڑکیوں کو رحمت بنا کر ماں باپ کی گود میں پھول کی طرح اس نے مہکایا، میں صرف ایک حدیث اپنے رسول کی پیش کرتا ہوں کہ میرے آقا نے عورت کے تحفظ کے لئے، لڑکیوں کو بلیدان سے بچانے کے لئے اعلان کیا کہ جو لوگ تین بیٹیوں کے باپ ہوں اور ماں ہو، اگر بچیوں کی شادی عزت آبرو سے کردیں تو کل میدان محشر میں میری شفاعت اس کو تلاش کرے گی، کیسا کیسا لابھ دلا کر رسول اللہ نے اس کنیا کو بچایا، دو لڑکیوں کی ماں آئی رسول کی بارگاہ میں، یا حبیبی یا رسول اللہ اگر دو بیٹیاں ہوں کسی والدین کے پاس اور اپنی بچیوں کی عزت آبرو سے شادی کردیں؟ دریائے کرم جوش پر تھا، ساغر عفو بہتا جارہا تھا، داغ عصیاں ڈھلتا جارہا تھا، کونین کا سرکار پکار اٹھا دو بیٹیوں کے والدین کو بھی میری شفاعت کی خوشخبری دیتا ہوں، اسی عالم میں ایک بیٹی والی عورت آئی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ اگر ایک بیٹی ہو؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر قربان جائیے، کہتے ہیں:

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ، پرہیز گاری واہ واہ

ایک بیٹی کی ماں آئی، یا رسول اللہ کسی ماں کے پاس ایک ہی بیٹی ہو، اور وہ اس کو زندہ نہ جلائے، دفن نہ کرے، پال کر جوان کرے، جوان کر کے شادی کردے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ پیغمبر نے کہا اس کو بھی میری شفاعت تلاش کرے گی۔ حضرت عائشہ سامنے آکر کھڑی ہوگئیں، نہ بیٹی تھی نہ بیٹا تھا، یا رسول اللہ! اگر کسی کے پاس بیٹی بیٹا کوئی نہ ہو تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ میرے آقا نے فرمایا جس کا کوئی نہیں ہوگا، میدان محشر میں تپتی ہوئی دھوپ میں کملی والے کی کملی اس کو اپنی حفاظت میں لے لے گی۔

جب تک اسلام نہیں آیا تھا تب تک عورت کہاں تھی؟ اور جب اسلام آیا تو اس نے عورت کو کہاں پہونچایا؟ کہتے ہو اسلام عورت کو حفاظت نہیں دیتا؟ آیئے آگے بڑھئے، آپ نے ودھوا بنا کر چھوڑ دیا تھا، اور پھر جا کر کہیں بیچارن بن گئی اور جب بیچارن بن گئی تو موٹے پیٹ والوں کی ہوس کا سامان بھی بنی۔ مگر آیئے ذرا اسلام کو دیکھئے کہ آپ نے تو سہاگن کو ابھاگن بنا کر چھوڑا تھا، ودھوا کے بارے میں کیا خیال ہے، کہ ناپاک ہے، منحوس ہے، مگر واہ رے اسلام اور واہ رے مسلم پرسنل لاء۔ جب تو آیا تو نے کیا گل کھلایا۔ میرا پیغمبر خود نمونہ بن رہا ہے، دنیا کے لئے۔ ۲۵ رسال کے کنوارے ہیں مصطفیٰ، ۴۰ سال کی بیوہ ہیں خدیجہ، ایک شوہر سے بیوہ نہیں، دو دو سے، تمہارا دھارمک قانون بولتا ہے، کہ بیوہ منحوس ہے، تم نے کل بیوہ کو بلی دیا، تم نے کل بیوہ کو پتی کی چتا پر جلا کرتی کیا، اور جس سہاگن کو ابھاگن بنایا تھا، یہ اسلام تھا، یہ پیغمبر اسلام تھا، یہ قرآن کا فلسفہ تھا، یہ شریعت کا قانون تھا، یہ مسلم پرسنل لاء تھا کہ پیغمبر اسلام نے پکار کر کہا، اے ظالم سماج تو نے سہاگن کو ابھاگن بنا کر چھوڑا ہے، پیغمبر ابھاگن کو سہاگن بنانے جارہا ہے، اس ابھاگن کو سہاگن بنانے والا کون تھا؟ اسلام تھا، آج بھی مذہبی اشلوک بولتے ہیں کہ بیوہ منحوس ہوتی ہے، صبح سویرے اس پر نظر پڑی تو پورا دن غارت ہوجاتا ہے، اس لئے جو کٹر پنتھی ہیں، وہ گھر سے نکلتے ہیں صبح سویرے تو کوشش کرتے ہیں کہ کوئی ودھوا، کوئی بیوہ نگاہ کے سامنے نہ پڑے اور اتفاق سے اگر کوئی

دھوا، کوئی بیوہ نگاہ کے سامنے پڑ گئی تو دھرم ٹوٹ جاتا ہے، گالی دیتے ہوئے گھر
میں چلے آئے، دس منٹ گھر میں رہے، ٹھنڈا پانی پی کر غصہ اتارا اس کے بعد پھر
نکلے۔ اور پھر اسے اب یاترا شروع ہوئی، پھر نکلے اور پھر بیوہ اگر سامنے آگئی تو
پھر دو چار چٹ پٹی گالی دیا اور ۴۲۰ عقیدہ کے تحفظ کے لئے پھر گھر میں آگئے اور آنے
کے بعد اب سوچا کہ تیسری گلی سے نکلیں، گویا اس وقت تک یہ سفر نہیں ہوسکتا جب تک
کہ بیوہ سامنے آتی رہے گی، میں ودھواؤں سے کہوں گا دیش کی، کہ سب یونین بناتے
ہیں تم بھی ایک یونین بنالو، اور ان لوگوں کے خلاف بناؤ۔ جو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں
اور جب مہاشے جی گھر سے باہر نکلیں تب جا کر کہو آداب عرض کرتی ہے۔

اسلام میں ودھوا کا مقام

جس بیوہ کو تم نے منحوس کہا، اس بیوہ کو وہ عزت دی اسلام نے کہ پیغمبر اسلام کی
بیوی بنی وہ بیوہ، ام المومنین بنی وہ بیوہ، Status کی ماں بنی وہ بیوہ اور صبح قیامت تک
بیواؤں کی آنکھوں میں خوشیوں کا چراغ جلا دیا ہے مسلم پرسنل لاء نے، بیوہ منحوس ہے،
ایسا منحوس عقیدہ لے کر بیوہ کو منحوس کہا، مگر اس لئے کہتا ہوں، کہ مسلم پرسنل لاء
نہیں ٹوٹ سکتا تمہارا دھرم کرم ٹوٹتا ہے تو اس کی کمزوری ہے، تم توڑا کرو، تم توڑے
جوڑے بغیر رہ بھی نہیں سکتے، ریت پر محل بناؤ گے تو ٹوٹے گا نہیں؟ جس کی کوئی بنیاد
نہیں وہ کھڑی رہے گی دیوار؟

ایک طرف کہا جاتا ہے کہ بیوہ منحوس ہے، مذہبی اعتبار سے نجس ہے، صبح سویرے
نظر پڑ گئی تو پورا دھرم تباہ ہوگیا، مگر اسی بیوہ کو جب اسلام نے Status عطا فرمایا
تو جو لوگ دھارمک طور پر بیوہ کو منحوس کہتے ہیں یہ انہیں کی کہانی ہے، دلی میں صفدر
جنگ میں روڈ پر ایک بیوہ رہتی تھی، اندرا گاندھی نام تھا اس کا، اور یہی بیوہ، دھرم رکھنے
والے رات بھر کھڑے ہو کر ماتا کہ درشن کے لئے دھرم توڑا کرتے تھے، تو اتنے ہی
میں ٹوٹتا ہے بھائی، اتنے ہی میں جڑتا ہے، ہمارے یہاں ایسا کچھ نہیں ہے بھائی،

آپ دنیا کے پارلیمنٹ کا قانون لے کر بیٹھے ہو، ہم عرش کی پارلیمنٹ کا قانون لے کر
بیٹھے ہیں۔ آپ کا قانون بنے گا، ٹوٹے گا...... ہمارا قانون:

ہے قول محمد، قول خدا، فرمان نہ بدلا جائے گا
بدلے گا زمانہ لاکھ مگر، قرآن نہ بدلا جائے گا

یہ نہیں بدلتا کچھ لوگ کہتے ہیں، صاحب! کچھ مسلمان چاہتے ہیں کہ اس میں
تبدیلی ہوجائے تو آپ لوگ کیوں نہیں سوچتے؟ عارف محمد خاں جیسے بے ایمان چاہتے
ہیں اس میں تبدیلی ہوجائے، عبیداللہ خاں کیوں نہیں سوچتے؟ عارف محمد خاں نے کرسی
کے لئے آیۃ الکرسی بیچی تو جو کرسی کے لئے آیۃ الکرسی بیچے ایسا نہیں کہ میں یہیں بول
رہا ہوں۔ پرسوں ان کے باپ کے سینے پر بول کے آیا ہوں، اور ان کے باپ کے
خلاف بول کے آیا ہوں، کلکٹر بھی لگا دیا تھا میرے خلاف اور ایس پی کو بھی لگا دیا تھا
میرے خلاف اور خود آکر بہرائچ میں بیٹھے تھے۔ ان کا ایس پی اپنا کام کر رہا تھا اور میرا
غازی اپنا کام کر رہا تھا۔ میں بھی کسی کی پناہ میں ہوں، میں بھی کسی کے دامن میں ہوں۔
میں بھی کسی کے چھتر چھایا میں ہوں۔ تم بدلنے والوں کے ساتھ ہو، میں سلطان الہند
غریب نواز جیسے دل بدلنے والے کے ساتھ ہوں، اس لئے طرح طرح کی باتیں
اخباروں میں لکھنا شروع کیا، صاحب کچھ مسلمان چاہتے ہیں ان کے بارے میں
قرآن کا فیصلہ ہے کہ جس نے جب بھی یہ چاہا کہ مسلم پرسنل لاء تبدیل ہو، اسی وقت
مسلم پرسنل لاء تو نہیں تبدیل ہوا، ہاں وہ ضرور تبدیل ہوجائے گا، وہ ختم ہوگیا۔

تم چودہ سو برس کے بعد تبدیلی کی بات کرتے ہو کلمات الٰہی میں اور کلمات الٰہی
چودہ سو برس پہلے سے پکار رہے ہیں لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ اللہ کے کلام میں کوئی
تبدیلی نہیں ہوسکتی، تم کیا تبدیل کرو گے، تبدیل کرنے والوں نے بڑی کوشش کی تھی
مکہ میں اسی اسلامی شریعت کو تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، مدینہ تبدیل ہوگیا،
شریعت نہیں تبدیل ہوئی، جان قربان کی مصطفیٰ نے کس کے لئے؟ تحفظ شریعت کے
لئے۔ غار ثور میں گئے کس لئے؟ تحفظ شریعت کے لئے۔ ہجرت فرمائی کس کے لئے؟

لئے؟ تحفظ شریعت کے لئے۔
حفظ شریعت کے لئے مال واسباب کو قربان کیا کس کے
لئے؟ تحفظ شریعت کے لئے۔ میدان
یدان احد میں چھ چھ دندان مبارک ٹوٹا کس کے لئے؟ تحفظ شریعت
ر میں ۳۱۳ بے یارومدگار لوگوں کو اپنی کمان میں اتار دیا کس کے لئے، میرے آقا
کے لئے۔ رسول اللہ نے سینے پر تلوار کے زخم کھائے تحفظ شریعت کے لئے، میرے آقا
ی ہوئے احد میں، تحفظ شریعت کے لئے، علی نے شجاعت کا جوہر بنام ذوالفقار حیدری
ھایا تحفظ شریعت کے لئے، امیر معاویہ نے جہاں بانیاں کیں تحفظ شریعت کے لئے،
ضرت امام حسن نے خاک وخون میں تڑپنا سیکھا تحفظ شریعت کے لئے، حسین نے بہتر
راغ گل کروائے تحفظ شریعت کے لئے، یہ شریعت جو ہندوستان تک پہونچی ہے، یہ
ون کے دھار:ں سے پہونچی ہے، یہ خون کے ماحول سے پہونچی ہے، یہ خاک وخون
ں تڑپنے والے شہیدوں کی امانت ہے، حسین کا خون پوچھ رہا ہے، ہندوستانی مسلمانو!
م بتاؤ، آج پھر یزید پیدا ہوگئے ہیں، کیا رسم شبیری نہیں ادا کرو گے؟ حسین کا خون
نہیں معاف نہیں کرے گا، اگر حسین کی ڈگر پر تم چلنے کے لئے تیار نہیں ہو:

خالد کبھی ہاتھوں میں علم لیتے ہیں — طارق کبھی موجوں پہ قدم لیتے ہیں
ہر دور میں اٹھتے ہیں یزیدی فتنے — ہر دور میں شبیر جنم لیتے ہیں

اتنی بڑی قربانیاں اور ہمیں جیل سے ڈرایا جارہا ہے؟ حسین کا خون بھول جائیں ہم
یل کے ڈر سے؟ جب ہمارے سامنے تم چھوٹی جیل لاتے ہو، تو ہمارے سامنے زین
لعابدین کی بڑی جیل نظر آتی ہے، ہمارے سامنے تم سولی لاتے ہو تو ہمیں کربلا کی بڑی
ڑی سولیاں نظر آتی ہیں، اس لئے ہم سے امید مت رکھنا کہ ہم اسلامی شریعت کی ''ش''
کا ایک نقطہ بھی غائب ہونے دیں گے، ہم اپنے کو مٹوا دینا پسند کریں گے، دین نہیں لٹنے
یں گے، ہزار مرتبہ مرنا پسند کریں گے اسلام کو نہیں مرنے دیں گے۔

چند لوگ چاہتے ہیں کہ مذہب میں تبدیلی ہو، وہ چند لوگ کس کے ہیں؟ وہ سب
حکومت کے ہیں، حکومت ہر مقام پر اپنے بھونپوفٹ رکھتی ہے، سولی پر چڑھا دیں
گے، عبید اللہ خاں پر مقدمہ چلایا، پھر چلائیں گے، پھانسی پر چڑھا دیں، سن لو! تمہاری

سولی میں کتنا دم ہے، اور تمہارے مقدمے کو عبید اللہ کتنا بھاؤ دیتا ہے؟ ہم تمہاری سولی اور تمہاری جیل کو کھانسی نزلہ اور زکام سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے، کوئی اور ہوگا، تلاش کرو، ہم خالصتان کی طرح اسلامستان نہیں مانگ رہے ہیں۔

ظلم کیا ہے ہمارا کہ ہمیں پھانسی پر چڑھاؤ گے؟ کوئی دیش نہیں بنا رہے ہیں۔

ہمارا خون پٹنہ میں بہایا گیا، پولس نے گولی کانڈ کیا، مسلمانوں کا جلوس منترالیہ پہ آیا تھا، چیف منسٹر کو مسلم پرسنل لاء کے سلسلہ میں تحفظ شریعت کا وعدہ لینے کے لئے میمورنڈم دینے، مسلمانوں کو گولی دی گئی، پٹنہ کے مسلمانوں کے سینے میں گولی اتاری گئی۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم مذہب کے تحفظ کے لئے میدان میں آئیں تو تمہاری گولیاں ہمارے سینوں میں اتریں؟ کیا اس طرح گولیاں چلا کر تم ہمارے جذبات کو سرد کردو گے؟ کیا اس طرح سزاؤں کو سنا کر تم ہمارے جذبات دینی کو مردہ کردو گے؟ مسلمانوں کا خون پانی نہیں ہے، خون ہے، اس Blood (خون) کو جہاں اس Blood (خون) کے گرنے کا صحیح مقام ہے، پٹنہ کی دھرتی پر مت گراؤ مسلمانوں کا خون، مسلمان سچا محبّ وطن ہے، مسلمان کمار نرائن بن کر دیش سے غداری نہیں کرتا، مسلمان ناتھورام گوڈسے بن کر بھارت کے پتا کو نہیں مارتا مسلمان عبدالحمید بن کر پاکستان کے ٹینک کو توڑتا ہے، اس لئے ہمارا خون گرانے کے بجائے اس سے بچارے رہنے دو تاکہ پاکستانی حملوں کے مقابلے میں ہندوستان کی دھرتی کے ماتھے کا سندور بنتے ہوئے بھارت کی لاج بچائے مسلمان، طرح طرح کی باتیں طرح طرح کے تماشے پوری قوم کے ساتھ گئے اور ان تمام تر تماشوں کو ہم جھیلتے رہے، ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ آج کس بات پر مسلمان میدان میں نکلا؟ اس کی شریعت کے ساتھ مذاق ہو، نہیں نکلے گا؟ آرٹیکل ۴۴ مسلمانوں پر لادنے کی بات ہو، مسلمان خاموش رہے گا؟ کیا انگریزوں کی حکومت ہے؟ یہ جیسا چاہیں گے ڈکٹیٹر، ویسا ہوگا؟ کسی کے باپ کی حکومت نہیں ہے، نہ کسی کے باپ کا چکر چلنے دیں گے، ہم ہندوستان، بھارتی ہندوؤں اور مسلمانوں کا ہے، ہم اپنے حقوق کی حفاظت ہی کرنے میدان میں نکلے ہیں۔

دستور ہند آرٹیکل ۲۵ کہتا ہے کہ ہر آدمی کو اپنے مذہب کی حفاظت کا حق حاصل ہے،
رٹیکل ۴۴ کہتا ہے کہ سب کے لئے ایک قانون بنے گا، شہری قانون، جینے مرنے کا قانون،
جب ایک قانون بنے گا تو سب لوگ گنگا میں بہوائے جائیں گے، یا سب قبرستان میں
فنائے جائیں گے، ہندو پسند کرے گا؟ کیا مسلمان پسند کرے گا؟ یا تو مولانا صاحب
گ کے حوالے کر کے سات چکر لگوا کر شادی کرائیں گے لڑکیوں کی، مسلمانوں کی، یا
نڈت جی آ کر کلمہ پڑھیں گے اور نکاح پڑھوائیں گے، کون برداشت کرے گا یہ سب؟ جو ایسا
انون لا رہے ہو، جس کی وجہ سے ہندوستان کا واتاورن خراب ہو۔

جج صاحب نے ابھی پھر ایک بات کہی، وہ کہتے ہیں کہ شاہ بانو کنورٹ
Conver ہو گئی ہے، شاہ بانو نے ہمارے فیصلے کو رد کر دیا ہے، اس لئے ہم سپریم
کورٹ سے کہیں گے کہ شاہ بانو ہمارے فیصلے کے خلاف اگر عدالت میں کوئی استغاثہ
اتی ہے تو اسے رد کر دیا جائے۔ میں کہنا چاہوں گا، کیا یہ Cuort of Contept
(توہین عدالت) نہیں ہے؟ جب تک تم کرسی پر تھے، کرسی بیچتے رہے، دوسرا جب
کرسی پر آیا، اسے کیوں گمراہ کر رہے ہو؟ تمہیں کیا حق ہے، جج کو یہ خیال دینے کا کہ
گر کسی کا کوئی مقدمہ آتا ہے تو مت لو؟ کیا اسی لئے حلف اٹھایا تھا تم نے؟ کیا اسی لئے
گیتا کو ہاتھ میں لیا تھا تم نے کہ ایک مذہبی کتاب کو لے کر جھوٹ کا چکر چلاؤ گے تم؟ ہم
س فیصلے کے خلاف سخت مذمت کرتے ہوئے حکومت ہند سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ
ر ہ ۱۲۵ میں، اگر آپ اس کو بدل نہیں سکتے تو کم سے کم مسلمانوں کے لئے اس میں ترمیم
کیجئے۔ ۴۴ مسلمانوں پر لاگو نہیں ہونا چاہئے۔

دفعہ ۴۴

جس وقت امبیڈکر نے قانون بنایا تھا تو ۴۴ کے نام پر اس وقت مسلمانوں
یں اضمحلال پیدا ہو گیا تھا، قائد ملت، انڈین یونین مسلم لیگ کے پریسیڈنٹ جناب محمد
سمٰعیل صاحب مدراسی نے پارلیمنٹ میں کہا تھا، امبیڈکر صاحب آرٹیکل ۴۴ نکال دیجئے

،تو امبیڈکر نے کہا، یہ مسلمانوں پر کبھی لاگو نہ ہوگا، بالکل بے فکر رہئے، وہ کوئی پاگل ہوگا
جو آرٹیکل ۴۴ کو مسلمانوں پر لاگو کر کے بغاوت کا راستہ دکھائے گا۔ یہ امبیڈکر نے کہا تھا،
اگر امبیڈکر کی روح سے کسی طرح میرا Contact ہو سکتا ہے تو میں کہتا، اے امبیڈکر
تو کتنی اچھی سوجھ بوجھ رکھتا ہے کہ تو نے کہا تھا، جو آرٹیکل ۴۴ مسلمانوں پر لاگو کرنے کی
بات کرے گا وہ دیش سے غداری کرتا ہوا دیش کے مسلمانوں کو بغاوت کی راہ پر ڈالے
گا، جس پاگل کے بارے میں بھوشیہ وانی کی تھی آج اس پاگل نے دیش کا واتاورن
تباہ کر دیا، اس لئے حکومت سے اس وقت تک Peaceful Moment جاری رکھیں
گے جب تک کنفرم نہیں کیا جاتا، اور مسلمانوں کو Satisfied نہیں کیا جاتا کہ ہم مسلم
پرسنل لاء میں کسی تبدیلی کو نہیں ہونے دیں گے۔

حکومت سیاسی مزاج اپناتی ہے، ہمارے راجیو جی نے مومن کانفرنس میں کہا کہ
دلی میں حکومت مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی، حکومت مسلم پرسنل
لاء میں اس وقت تک تبدیلی نہیں کرے گی، جب تک مسلمان خود نہ مطالبہ کریں، اس
کا مطلب یہ ہوا کہ جب مسلمان مطالبہ کریں گے تب تبدیلی کر دی جائے گی۔ بند کیجئے
اس بات کو، اور دفن کیجئے اس کو، اور دفن کیجئے اس بات کو، اور دفن کیجئے دھرتی میں اس
آواز کو، اس طرح کی باتیں مسلم پرسنل لاء کے بارے میں مسلمان چاہے گا اس کو بدل
دے گا اور جو مسلمان چاہے گا اس کو رکھے گا؟ سن لیجئے! کچھ مسلمانوں نے بدلنے کی
کوشش کی تھی، حسین نے کربلا کی تاریخ بدل دی تھی، صرف ادھر ہی والوں نے نہیں
بدلا ہے، ادھر والوں نے بھی بدلنے کی کوشش کی، ہم ادھر والوں سے بھی لڑے ہیں اس
لئے بہت صاف ستھری لڑائی ہے ہماری۔

آج کسی جمہوری ملک میں اپنے مطالبات کو منوانے کے دو طریقے ہیں، یا تو آپ
کے پاس سنسد اور پارلیمنٹ میں اتنی بڑی گیدرنگ ہو اپنے ممبروں کی کہ آپ ممبروں کے
ذریعہ ایوان میں قانون بدلوائیے، اور یا روڈ پر آپ کے پاس بڑا جنرل ماس ہو انسانوں کا،
آدمیوں پر اتنی بڑی گرفت ہو آپ کی کہ آپ جنتا کے ذریعہ آندولن کرواتے ہوئے ایسے

نہیں ہے کہ کچھ ہم کریں
انون کواڑ وائیے، تو پارلیامنٹ اور سنسد میں ہماری اتنی اکثریت نہیں ہے کہ کچھ ہم کریں
ور جولوگ سنسد میں گئے بھی ہیں، بے ایمانوں کو بھیجا تھا، بہرائچ کے مسلمانوں نے
کہا ہماری حفاظت کریں گے، ان کو بھیجا اور دلی سے مسلمانوں کو جہنم بک کرنا چاہتے ہیں،
پنا پارسل کرواؤ۔ ان کا پارسل کروانے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے:

پرسنل لاء میں کوئی تبدیلی ہوسکتی نہیں
لاکھ تقریریں اگر عارف محمد خان کریں

اس لئے ہم حکومت کے سامنے واضح اعلان رکھتے ہیں، کہ ہم کسی بھی مسلمان اور
کسی غیر مسلم کی کوئی بات شریعت کے خلاف قانون کے نام پر آپ کی پارلیمنٹ
یں ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، اب اس کے لئے جس طرح کا بھی احتجاج کرنا ہوگا،
ستور کی روشنی میں ہم وہ کریں گے، ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے جلسے کئے جگہ جگہ
تحفظ شریعت کا جلسہ، یہ بے چینی نہیں؟ آج یہ کاروبار چھوڑ کر آیا ہوا یہ مسلمان اپنے
کاروبار کو اپنے مذہب کے نام پر قربان کر کے بیٹھا ہے یہاں مسلمان، کیا یہ اس کی بے
چینی نہیں ہے؟ آپ اپنے ووٹر و سے اگر ووٹ لینے کا حق رکھتے ہیں تو ان کا جی خوش
کرنے کے لئے صرف عید کے دن سوئیاں کھانے مت آیئے۔ پارلیامنٹ میں سنجیدگی
کے ساتھ ان کے مسائل پر سوچئے، مجھے بہت تکلیف ہوئی اس وقت جب مسلم پرسنل
اء بل پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا، تو پارلیمنٹ کے ممبر لوگ دھیرے دھیرے سرتی
کھاتے ہوئے ہاتھ پٹکتے ہوئے پارلیمنٹ چھوڑ کر جانے لگے، میں کہنا چاہتا ہوں کہ
ہمارے مسائل جب پارلیمنٹ میں پیش کئے گئے تو آپ پارلیمنٹ سے اٹھ کر جاتے
رہے،، آج آپ اپنی طبیعت سے پارلیمنٹ سے نکل رہے ہیں، کل ہم آپ کو
پارلیامنٹ میں گھسنے نہیں دیں گے، نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ اور پہچان لوان
بے ایمانوں کو جو تمہارا ووٹ لے کر جاتے ہیں اور وہاں جا کر تم سے غداری کرتے ہیں:

ایک ہنگامہ محشر ہو تو اس کو بھولوں
سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

کس کس طرح سے کچلا گیا، ہم قانون کی روشنی میں مطالبے کر رہے ہیں، مانگیں
مانگ رہے ہیں اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک ہندوستان کے
مسلمانوں کو مسلم پرسنل لاء کے بارے میں مطمئن نہیں کیا جاتا۔ ہماری زندگی مذہب
اور قوم کے لئے وقف ہے، ہم سے کہا گیا عبیداللہ صاحب کا ہے پٹپٹا رہے ہو پورے
ہندوستان میں، آجاؤ دلی کی کرسی تمہارا انتظار کر رہی ہے، ہم نے کہا یہ نعرہ آج نہیں
لگا رہے ہو بچو، یہ نعرہ تو چودہ سو سال پہلے ہمارے پیغمبر کے سامنے بھی تم لگا چکے ہو،
پیغمبروں نے جب دین پیش کیا تھا، پیغمبر نے جب خدا کے بندوں کی عزت کی حفاظت
کرنے کا منصوبہ پیش کیا تھا تو تمہارے ہی بھائی بندو تھے اور ہمارے پیغمبر سے کہہ رہے
تھے، محمد دولت چاہئے دولت لے لو، حکومت چاہئے حکومت لے لو اور عورت چاہئے
عورت لے لو، نعرۂ حق بلند مت کرو۔ میرے پیغمبر نے کہا تھا، دولت اور حکومت، عورت
تو دور کی بات ہے، چاند سورج محمد کے ہاتھوں میں دو گے تو محمد اسے بھی قبول نہیں کرے
گا حقانیت کے لئے، عبیداللہ خاں اسی محمد کا غلام ہے، عارف محمد خان کو کرسی مبارک ہو،
کرسی کے بدلے میری آیۃ الکرسی سلامت رہے گی، تمہاری پارلیمنٹ سنسد یہ لوگوں
سے بنتی ہے، میرے ساتھ ۲۲ کروڑ لوگوں کی پارلیامنٹ ہے، اس پارلیامنٹ کا نمائندہ
بن کر میں قوم کی ضمانت کے لئے میدان عمل میں اترا ہوا ہوں۔

آپ کیا سمجھتے ہیں ملک کی سیاست کو؟ میں نے کہا اپنے گھر کی لیٹرین سمجھتا
ہوں، آج کی سیاست کو اپنے گھر کی لیٹرین سمجھتا ہوں۔ تو کیا آپ سیاست کا استعمال
نہیں کرتے؟ میں نے کہا بالکل کرتا ہوں، سیاست استعمال کرتا ہوں، سیاسی لوگوں کو
استعمال کرتا ہوں، مگر لیٹرین کی طرح، اس سے زیادہ نہیں، کہا کیا مطلب؟ میں نے کہا
مطلب بالکل صاف ہے، لیٹرین جانا بہت ضروری ہے، نہیں جائیے گا صحت خراب
ہو جائے گی، مگر لیٹرین میں چوبیس گھنٹے رہنا نہایت غیر ضروری ہے، اس سے صحت
خراب ہو جائے گی اس لئے لیٹرین کا استعمال اتنی دیر تک کیجئے جتنی دیر تک آپ کی صحت
بنی رہے، یہ کرسی کرسا، یہ ہم کو کرتہ نہیں دلاتا ہے، ہم بکاؤ مال نہیں ہیں، ہمیں خریدتے کی

اٹھا کر پھانسی پر چڑھا دیئے جو بی
کوشش نہ کی جائے۔ ہمیں اٹھا کر آپ بند کر دیجئے، اٹھا کر پھانسی پر چڑھائیے جو بی
بس آئے وہ کیجئے، مگر یہ یاد رکھئے گا کہ ہم کوئی غداری نہیں کر رہے ہیں، ہم ملک سے
ساتھ بے ایمانی نہیں کر رہے ہیں؟ ارے میں اس خاندان کا بچہ ہوں، اس ماں باپ کا
خون میری شریانوں میں دوڑ رہا ہے، جس ماں باپ نے اس زمانے میں انگریزوں کی
حکومت کو ٹھوکر مارا تھا، جس زمانے میں ہندوستان موت وحیات کی منزل سے گزر رہا تھا۔

کلکتہ کی سرزمین پر میرے رشتے میں نانا شہر کوتوال عبدالرحیم خاں، کلکتہ کے شہر
کوتوال تھے۔ ایس پی انگریز تھا۔ جواہر لال نہرو اور رفیع احمد قدوائی ان دونوں پر
پابندی عائد تھی الہ آباد میں داخل ہونے کی۔ جیسے آج کل مجھ پر پابندی عائد ہے بمبئی
میں داخل ہونے پر۔ لگتا ہے پولس کمشنر انگریزوں کے سلسلے کی ہی کوئی اولاد ہے، اب
جواہر لال نہرو نے توڑا حکم امتناعی، رفیع احمد قدوائی نے توڑا حکم امتناعی اور داخل
ہوئے شہر میں، کانگریس ملک کو بچانے کی تحریک کر رہی تھی، یہ بات ۱۹۱۹ء کی ہے،
جب حکم امتناعی ٹوٹا اور انگریزوں نے سوچا کہ جواہر لال نہرو کو اگر گرفتار کیا جاتا ہے
تو پورے الہ آباد میں آگ لگ جائے گی، کیا کیا جائے؟ ہمارے شہر کوتوال انسپکٹر
عبدالرحیم خاں نے کہا، پٹھان گرفتار کرے گا اور جا کر دونوں کو گرفتار کر کے لے کر
اپنے بنگلے پر چلے آئے، جواہر لال نہرو کو اور رفیع احمد قدوائی کو بھی۔ بڑا ہنگامہ مچا۔ اسی
میں ہمارے وہی رشتہ کے نانا انسپکٹر عبدالرحیم خاں چھوٹے بھائی انسپکٹر عبدالکریم خاں
جو اکسائز میں انسپکٹر تھے، آئے بھائی سے ملنے کے لئے تو دیکھا کہ دو مجرم بیٹھے ہیں،
ایک کا نام جواہر لال نہرو اور ایک کا نام رفیع احمد قدوائی۔ انگریز گورنمنٹ کے
دو مجرموں، بھارت گورنمنٹ کے دو بہادر، اب جب عبدالکریم خاں کی وجاہت و
خوبصورتی جواہر لال نہرو نے دیکھی تو شہر کوتوال کے چھوٹے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر،
خانصاحب! پٹھان قوم کسی قوم کی غلام نہیں ہوتی، آپ لوگوں نے انگریزوں کی غلامی
کی ہے، آپ اپنی قوم کا کردار دیکھئے، پٹھان انگریزوں کی غلامی کے لئے پیدا نہیں ہوا
ہے، پٹھان اپنے دیش سے انگریزوں کو نکالنے کے لئے اور اپنے دیش کو سوتنترتا دلانے

کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اسی مقام پر ان بھائیوں نے انگریزوں کی اتنی بڑی کرسی کو لات
مارتے ہوئے ہندوستان کے سیوک کی حیثیت سے جواہر لال نہرو کی پارٹی کی ممبر شپ
قبول کی، اس کے بعد بھی ہم غدار ہیں؟ جب ضرورت پڑی تھی خون ہم نے دیا تھا، اور
جب بک گیا مال تو کھانے کے لئے اتنا بڑا تھو بڑا لے کر چلے آئے۔

مسلمان وفادار ہے کہ نہیں؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ کسی کو اپنی وفاداری مت بتاؤ،
یہ ہوتا ہے کون؟ وفادار ہے کہ نہیں مسلمان ہندوستان کا؟ یہ دوکان ہو کسی مسلمان
کی، اور اس سے آکر پوچھئے کہ بھائی صاحب! آپ اپنی دوکان کے وفادار ہیں کہ نہیں
؟ پاگل دی گریٹ، مکان ہمارا اور ہمیں سے پوچھا جا رہا ہے کہ تم اپنے مکانوں کے
ہو کہ نہیں؟ ہندوستان ہماری دوکان بھی ہے اور ہمارا مکان بھی، ہم اپنی اس دوکان کے
محافظ ہیں، ہم اپنے اس مکان کے محافظ ہیں۔

حضرات! اس لئے تھوڑے وقت میں آخری بات اپنی کہہ کر آپ سے جدا ہوتا
ہوں کہ ہم اپنی لڑائی آرٹیکل ۱۲۵ تک نہیں جاری رکھے ہوئے ہیں، ہماری لڑائی آرٹیکل
۴۴ سے بھی ہے، حکومت اس بات کا وعدہ کرے کہ کبھی بھی مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کا
دروازہ نہیں کھلے گا، اور جو لوگ مسلمان بن کر مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کی بات کرتے
ہیں، ہمارے مسلمان بھائی انہیں کافر سمجھتے ہیں، اور ان کافروں کو اجازت نہیں دی
جا سکتی کہ وہ اسلام کے بارے میں بولیں، حمید دلوائی تھا، وہ بھی اسے ہی ترقی پسند
مسلمان تھا، جس کی بیگم پر کٹی کبوتری مہر النساء دلوائی جو ملت فروش الیون کی کپتان بنی
پھر رہی تھی، مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر میں تقریر کر رہا تھا اسی مجمع میں اور اس نے کہا
مسلمانو! اسلام میں ایک مرد کو چار عورتوں سے شادی کرنے کا حق دیا ہے، تو ایک عورت
کو بھی چار مردوں سے بیک وقت شادی کرنے کا حق ملنا چاہئے، تاکہ مساوات قائم
ہو جائے۔ بیگم ان کی بازو میں بیٹھی ہوئی تھیں، ایک لڑکا کھڑا ہوا مجمع سے، اس نے کہا
مائی لارڈ! آپ کا ججمنٹ ہم کو پسند آیا، ایک مرد کو بیک وقت چار عورتوں سے شادی
کرنے کی اجازت ہے تو ایک عورت کو بھی چار مردوں سے شادی کرنے کی اجازت

...ونی چاہئے، اگر آپ کا یہی فرمان ہے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم، آپ کے پہلو میں جو بیگم ...یٹھی ہیں، ایک شوہر آپ ان کے، دوسرا شوہر نامدار میں، اور دو موٹے موٹے پہلوان ...ہر سے تلاش کر کے اور لا رہا ہوں تاکہ شام تک ان کا کریا کرم آرام سے ہو جائے۔

اس طرح کے بکواسوں کے چکر میں آپ مت آیئے اور آپ اپنے مذہب کا مسلم پرسنل لاء کو اندر باہر قائم کیجئے، اپنی زندگی میں اس کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیے۔ تحفظ کیجئے، اپنے ماحول میں ان کو پروان چڑھایئے، اپنے اخلاقیات میں اس کے رنگ کو نکھاریئے، اپنے سماج میں اگر طلاق ہو رہی ہو تو اولاً تو طلاق کو روکئے اور اگر ہو ہی گئی ہے تو اسلامی قانون کے مطابق عدالتوں میں اگر یہ فیصلہ نہیں ہوتا ہے تو خود اسلامی عدالت بنایئے، اسلامی شریعت کی عدالت قائم کیجئے اور ادارۂ شرعیہ کے ذریعہ آپ اپنے کیس کو نمٹایئے:

تیرے دامن میں ہے کس لعل و جواہر کی کمی
تو کسی غیر کے دامن کی طرف کیوں دیکھے؟

اپنی حفاظت تمہیں خود کرنی ہے، اور آخری پیغام میرا سن لو، نماز کا وقت ہو گیا ہے، آخری پیغام یہ ہے کہ ہم جلسے بہت کر چکے، ابھی کھونٹ نہیں نکلا ہے جلوس بہت نکال چکے، اب بھی اگر ہماری بات نہیں مانی جا رہی ہے، تو ہم تیسرا قدم اٹھانے جا رہے ہیں، جیل بھرو تحریک کا، ہم جیل بھرنے جا رہے ہیں، اب میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر اسلامی شریعت کے تحفظ کے لئے، ہندوستان کے تمام مسلمان کو جس طرح آواز دی ہے، اگر تمہیں بھی جیل بھرنے کی آواز دوں تو بولو جیل کا تالا توڑ کر جیل میں جانے کے لئے تیار ہو کہ نہیں؟

ان جذبات کو دیکھئے سی آئی ڈی آج ہم کہہ رہے ہیں، کل ہم کر ڈالیں گے، ۱۹رفروری تک ہم انتظار کریں گے گورنمنٹ کے معتدل اعلان کا، اور اگر ہمارے ساتھ کوئی بنیادی پریشانی لاحق نہیں ہوئی تو ہم ۲۰رفروری کو اپنے کو جیل کے حوالے کریں گے، اسلامی شریعت کے تحفظ کے۔ لئے ۲۰رنومبر ۱۹۷۵ء کو بمبئی میں حکومت نے مجھے

گرفتار کیا، وہ تم نے گرفتار کیا تھا، یہ میں خود گرفتار ہونے آ رہا ہوں اس لئے ہم ۱۹رفروری کو اپنی جماعت آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کانفرنس کی جانب سے صوبائی یونٹ اتر پردیش آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کانفرنس کے زیر اہتمام تحفظ شریعت کا اجلاس بلا رہے ہیں بریلی میں، راجیو گاندھی کی ماں اندرا گاندھی کی Constituency میں اندرا گاندھی اور راجیو گاندھی کے ووٹروں کو لے کر ہم جیل بھرو تحریک شروع کرنے جا رہے ہیں تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ راجیو گاندھی نے ان لوگو کو گرفتار کیا ہے جو ان کے ووٹر تھے اور انہوں نے ووٹ دے کر ان کو پرائم منسٹر بنایا ہے۔ ارے میاں ٹیکس بہت دے چکے ہو ایک دن تو چل کر کھا آؤ جیل میں۔

سنو! ارے میاں! ہمارا اعلان ۱۰رفروری تک فائنل آئے گا کہ ہم جیل بھرنے کے سلسلے میں کیا قدم اٹھاتے ہیں، ہم اپنی پبلک کو جیل لے جائیں گے یا صرف پبلک کے قائدین کو جیل لے جائیں گے، ہماری کیا پالیسی ہوگی؟ وہ ۱۰رفروری تک انشاء اللہ آپ کے سامنے آئے گی، تب ہماری پالیسی کا انتظار کیجئے، ہم یہ طے کر چکے ہیں:

صلیب و دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ
جہاں تلک یہ ستم کی سیاہ رات چلے

اس لئے حضرات! آپ سے گذارش ہے کہ آپ شریعت کے نام پر رہیے، نیک رہیے اور فنڈامینٹل رائٹ کو حاصل کرنے کے لئے تن، من، دھن کی قربانی کے لئے تیار رہیے:

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

قوم کے غداروں کو تو میں پہچان چکا ہوں، اور ان کے بارے میں:

نفرت و بغض کے بدلے میں اخوت دیکھی
چند سکوں کے عوض دولت و عزت دیکھی

بزدلی شیوہ بنی، ہمت و جرأت دیکھی
کتنی ارزاں سربازار حقیقت دیکھی
تاجر جوہر کردار ہے لعنت تجھ پر
ٹوٹ جائے نہ کہیں تازہ قیامت تجھ پر

اور مسلمانو! دوبند میں عبیداللہ خاں اعظمی تمہیں پیغام دے رہا ہے:

حوصلہ پست ہے کیوں، عزم جواں پیدا کر
اٹھ زمانے میں قیامت کا سماں پیدا کر
چیر دے سینہ گردوں میں فغاں پیدا کر
شعلہ غم سے کوئی برق تپاں پیدا کر
بے خطر جادۂ پرخار پہ چلنا ہے تجھے
اور دستور حکومت کابدلنا ہے تجھے

ڈگمگاتا ہے سفینہ توہوا برہم ہے
مشتعل سیل حوادث ہے مگر کیا غم ہے
شدت درد سے کیوں آنکھ تیری پرنم ہے
بیڑیاں کاٹ دے آہن میں بھلا کیادم ہے
خوگر تیرہ شبی صبح ازل پیدا کر
جوش دل، جوش اثر، جوش عمل پیداکر

وَمَاعَلَیۡنَااِلَّا الۡبَلَاغ

اِسۡلَامۡ زِنۡدَہۡ بَادۡ

مُسۡلِمۡ پَرَسنل لاء پائندہ باد

☆☆☆

خطبہ ۱

فلسفہ موت وحیات

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ. وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

برادران ملت اسلامیہ! معزز سامعین، کرام میرے قابل قدر بزرگو، دوستو، نوجوان ساتھیو عزیز بچو! اس سے پہلے کہ آیت مبارکہ کے متعلق کچھ عرض کروں، بہتر وضروری سمجھتا ہوں کہ آیئے سب سے پہلے انتہائی عقیدت ومحبت کے ساتھ اپنے آقا ومولیٰ آفتاب رسالت ماہتاب نبوت، کونین کی زینت، غمگسار امت، صاحب شریعت، مالک جنت، محسن انسانیت، کونین کے مختار، دونوں عالم کے تاجدار، محبوب رب غفار، شفیع روز شمار، بے قراروں کے قرار، فخر موجودات، خلاصۂ کائنات، آمنہ کے لال روحی فدا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار شاہانہ میں نذرانہ درود شریف پیش کریں

ہوتی ہے ابتدا عالم کی انتہا کے لئے
بنایا رب نے جسے بھی وہ ہے فنا کے لئے
جاگنا ہے جاگ جاافلاک کے سایہ تلے
حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سایہ تلے
آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

کون کہتا ہے کہ مومن مر گیا
قید سے چھوٹا وہ اپنے گھر گیا

ہر طرح سجایا اس گھر کو جس گھر میں ٹھہرنا ہے دو دن
اور جس گھر میں ہمیشہ رہنا ہے کیا ہے وہ گھر معلوم نہیں

ایک جھونکے میں ہے ادھر سے ادھر
چار دن کی بہار ہے دنیا
عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں
زندگی ایک شوخ نیند کی طرح بیت گئی
جیسے جھونکا کوئی گلشن سے گذر جاتا ہے

حصول برکت لئے ایک مرتبہ اور درود شریف پڑھئے......

تمہید موضوع

آج کے اس پر فتن دور اور ہوش ربا ماحول میں ہی نہیں بلکہ اصول آغاز آفرینش سے چلا آرہا ہے کہ خالق ارض وسما جل جلالہ کی جملہ تحقیق میں کوئی شئے، کوئی بات، کوئی مسئلہ ومنصوبہ ایسا نہیں پایا جاتا جس سے مخلوق کا کلیۃً اتفاق ہی پایا جاتا ہو اور اختلاف کا نام بھی نہ ہو۔

دوستان محترم! آپ جب اپنی زبان کو حرکت دے کر کوئی جملہ ادا کریں، خوب غور وفکر کر کے کوئی پروگرام بنائیں، اچھی طرح سمجھ کر، سوچ کر منصوبہ تجویز کریں تو یہ لازمی اور ضروری نہیں کہ آپ کی اس بات اور منصوبہ پر تمام کے تمام متفق ہی ہوں۔ مختلف ومخالف کوئی بھی نہ ہو، ایسا ہرگز دیکھنے میں نہیں آتا۔ بلکہ حد تو یہ ہے کہ خون وپسینہ کی کمائی کھانے والا باپ بھی اپنے دانشمند بیٹے کے سامنے کوئی منصوبہ پیش کرتا ہے تو بعض وقت باپ کا منصوبہ مشورہ بیٹا بھی تسلیم نہیں کرتا۔ کیوں کہ وہ اپنے والد کے

مشورے اور منصوبے سے متفق نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر استاذ اپنے تلمیذ خاص سے کوئی بات کہتا ہے تو بعض وقت شاگرد رشید بھی اپنی عقل وقیاس کے مطابق استاذ کی بات قبول نہیں کرتا کیوں کہ وہ اپنے استاذ کی رائے سے اختلاف رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت والوہیت سے اختلاف انبیاء ومرسلین کی نبوت ورسالت سے اختلاف اولیاء عظام کی ولایت وکرامت سے اختلاف ائمہ ومجتہدین کے اجتہادو روایات سے اختلاف توحید سے اختلاف، وحدانیت سے اختلاف، الوہیت سے اختلاف، الٰہیت سے اختلاف، خدا کی ذات سے اختلاف، خدا کی صفات سے اختلاف، رسالت سے اختلاف، نبوت سے اختلاف، خلافت سے اختلاف، صحابیت سے اختلاف، صداقت سے اختلاف، عدالت سے اختلاف، سخاوت سے اختلاف، شجاعت سے اختلاف، شرافت سے اختلاف، قطبیت سے اختلاف، ولایت سے اختلاف، نجات سے اختلاف، غوثیت سے اختلاف، خواجگیت سے اختلاف، فقہ سے اختلاف، مسائل سے اختلاف، فضائل سے اختلاف، عقائد سے اختلاف، معتقدات سے اختلاف، نظریات سے اختلاف، دستور سے اختلاف، قانون سے اختلاف، زندگی سے اختلاف، بندگی سے اختلاف، وضو میں اختلاف، نماز میں اختلاف، تراویح میں اختلاف، عقیدت بنانے میں اختلاف، طریقت بنانے میں اختلاف، بولی میں اختلاف، رہنے میں اختلاف، بسنے میں اختلاف، گھر بنانے میں اختلاف، مذہب میں اختلاف، نظریہ میں اختلاف، سیاست میں اختلاف، معاشیت میں اختلاف، اقتصادیت میں اختلاف، یہ آج کے عہد میں اظہر من الشمس ہے۔

ہر شئے میں اختلاف

ان اختلاف کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج مسلمانوں میں جدا جدا جماعتیں نظر آرہی ہیں برساتی مینڈکوں کی نئے نئے فرقہائے باطلہ ظاہر ہو رہے ہیں جو اپنی اپنی عقل وقیاس کے ذریعہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے گمراہ کن تراجم ومطالب لوگوں کے

سامنے پیش کر رہے ہیں، ولولۂ ایمان اور جذبۂ ایمان رکھنے والے مسلمانوں کو ہلاکت وتباہی کے قعر عمیق میں ڈھکیل رہے ہیں، سیدھے سادے مسلمانوں کے قلوب سے عظمت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عقیدت اولیاء کا استیصال کررہے ہیں۔ جس کے زہر سے مسلمانوں کے قلوب مردہ ہوتے جارہے ہیں۔ بایں سبب مسلمان کثیر تعداد میں ہوتے ہوئے بھی رعب اغیار سے مرعوب ہوتے جارہے ہیں قوم مسلم پر اغیار دل کھول کر مظالم ڈھا رہے ہیں، اس پر ظلم وبربریت کے پہاڑ گرا رہے ہیں، جدھر دیکھو مسلمان ایک خوفناکی میں گھرے ہوئے ہیں۔ یہ سب گروپ بندی اور فرقہ پرستی کا نتیجہ ہے۔ اسی فرقہ بندی کو دیکھ کر شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال پکار اٹھے:

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں   کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

الغرض مختصر یوں سمجھئے کہ خالق ذوالجلال کی جملہ تخلیق میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس سے مخلوق نے اختلاف نہ کیا ہو ہاں! اگر کوئی چیز ایسی ہے جس سے بالکل اختلاف نہ کیا جاتا ہو تو وہ ہے، جس کا تذکرہ رب العالمین احکم الحاکمین قرآن پاک کی اس آیت کریمہ میں فرمارہا ہے "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ موت کے متعلق آپ ہندو سے دریافت کریں کہ اے ہندو! مرنا ہے؟ تو وہ کہیں ہاں ہمیں مرنا ہے، یہود سے پوچھیں کہ تمہیں لقمہ اجل بننا ہے؟ وہ بھی کہیں گے ہاں ہاں! ہمیں لقمہ اجل بننا ہے، اگر عیسائی سے معلوم کریں کہ اے عیسائی! بتاؤ کہ تمہیں اس دار فانی سے کوچ کرنا ہے؟ تو وہ بھی جواب دیں گے، ہاں ہاں، ہمیں اس دار فانی سے کوچ کرنا ہے۔ اگر مجوسی سے پوچھیں کہ تمہیں اس دنیا کو خیر آباد کہنا ہے؟ تو وہ بھی کہے گا ہاں ہاں! اس دنیا کو خیر آباد کہنا ہے۔ اگر کسی دہریہ سے معلوم کریں کہ تمہیں اس دنیا سے جانا ہے؟ تو وہ بھی کہے گا ہاں ہاں، ہمیں اس دنیا سے جانا ہے۔ اگر کسی سکھ سے سوال کریں کہ تمہیں موت کے گھاٹ اترنا ہے تو وہ بھی یہی کہے گا اور اگر بندۂ خدا سے موت کے بارے سوال کریں، جس کے دل میں شمع ایمان روشن ہو، محبت اسلام پائی جاتی ہو اور اس سے معلوم کریں جس کا دل نور ایمان سے خالی ہو تو

تمام ادیان ومذاہب کا ایک ہی جواب ہوگا، ایک ہی عقیدہ وخیال ہوگا، ایک ہی آواز و پکار ہوگی ''موت'' بے شک آنی ہے، ایک نہ ایک دن سب چھوڑ کر جانا ہے، یعنی موت یقینی شئے ہے، ایک مستحکم فیصلہ ہے ''موت'' ایک اٹل قانون ہے، موت کی صداقت وحقانیت پر سب کا اتفاق ہے۔

☆ موت ایک سواری ہے، جس پر ہر ایک کو سوار ہونا ہے
☆ موت ایک ایسا راستہ ہے، جس پر ہر ایک کو چلنا ہے
☆ موت ایک ایسا پل ہے، جسے ہر ایک کو پار کرنا ہے
☆ موت ایک ایسا دروازہ ہے، جس سے ہر ایک کو گذرنا ہے
☆ موت ایک ایسا منظر ہے، جس کا نظارہ ہر ایک کو کرنا ہے
☆ موت ایک ایسا ساغر ہے، جو ہر ایک کو نوش کرنا ہے
☆ موت کا ایسا ذائقہ ہے جو ہر ایک کو چکھنا ہے

گویا خالق ارض وسماں جل جلالہ وعم نوالہ کی جملہ تخلیق میں صرف موت ہی ایک ایسی شئے ہے، جس میں تمام ادیان ومذاہب یگانگت رکھتے ہیں، کائنات کی ہر چیز میں اختلاف کرلیا گیا، مگر موت کے بارے میں کسی نے چون وچرا نہیں کی، اس لئے آج اپنا موضوعِ سخن ہے قرآن کریم واحادیث مبارکہ کی روشنی میں ''فلسفۂ موت وحیات'' رکھتا ہوں۔ تمام خوبیوں کے مالک اللہ عزوجل کی بے شمار صفات میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ ساری کائنات کی تخلیق فرمائی۔ اس لئے اس کو خالق کہتے ہیں۔ اور جب اس نے کسی کو پیدا نہیں فرمایا تھا تب بھی خالق تھا۔ خالق کائنات نے ہم سب کو زندگی میں ملبوس فرما کر اس دنیا میں بھیجا اور وہی ایک لباس زندگی اتار کر لبادۂ موت بھی پہنائے گا۔

تلاوت کردہ آیت کریمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذہن کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر یاد دلا رہا ہے کہ جس طرح ہم نے تمہیں دنیا میں بھیجا ہے اسی طرح تم کو اس فانی دنیا سے کوچ کرنا ہے، اپنے جملہ عزیز واقارب سے جدا ہونا ہے۔ یہ دنیا کی ناپائیداری بہاریں، یہ اونچے اونچے محلات، یہ فرش رخان، نرم نرم گدے، گرم گرم بستر، کھنکھناتی

ہوئی پونجی بھری ہوئی تجوریاں۔ ان سب کو خیرآباد کہہ کر موت کا مزہ چکھ کر ہمارے دربار میں حاضر ہونا ہے:

جاگنا ہے جاگ جا افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سایہ تلے

مالک حقیقی جل جلالہ نے تلاوت کردہ آیت مقدسہ میں تو صرف ممات نفوس کا ہی تذکرہ فرمایا، لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ صرف اہل نفوس کو ہی فنا نہیں ہے، بلکہ ساری کائنات کو ایک دن فنا ہے، جو آیا ہے وہ جانے کے لئے، جو پیدا ہوا ہے وہ مرنے کے لئے، یہ نیلگوں آسماں، یہ مہر درخشاں، یہ ماہ ضوفشاں، یہ انجم وکہکشاں، یہ فرش زمین، یہ چمن رنگین، گلہائے نزہت آفریں، نسترونسرین، لالہ ویاسمین، یہ باغ بہار دلنشیں، یہ کوہ گراں بار، صحرائے ناہموار، سر بفلک اشجار، یہ سبزہ زادیاں ویرانیاں اور آبادیاں، یہ بحر زخار، سمندر ناپیدار کنار، قلزم بے حصار، چشمہ وآبشار، عالم جسمانیات، عالم سفلیات، عالم لطفیات، عالم کشفیات، عالم مفردات، عالم مرکبات، عالم معدنیات، عالم جمادات، عالم نباتات، عالم حیوانات، کل کائنات، فرشتے، انسان، جنات، غرض ہمہ مخلوقات، جملہ موجودات کو فنا ہونا ہے:

ہوئی ہے ابتدا عالم کی انتہا کے لئے بنایا رب نے جسے بس وہ فنا کے لئے

ہاں اگر کوئی باقی رہنے والی ذات ہے، اگر کوئی باقی رہنے والی ہستی ہے، تو وہ خداوند قدوس کی ذات ہے، خداوند قدوس کی ہستی ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے ''کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ'' یعنی ہر چیز فانی ہے سوا اس ذات کے۔ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

اب آیئے اصل موضوع کی طرف پلٹ آؤں۔ ''کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ برادران اسلامیہ! ''موت'' ایک بھیانک لفظ ہے، موت ایک انتہائی لرزہ دینے والا ورڈ ہے، موت! جس کا تصور ہی آدمی کو موت سے قریب کردے، موت وہ ہے جس کے تصور سے بدن میں کپکپی ہو جاتی ہے، موت ایک

امر مبرم ہے، موت جو اللہ کا ایک مکمل فیصلہ ہے، موت جو اللہ کا ایک اٹل قانون ہے۔ موت آئے گی اور بلاشبہ آئے گی، موت جس سے آج تک کوئی کنارہ نہیں کر سکا، موت جس سے آج تک کوئی نہ بچ سکا موت جب آتی ہے تو یہ نہیں دیکھتی ہے کہ کس کے بڑھاپے کا چراغ گل ہو رہا ہے، یا کس سہاگن کا سہاگ اجڑ رہا ہے موت جب آتی ہے تو انسان بے دست و پا ہو جاتا ہے، کج کلاہان زمانے کو بھی موت آنی ہے، تخت نشیں بھی مرا کرتے ہیں اور فرش نشیں زمین پر چلنے والے بھی مرا کرتے ہیں، بادشاہ سلاطین بھی مرا کرتے ہیں، بڑے بڑے عہدیداران کو بھی موت کے گھاٹ اترنا پڑتا ہے، جب موت آتی ہے تو دنیا بے بس ہو جاتی ہے۔ کون ہے! جو موت کو آنکھیں دکھاتا ہو؟ کون ہے جو موت کے مدمقابل آسکا ہو؟ کون ہے جو موت سے پنجہ لڑا سکا ہو؟ کون ہے جس نے کبھی موت کو ٹالنے کی کوشش کی ہو دنیا کے تمام مصیبتوں کو ٹالا جاسکتا ہے، بعض مصیبتوں کو دوستی کی بنیاد پر ٹالا جاسکتا ہے، بعض مصیبتوں کو طاقت وقوت کی بنیاد پر ٹالا جاسکتا ہے، بعض مصیبتوں کو دولت و پیسے کے بل بوتے پر ٹالا جاسکتا ہے، بعض مصیبتوں کو تعلقات کی بنیاد پر ٹالا جاسکتا ہے۔ اگر موت کو دوستی کی بنیاد پر ٹالا جاسکتا ہے تو شاید فاروق اعظم کو موت نہ آتی، اگر موت کو حکومت و طاقت کی بنیاد پر ٹالا جاسکتا تو شاید رستم وسکندر کو موت نہ آتی، اگر موت کو اقتدار کی بنیاد پر ٹالا جاسکتا تو کج کلاہان زمانہ کو موت نہ آتی، نمرود نہ مرتا، سکندر نہ مرتا، ہامان نہ مرتا، شداد نہ مرتا۔ اگر موت کو ثروت دولت کے بل بوتے ٹالا جاسکتا، تو قارون کو موت نہ آتی۔ لیکن موت کو کسی بنیاد پر ٹالا نہیں جاسکتا، موت سے پنجہ آزمائی نہیں کی جاسکتی۔ اس کے باوجود ہم موت کو یاد نہیں کرتے۔ یہ انسان کے اندر بہت بڑی کمزوری ہے کہ ہر مسئلہ کو غور وفکر کے ساتھ دیکھا اور کرتا ہے لیکن موت اس کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اس نے اس پر کبھی غور وفکر نہیں کیا۔ دیکھو! انسان بیمار بھی پڑتا ہے اور نہیں بھی پڑتا ہے، انسان غریب بھی ہوتا ہے اور نہیں بھی ہوتا ہے۔ غریبی اور بیماری دونوں وجودی عدمی حیثیت میں برابر ہیں۔ لیکن بیماری کے خلاف ہمیشہ جدوجہد کرتا ہے

اور غریبی کے خلاف اس نے ہمیشہ محاذ قائم کیا ہے اور اجتماعی اور انفرادی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ غریبی بھی آتی ہے اور نہیں بھی آتی ہے، انسان بیمار ہوتا اور نہیں بھی ہوتا، لیکن موت کا صرف ایک پہلو ہے، موت آئے گی بلاشبہ آئے گی۔ لیکن انسان عجیب ہے موت کے متعلق کچھ بھی نہیں کرتا ہے۔ ہم نے موت کو آج تک سمجھا ہی نہیں، اگر ہم موت کو یاد کرتے تو ہم کو جینا آجاتا، شعور زندگی مل جاتا، جینے کا طریقہ وسلیقہ معلوم ہو جاتا، لیکن چوں کہ موت کو ہم نے یاد نہیں کیا اس لئے ہم زندگی کی کیفیت میں نہ آسکے اور ہم نے جانا ہی نہیں کی زندگی کیا ہے؟ اور موت کیا ہے؟ اگر حقیقت میں ہم موت سے واقف ہو جائیں تو زندگی کی حقیقتوں سے بھی واقف ہو جائیں گے، لیکن ہماری نگاہوں سے موت کی حقیقت اوجھل ہو چکی ہے اسی لئے ہم زندگی کی لذتیں بھی حاصل نہیں کر پاتے۔ کہا جاتا ہے کہ اشیاء اپنی صورت سے پہچانی جاتی ہے، دنیا کو اپنی دولت سے پہچانا جاتا ہے، صبح کو شام سے پہچانا جاتا ہے، دن کو رات سے پہچانا جاتا ہے، اگر شام نہیں ہوتی تو صبح کا چہرہ انسان نہیں پہچانتا۔ اگر رات نہ ہوتی دن کی روشنی انسان نہیں پہچانتا، اگر تاریکی نہ ہوتی اجالے کو انسان نہیں پہچان پاتا، اگر مرض نہ ہوتا تو صحت کو انسان نہیں پہچانتا۔ لیکن آپ نے اپنی زندگی میں نہ زندگی کو پہچانا، اور نہ موت کو پہچانا اب آپ کو اختیار ہے کہ میرا عنوان گفتگو موت سمجھیں یا زندگی سمجھیں۔ بہر حال میں آپ کے سامنے موت کے موضوع پر بولنا چاہتا ہوں۔

یہ ایک ڈراؤنا لفظ ہے، ''موت'' انتہائی لرزہ دینے والا لفظ ہے، موت جس کے تصور ہی سے انسان کانپ جائے۔ وہ لوگ جو شب وروز موت کو یاد کرتے ہیں اور ان کے پاس موت آجائے تو وہ لوگ بھی موت سے راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کریں گے۔

ایک بڑھیا جنگل سے سر پر لکڑی کا گٹھر لا رہی تھی، تو بڑھیا نے کہا، اے میری موت کہاں ہے؟ اگر وہ آجاتی ہے تو روز روز کا گٹھر لادنا ختم ہو جاتا۔ ایک دفعہ کی تکلیف جانکنی کے وقت برداشت کر لیتی مگر ہمیشہ کی تکلیف سے نجات مل جاتی ہے تو اچانک ایک انسان نمودار ہوا تو برھیا نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا تو نے ابھی

مجھے یاد کیا ہے۔ میں ملک الموت ہوں۔ تو بڑھیا نے کہا ہاں! تو ملک الموت ہے لیکن میں نے تجھے اس لئے بلایا تھا کہ تم میرے سر پر گٹھر اٹھا کر رکھ دو" دیکھا آپ نے! موت کو یاد کرنے والے جب آمنے سامنے ہو جاتے، موت کے مدمقابل ہو جاتے ہیں تو وہ بھی راہ فرار اختیار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

موت ایک عجیب شئے ہے، موت کا ایک دن آنا یقینی ہے، ہمیں بھی موت آئے گی اور آپ کو بھی موت آئے گی، ہم زندگی کے تمام مسائل پر غور کرتے ہیں لیکن موت پر غور نہیں کرتے، یا تو ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ موت غور کرنے کی چیز ہے ہی نہیں، اگر ایسا سمجھ رکھا ہے تو ہم زندگی سے گریزاں ہیں، زندگی کی حقیقتوں کو کچل رہے ہیں، زندگی سے نگاہیں پھیر رہے ہیں۔ ہم زندگی کی متلاشی نہیں، ہمیں خود معلوم نہیں کی زندگی کہاں ہے۔

دوستان محترم! موت کو سمجھنا بے پناہ ضروری ہے تاکہ زندگی آپ کے پاس آجائے۔ پیاری زندگی، صاف ستھری زندگی، تابناک زندگی، روحانی زندگی۔ اگر آپ نے موت کو سمجھا ہے تو ہمیشہ جاننے پہچاننے والا چہرۂ انسانی تمیز نہ کر سکے کہ یہ موت کا چہرہ ہے یا زندگی کا چہرہ ہے۔ تو یہ کہیں گے کہ اے مولانا صاحب! تاریخ بھی پڑھی اور سنی ہے۔ ہمارے ادبا نے ہمارے شعرا نے، ارباب فکر ونظر نے موت کی تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے۔ موت کی کچھ حقیقتیں ہمارے سامنے پیش کی ہیں۔ مثلاً شاعر کہتا ہے:

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہور ترتیب
موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

عناصر میں ظہور ترتیب زندگی کا نام ہے اور اجزا زندگی کا پریشاں ہونا موت ہے۔ یہ بھی موت زندگی کی حقیقت ہندوستان کے قدیم شعرا نے کہا ہے، انسان کے جسم میں جب تک اتحاد موجود رہتا ہے، روح موجود رہتی ہے، تب تک انسان زندہ رہتا ہے اور اتحاد جسم سے نکل جاتا ہے، روح نکل جاتی ہے تو انسان مرجاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ روح اور جسم کے درمیان اتحاد رہتا ہے تو اس وقت انسان زندہ رہتا ہے اور جہاں جسم اور روح کے درمیان اختلاف ہوتا ہے تو انسان کو موت آجاتی ہے۔

انسان لقمۂ اجل بن جاتا ہے، اسے موت کے گھاٹ اترنا پڑتا ہے۔

اتحاد کا نام زندگی اور اختلاف کا نام موت ہے

اب میں آپ لوگوں کو ایک جملہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہماری موت کا فلسفہ ہمیں کیا بتا رہا ہے، ہماری موت کا تصور ہم سے کیا کہہ رہا ہے کہ جب تک ہماری روح اور جسم کے درمیان اتفاق اتحاد رہتا ہے جسم زندہ رہتا ہے اب جب ان دونوں کے درمیان اختلاف ہوتا ہے تو جسم مرجاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جب تک تم متحد رہو گے، زندہ رہو گے، جب تک متحد تھے، زندہ تھے۔ اور جہاں اختلاف ہوا تو وہیں موت واقع ہو جاتی ہے تو یہ مختصر سا جملہ بتا رہا ہے کہ "اتحاد کا نام زندگی ہے اور اختلاف کا نام موت ہے" یہ جملہ پوری تاریخ پر حاوی ہے مادی قوم کے عروج وزوال کی نشاندہی کرتا ہے۔ اگر قوم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو معاشرہ کی موت ہے، اگر سماج میں اختلاف ہو جائے تو سمجھو اس مذہب کی موت ہے، اگر ملک میں اختلاف ہو جائے تو اس ملک کی موت ہے، اگر دنیا میں اختلاف ہو جائے تو سمجھو دنیا کی موت ہے۔ کیا آپ نے موت کو اس انداز سے سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے؟ اگر آپ موت اور زندگی کو اندازے سے سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہوتے تو آج آپ کی یہ حالت نہ ہوتی! آپ خود موت کو بلا رہے ہیں۔ میں انفرادی موت، اجتماعی موت، قومی موت، دائمی موت، معاشرتی موت، ملکی موت، شہری موت، تمدنی موت، تہذیبی موت۔ نہ جانے کتنی موتیں ہیں، جنہوں نے آپ کے گھروں میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ آپ تمام حقیقتوں سے ناواقف ہو چکے ہیں۔

اور سنئے! پھر میں بہت سے ایسے مردے بھی دیکھے ہیں جو چلتے بھی ہیں، اٹھتے بھی ہیں، کھاتے بھی ہیں، پیتے بھی ہیں، سوتے بھی ہیں، بازار مارکیٹ بھی کرتے ہیں اور حقوق زندگی بھی ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو آپ کہیں گے مولانا! آپ کیسی باتیں کرتے ہیں، کہ کہیں مردہ بھی کھاتا ہے، چلتا بھی ہے؟ تو میں کہوں گا، سنو حضرات گرامی! کہ مدینے کی مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اے کلمہ پڑھنے والو!

پورے جسم کے اندر گوشت کا ایک لوتھڑا، اگر وہ صحیح ہے تو آدمی صحیح ہے، اگر وہ غلط
تو آدمی غلط، اگر وہ زندہ تو آدمی زندہ، اگر وہ مردہ تو آدمی مردہ۔ اگر وہ اچھا تو آدمی بھی
اچھا، اگر وہ خراب تو آدمی بھی خراب۔'' حضرت حذیفہ یمانی نے عرض کیا ''یارسول
اللہ ﷺ! وہ کیا چیز ہے''؟ فرمایا ''وَھِیَ الْقَلْبُ'' وہ ہے دل۔ اگر دل اچھا تو آدمی
اچھا، اگر دل خراب تو آدمی خراب، اگر دل غلط تو آدمی غلط، اگر دل صحیح تو آدمی صحیح،
اگر دل زندہ تو آدمی زندہ، اگر دل زندہ ہے اور آدمی سویا ہوا ہے تب بھی زندہ ہے، دل
کی زندگی سے انسان کی زندگی وابستہ ہے۔ مطلب یہ ہے، اگر چہ دل بظاہر زندہ ہے،
اگر اس کا احساس مردہ ہے، وہ زندہ ہے مگر اس کا ضمیر مردہ ہے، وہ زندہ ہے مگر اس کا
اخلاق مردہ ہے، وہ زندہ ہے مگر اس کا کردار مردہ ہے۔

ایک عبرت آموز واقعہ

آیئے! ایک عبرت آموز واقعہ مجھے یاد آگیا۔ بڑا ہی عبرت آموز واقعہ ہے کہ
ایک گاؤں میں کسی رئیس آدمی کا انتقال ہو گیا تو اس کے جنازے میں قریب دو سو لوگ جمع
ہو گئے۔ اتفاق سے مولانا صاحب قبرستان نہ پہنچ سکے، اب یہ دو سو آدمی پریشان مولانا
صاحب تو آئے نہیں، نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟ تو حسن اتفاق اسی قبرستان
میں ایک مجذوب بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ سب لوگ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے
سائیں جی! ہمارے مولانا صاحب کسی وجہ سے نہ آسکے لہٰذا آپ نماز جنازہ پڑھا
دیجئے۔ وہ بزرگ اٹھے اور نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے ایک نظر میت
پر ڈال کر پیچھے کی طرف نماز جنازہ پڑھنے والوں کو دیکھا اور نیت تکبیر تحریمہ کر کے ہاتھ
باندھ لئے مقتدیوں نے بھی نیت باندھ لی اور پہلی تکبیر کے بعد انتظار کرنے لگے کہ
سائیں جی دوسری تکبیر کہیں گے مگر سائیں جی اطمینان سے چپ کھڑے تھے۔ مقتدی
بہت پریشان و بے قرار ہو گئے۔ آخر خدا خدا کر کے پندرہ منٹ کے بعد سائیں جی
نے کہا اللہ اکبر مقتدیوں نے دل ہی دل میں کہا ''خدا کا شکر ہے'' سائیں جی دوسری

تکبیر کہہ کر پھر خاموش ہو گئے۔ اب مقتدی اور گھبرائے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد
سائیں جی نے تیسری تکبیر کہا اور پھر خاموش ہو گئے۔ مقتدی بہت تنگ ہوئے اور
بجائے جنازہ کی دعا کے دل ہی دل میں سائیں جی کو گالیاں دینے لگے۔ آدھے گھنٹے
کے بعد سائیں جی نے چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرا تو سارے مقتدیوں نے سائیں جی
کو گھیر لیا اور غصہ کا اظہار کرنے لگے کہ سائیں جی! تم نے نماز جنازہ میں گھنٹوں لگا دیا!
سائیں جی نے کہا بھئی غصہ میں کیوں آتے ہو، مجھ سے پوچھو تو سہی کہ میں نے اتنا
طویل جنازہ کیوں پڑھایا۔ سب نے کہا چلو، اچھا بتاؤ! سائیں جی نے بتایا ''بات
دراصل یہ ہے کہ میں نے جب سامنے دیکھا تو ایک میت پڑی تھی اور جب مڑ کر
تمہاری طرف پیچھے دیکھا اور تمہارے قلب اور روح پر غور کیا تو مردے ہی مردے
نظر آئے۔ میرے آگے تو ایک میت تھی اور پیچھے دو سو میتیں تھیں تو میں نے صرف ایک
ہی میت کا جنازہ نہیں پڑھایا بلکہ سب کا جنازہ پڑھ ڈالا ہے:

ایک زندہ حقیقت ہے یہ بہتان نہیں ہے
ہم کہنے کو زندہ ہیں مگر جان نہیں

حکایت

اسی سے متعلق ایک اور حکایت مغنی الواعظین میں ہے کہ دو اہل دل حضرت شبلی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کی غرض سے دور دراز سے آرہے تھے۔ راہ میں ایک مقام
پر پہنچے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ جس مقصد کے لئے اتنی
دور سے چلے تھے وہ پورا نہ ہو سکا کیوں کہ آج حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔
دوسرے اہل دل نے کہا تمہیں ان کی وفات کا علم کیوں کر ہوا؟ کیسے ہوا؟ اس نے کہا میں
نے بلبلوں کو آپس میں گفتگو کرتے سنا ہے جو تذکرہ کر رہی تھیں کہ افسوس! حضرت شبلی جو
موجودہ زمانے میں بڑے عابد و زاہد تھے آج رات کو فوت ہو گئے۔ پھر ان دونوں نے
آپس میں مشورہ کیا کہ چلو دور دراز سے سفر طے کر کے آئے ہیں، ان کے جنازہ میں ہی

شرکت ہو جائے تو غنیمت ہے۔ پھر دونوں اہل دل جب شبلی کے مکان پر پہنچے تو حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو زندہ پا کر حیران و ششدر رہ گئے اور کہا ہم نے دو بلبلوں کی زبانی سنا تھا کہ آج رات آپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بلبلوں نے سچ کہا کیوں کہ آج رات میری نماز تہجد رہ گئی تھی۔ اس واسطے آسمان پر میرے مرنے کی خبر سنادی گئی تھی جس کہ وجہ سے بلبلوں نے میرے مرنے کی بات کی۔ غور کیجئے کہ یہ تو خواص کا حال تھا لیکن وہ ذرا عوام سوچیں جو کہ اکثر اوقات ذکر الٰہی اور ذکر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے غافل رہتے ہیں کہ ان کے ایک وقت کی نماز تہجد قضا ہو گئی تو آسمان میں ان کے موت کی خبر سنادی گئی اور جو پنج گانہ نماز نہیں پڑھتے ہیں ان کا کیا عالم ہوگا۔ نہ جانے ان کو کتنی موتیں آتی ہوں گی، کیا ان کی یہ زندگی زندگی ہے:

زندگی زندہ دلی کا نام
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں
حیات بنتی ہے ایماں کی دھڑکنوں سے حیات
جسے حیات بشر کہیں وہ ابھی بشر میں نہیں

اسی لئے حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّکَ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ (مشکوٰۃ شریف)۔ ترجمہ: رب تعالیٰ کے ذاکر اور غافل کی مثال زندہ و مردہ کی مثال ہے۔ یعنی جو ذکر خداوندی کرتا رہتا ہے تو وہ زندہ ہے اور جو غافل ہے وہ مردہ، تو حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو انسان خدا کی یاد بھول چکا ہے، خواہ وہ چلتا پھرتا کام کاج کرتا نظر آئے، پھر بھی وہ مردہ ہے:

ذکر سے دل جس کا تابندہ نہیں لاکھ زندہ مگر زندہ نہیں

اور جس بشر نے خدا کی یاد اور محبت مصطفیٰ ﷺ سے دل کی دنیا سجائی ہے اور ہر وقت ان کی یاد سے تازگی کرتا رہتا ہے، خواہ جہاں بھی کہیں نظر آئے، زندہ ہے۔

دوستو! اگر ہمارے اعمال نیک ہوتے، اگر ہمارا احساس زندہ ہوتا، اگر ہمارا کردار زندہ ہوتا، اگر ہمارا دل زندہ ہوتا، تو خدا کی قسم! سب سے زیادہ ہماری تابناک زندگی

ہوتی۔ کون ہے جو ہمیں فراموش کرتا، کون ہے جو آج ہمیں بری آنکھ سے دیکھتا؟ لیکن آج ہم نے موت کو بھلا دیا ہے، آج ہم زندگی کے قدروں کے حامل نہیں ہیں، زندگی کو بھول گئے ہیں، موت اور آخرت کو بھول چکے ہیں۔ آج ہم آخرت کو بھول کر دنیا کو بہتر بنانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور دنیا کے عیش و آرام اور خواہشات میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ یاد رکھو مسلمانو! کہیں بروز حشر تم کو ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا نہ پڑے۔ اور ہمیشہ کے لئے تم خسارے میں پڑ جاؤ۔ مسلمانو! دنیا تو ایک فانی شئے ہے، دنیا تو ایک عارضی چیز ہے، جہان تو ایک حادث چیز ہے، دنیا ایک ایسی چیز ہے اس کو جتنا بڑھاؤ گے بڑھتی چلی جائے گی۔ اور تم اس کی خواہشوں کے پھندے میں پھنستے ہی چلے جاؤ گے:

ہم اسیر آرزو ہیں دل بہلنے کے لئے
رات دن کی گردشیں ہیں عمر ڈھلنے کے لئے
زندگی پچھلا پہر ہے رات کا اے کم نظر!
یہ اندھیرا ہو رہا ہے دن نکلنے کے لئے

دوستو! اس دنیا میں غور کرو، خالق کائنات کی اس تخلیق میں غور کرو تو آپ کو نظر آ جائے گا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ، دنیا کا پتہ پتہ ہمارے ذہن کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ اے انسان! تجھ کو بھی ایک دن ضرور بالضرور فنا کے گھاٹ اترنا ہے۔ تجھ کو ایک موت کی سواری پر سوار ہونا ہے، ہمیں ایک دن موت کے راستے پر چلنا ہے، تمہیں ایک موت کے پل کو پار کرنا ہے، تمہیں ایک دن موت کے دروازے سے گذرنا ہے، تمہیں ایک دن موت کے منظر کا نظارہ کرنا ہے، تمہیں ایک دن موت کا ساغر نوش کرنا ہے، تمہیں ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے:

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سایہ تلے
ہوئی ہے ابتدا عالم کی انتہا کے لئے
بنایا رب نے جسے بھی وہ ہے فنا کے لئے

قبر اور زمین کی پکار

اے غفلت شعار انسان! یہ خاکدان گیتی جس پر تو اپنی فانی حادث عارضی زندگی کے شب و روز پورے کر رہا ہے، یہ فرش جس کی چھاتی پر تو عیش و آرام میں پھنس کر عقبیٰ کو بھول چکا ہے، یہ دھرتی تجھے ہر روز بار بار پکار کر کہتی ہے، یہ زمین ہر روز تیرے دماغ کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر یاد دلاتی ہے کہ میری چھاتی پر سفر حیات طے کرنے والے انسان! ذرا دل کے کانوں سے سن، گوش ہوش سے سن، غفلت کی ڈاٹ لگا کر سن کہ تو میری پیٹھ پر ہمیشہ نہیں رہے گا۔ بلکہ تجھے ایک روز میرے پیٹ میں بھی آنا ہے۔ یاد رکھ میری پیٹھ سے میرے پیٹ میں آ کر تو اپنے تمام نیک و بد اعمال کی جزا و سزا پا کر رہے گا جو تو نے میری پیٹھ پر کئے ہیں۔ اے اولاد آدم! یاد رکھ کہ میں غربت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، آج تو میری پیٹھ پر ہنستا ہے، کل تجھے میرے پیٹ میں رونا ہوگا۔ آج تو میری پیٹھ پر نرم نرم بستروں پر سوتا ہے، کل تجھے میرے پیٹ میں مٹی پر سونا ہوگا۔ آج تو میری پیٹھ پر روشنیوں و چہل پہل میں رہنا پسند کرتا ہے، کل تجھے میرے پیٹ میں تاریکیوں میں تنہا رہنا ہوگا۔ آج تو میری پیٹھ پر کود کود کر، اکڑ اکڑ، سینہ تان تان کر چلتا ہے، کل تجھے میر پیٹ میں بے حس و حرکت دبا رہنا ہوگا۔ جب میری دبوچ تیرے بدن پر پڑے گی تو تیرے جسم کی ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی پسلیاں ادھر ہو جائیں گی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ قبر یہ بھی کہتی ہے کہ میرے اندر آنے کے لئے سامان کرو۔ اے کمزور انسان! تو اپنی زندگی میں اپنی جان پر رحم کر، تو اپنی زندگی میں اچھے اعمال کر، اپنے اوپر رحم کرے گا تو جب تیری ملاقات مجھ سے ہوگی میں تجھ پر رحم کروں گی۔ میں وہ گھر ہوں جو شخص فرمانبردار بن کر اس میں داخل ہوگا وہ قیامت کے روز خوش و خرم نکلے گا اور جو نافرمان ہو کر اس میں داخل ہوگا وہ قیامت کے روز ہلاکت کو ساتھ لے کر نکلے گا۔ اور جب مردہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو قبر پکار کر کہتی ہے تو میری پیٹھ پر دھوکا دے کر زندگی گذارتا رہا اور اپنی نگاہوں سے اپنے بہت سے گھر کے

لوگوں کو دیکھا کہ دنیوی زندگی کے دھوکے میں رہے اور اچانک موت آ گئی اور قبر میں رکھ دیئے گئے مشاہدہ کے باوجود تو نے کوئی عبرت حاصل نہیں کی:

نہ ہو غافل ارے ناداں تجھے اک روز جانا ہے

باغیچے چھوڑ کر خالی زمیں میں بھی اندر سمانا ہے

دنیا ایک چمن ہے

اس دنیا کی مثال ایسی ہے کہ جس طرح چمن کا مالی پھولوں کے پودوں سے مسکراتے ہوئے پھول توڑ لیتا ہے، اسی طرح مالک صرف نوزائیدہ و عمر رسیدہ ہی کو نہیں، بلکہ صحت مند نوجوانوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ جس طرح چمن میں کچھ کلیاں اور گلہائے پژمردہ ایک معمولی ہوا کے جھونکے سے گر جاتے ہیں، اسی طرح دنیا کی کچی کلیاں اور گلہائے پژمردہ یعنی بچے عمر رسیدہ بھی ذرا سے درد و تکلیف کے جھونکوں سے موت کی گود میں پہونچ جاتے ہیں۔

دوستو! چمن میں گل بھی ہوتے ہیں اور خار بھی ہوتے ہیں، اسی طرح دنیا میں گل بھی ہیں، یعنی مومنین، صالحین اور خار بھی ہیں، یعنی کافرین، مشرکین و منافقین اور گنہگار بندے بھی۔ مالی چمن سے جب پھول لگاتا ہے تو اچھی طرح حفاظت سے رکھتا ہے، اور کانٹوں کو کوڑے پر پھینک دیتا ہے یا آگ کا ایندھن بنالیتا ہے۔ اسی طرح وہ خالق کائنات گلہائے دنیا یعنی مومنین، صالحین، متقین لوگوں کو بہشت کی بہاروں میں بہت عیش و آرام کے ساتھ رکھتا ہے اور خاروں یعنی کافرین و منافقین اور بدکاروں کو دوزخ کے کوڑے میں پھینک کر دوزخ کا ایندھن بنا دیتا ہے۔ لہٰذا دوستو! احکام خداوندی اور فرامین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہمیں جنت کا پھول بنائے۔ آمین

اللہ بچائے ہم سب کو صدقہ میں نبی کے دوزخ سے

ایندھن ہوں جہاں انسان و حجر اس نار کا عالم کیا ہوگا

دوستو! آپ کو معلوم ہوگیا کہ چمن کا پتہ پتہ اور دنیا کا لحظہ لحظہ ہمیں موت و فنا کا

پیغام پیش کررہاہے۔

فصاحت وبلاغت

یہ بھی حقیقت ہے کہ آج بازار دنیا میں کسی چیز کی کمی خاکدان گیتی کے سینہ پر نہیں، ایک سے بڑھ کر ایک ادیب پایا جاتا ہے۔ اس دنیا میں سخن پردازوں کا ہجوم بھی ہے، فصاحت وبلاغت کے تاجدار بھی ہیں، میدان شعروادب کے شہسوار بھی ہیں۔ بے شک مگر کیا انہوں نے کبھی لفظ دنیا کے معنی ومطلب کو بھی سمجھا اور سمجھایا۔ لفظ دنیا کی بھی تحقیق کر کے اس سے درس وعبرت حاصل کیا۔ لغات اٹھا کر دیکھو، ڈکشنری کھول کر دیکھو کہ لفظ دنیا بھی اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ اس دنیا میں رہ کر آخرت کو بھول جانے والے انسان، یہ دنیا بہت کم مدت تک رہنے والی ہے۔ آپ ذرا لفظ دنیا کی تشریح کو سمجھئے، دنیا صیغہ واحد مونث بحث اسم تفضیل ہے۔ جس کا معنی ہے زیادہ قریب ہونے والی۔ اہل لغات کا کہنا ہے کہ اس عالم کو دنیا اس لئے کہتے ہیں کہ یہ زوال کے بہت قریب ہے، فنا کے بہت نزدیک ہے۔ کسی عاقبت اندیش شاعر نے اس کو اس طرح کہا ہے:

عمر برق و شرار ہے دنیا — کتنی بے اعتبار ہے دنیا
زندگی نام رکھ دیا کس نے — موت کا انتظار ہے دنیا

ابن آدم

اے ابن آدم! اے آدم کی اولاد، ذرا لفظ ''ابن آدم'' کے مفہوم ومعنی پر غور کر۔ ابن آدم بھی تجھ کو متنبہ کررہا ہے کہ اے ابن آدم! جب تک تجھے دم آرہا ہے تو ابن آدم ہے، جونہی دم رک گیا پھر مٹی کا ڈھیر بن گیا۔ یہ بات الگ ہے، اگر تو حیات دنیو میں نفسیات کو فنا کردے تو پھر دم رک جائے، بعد میں بھی زندہ ہے۔ گویا کہ یہ تیری زندگی کا دارومدار اچھے چلتے دم پر ہے۔ پھر تو کیوں دم دینے والے خالق ومالک کا شکریہ ادا نہیں کرتا ہر ایک دم پر تیرے ذمہ اس کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے اور نہ جانے

ایک دن میں کتنے دم لیتا ہے تو کیا ان تمام دموں پر شکر خداوندی ادا کرتا ہے؟

سیدنا شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''گلستاں'' کے مقدمے میں اس فلسفہ کو بڑے ہی عبرت آمیز انداز میں رقم فرمایا ہے، کہ جو سانس اندر جاتا ہے، حیات کا بڑھانے والا ہے اور جب باہر آتا ہے، ذات کو خوش کرنے والا ہے۔ تو ہر سانس میں دو نعمتیں موجود ہیں اور ہر نعمت پر ایک شکر واجب ہے۔ اے دنیا کے منصب فصاحت وبلاغت کا تاج سر پر رکھنے والے انسان! اگر اس دنیا وزندگی کے حقیقی مفہوم کو سمجھ کر اس دنیا میں سفر حیات طے کرتا ہے تو کیا آج اس طرح دنیا کے ساز وسامان میں گھر کر خداوند قدوس ومصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول جاتا مگر بات یہ ہے کہ:

تمہیں کالی گھٹاؤں کا نہیں پہچاننا آیا
نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے کہتے ہو کہ ساون ہے

اے آدم زاد! تو نے دنیا کے رہنے کے مکانات تو خوب صاف شفاف، خوبصورت وچمکدار کر رکھے ہیں۔ کیا ہی خوب ہے کہ اپنا اصلی گھر یعنی قبر کو بھی اعمال صالحہ سے روشن ومنور کرے اور صاف وشفاف اور کشادہ اپنی گور کو بھی بنائے۔ لیکن افسوس! صد افسوس!!

ہر طرح سجایا اس گھر کو، جس گھر میں ٹھہرنا ہے دو دن
جس گھر میں ہمیشہ رہنا ہے کیسا ہے وہ گھر معلوم نہیں

عالم خواب کا بھیانک منظر

'' میں عالم خواب میں تروتازہ صحرا سے گذر رہا ہوں۔ اچانک میری نگاہ نے دیکھا کہ ایک شیر میرے پیچھے چلا آرہا ہے، جوں ہی میری نظریں شیر کی جانب پہنچیں تو میں پسینہ پسینہ ہوگیا۔ مارے ڈر کے فوراً میں اپنی حفاظت کی غرض سے تیز دوڑنا شروع کردیا، جونہی میں نے بھاگنا شروع کیا تو شیر نے میرا تعاقب کیا۔ میں آگے شیر پس پشت چلا آرہا ہے۔ دوڑتے دوڑتے میں تھک کر چلنے سے عاجز ہونے لگا۔ دریں اثنا مجھے ایک گہرا گڈھا نظر آیا۔ میں نے گڈھے میں اپنی جان کی بچاؤ کی خاطر کود جانے

کا قصد کیا تا کہ شیر کے سخت حملے سے نجات پا کر جان کی حفاظت کروں۔ لیکن جونہی یری نگاہیں گڑھے کے اندر پہونچیں تو دیکھا اس گڈھے میں بہت طویل و عریض ژدہا منہ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے، اگر شیر کے شدید حملے کے ڈر سے گڈھے کو پناہ گاہ بنالیتا تو اژدہا مجھ کو بآسانی اپنا شکار بنالیتا۔ یہ نقشہ دیکھ کر کہ میرے تعاقب میں شیر اور روبرو گہرا گڑھا ہے اور اس میں منھ پھیلائے ہوئے اژدہا ہے، پاؤں میں طاقت رفتار بھی نہیں، میرے ہوش حواس قابو سے باہر ہونے لگے۔ پھر اچانک میری نظریں ایک درخت پر پڑیں جو کہ گڈھے سے بالکل قریب تھا اور اس کی شاخیں گڑھے کے اوپر جھکی ہوئی تھیں۔ میں نے جھٹ سے ایک شاخ کو پکڑ لیا اور لٹک گیا۔ لیکن جس شاخ کو پکڑ کر میں پناہ لئے ہوئے تھا اس کو دو چوہے سیاہ و سفید جڑ سے کاٹ رہے تھے۔ اب مجھ پر بہت ہی وحشت چھانے لگی مارے خوف و ہراس کے میرا جنازہ نکلنے لگا کہ تھوڑی دیر میں ٹہنی کٹ جائے گی اور میں نیچے گر کر شیر یا اژدہے کا شکار بن جاؤں گا۔ ہائے افسوس! کیا ہوگا؟ میں اسی ہیبت و خطرے میں گھرا ہوا تھا۔ اتفاقاً اسی درخت پر مجھ کو شہد کا ایک چھتہ نظر آیا تو اس میں سے ایک قطرہ زبان پر لگایا۔ اس کا ذائقہ بہت اچھا محسوس ہوا۔ پھر میں شہد کے چاٹنے میں منہمک ہوا کہ نہ ہی مجھ کو حملۂ شیر کا خیال رہا، نہ اژدہے کا ڈر اور نہ چوہوں کا خیال رہا۔ نوبت یہاں تک آپہونچی کہ اچانک وہ ٹہنی جڑ سے کٹ گئی اور شیر نے چیر پھاڑ کر گڈھے میں پھینک دیا۔''

وہ بزرگ اپنے مرید کی زبانی اس کے خواب کی کہانی سن کر فرمانے لگے کہ ''اے میرے مرید! خواب افسانہ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ بذریعہ خواب تجھ کو اس دنیوی زندگی مفہوم سے آگاہ فرمارہا ہے، سن! جنگل سے مراد دنیا ہے اور شیر مانند موت کے ہے کہ آدمی اس سے کتنا بھاگے مگر وہ ہر دم ساتھ ہے۔ کسی طرح سے بھی اس سے چھٹکارا نہیں ہوتا۔

یاد رکھ! ہر آن موت ہے بن تو مت انجان آخر موت ہے
مرتے جاتے ہیں ہزاروں آدمی عاقل و نادان آخر موت ہے

بار بار علمی تجھے سمجھا چکے مان لے یا مت مان آخر موت ہے

اور اژدہا تیرے بد اعمال ہیں جو قبر میں ڈسیں گے۔ ٹہنی، یہ تیری عمر ہے، دو چوہے یہ دن اور رات ہیں، جو عمر کی شاخ کو دن بدن کاٹ رہے ہیں۔ سفید چوہا دن اور سیاہ رات ہے اور شہد کا چھتہ دنیا کی فانی شہوات ہیں اور محبت ہے۔ جس میں انسان مشغول ہو کر موت و قبر اور سزائے اعمال بد سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس کو آخرت کا بالکل خیال ہی نہیں رہتا۔ پھر جب موت آتی ہے تو حسرت و شرمندگی کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

عزیزان گرامی! ذرا غور و تدبر کرو کہ جس کے تعاقب میں شیر ہو وہ گڈھے کے اوپر پناہ گزیں ہو کہ جس میں اژدہا منھ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے اور اس ٹہنی کو دو چوہے بھی کاٹ رہے ہیں، تو للہ انصاف سے بتاؤ کہ اس ٹہنی پر پناہ لینے والا شخص کبھی سوچ سکتا ہے کہ مجھے یہاں ہمیشہ رہنا ہے یا بہت مدت قیام کرنا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! ٹہنی ایک نہ ایک وقت کٹ کر گڈھے میں گر جائے گی اور اس کو شیر و اژدہے کا نوالہ بننا ہی پڑے گا:

کیا خوشی ہو دل کو چنداں زیست ہے غمزدہ ہے جان آخر موت ہے
ملک فانی میں فنا ہر شئے کو ہے سن لگا کر کان! آخر موت ہے

ہائے افسوس! آج انسان کی عقل وفہم پر کیسا غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے باوجودیکہ یہ ''اشرف المخلوقات'' کے خطاب سے نوازا گیا لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ آدَمَ کا تاج اس کے سر پر رکھا گیا۔ ہوشیار و خبردار بھی ہے لیکن پھر بھی دنیا میں تو محنت و مشقت کر کے تکالیف و مشکلات کا سامنا کر کے دنیوی دولت روپیوں، پیسوں سے تجوریا بھری رکھتا ہے، لیکن عقبیٰ میں کام آنے والی دولت یعنی اعمال حسنہ جمع نہیں کرتا۔ دنیا فانی کے شہوات و لذت میں پھنس کر آخرت کو ایسا بھول گیا کہ بڑے فخریہ انداز میں کہتا پھرتا ہے، ع ''دنیا کے مزے لے لو جی یہ دنیا تمہاری ہے۔'' آج کے غفلت شعار انسانوں کی حالت دیکھ کر کسی اہل دل شاعر نے کیا ہی درد بھرا شعر کہا ہے:

نہ جانے ان پہ کیا گذرے سر منزل پہونچنے تک
غبار کارواں کو ہائے جو منزل سمجھتے ہیں

قابل صد حیرت بات تو یہ ہے، یہ دنیوی دولت سے محبت کرنے والا انسان بذات خود کمائی ہوئی دولت اپنے اوپر بھی کما حقہ صرف نہیں کرتا بلکہ آنے والی نسل کے لئے بحفاظت جمع کر کے رکھتا ہے۔ آئندہ نسل کی سہولیات کا انتظام کرنے میں پریشان و برگشتہ رہتا ہے۔ یاد رکھ میرے پیارے! یاد رکھ مرنے کے بعد یہ دولت ثروت کوئی کام نہیں دے گی۔ یعنی یہ تیرے ورثا تیرے دل پر قبضہ کرنے والے کبھی تیرا خیال بھی کریں گے یا نہیں؟ سنبھل جا اے غافل سنبھل جا۔ اب بھی وقت ہے۔ اور تمنا آرزو کرے گا کہ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ تھوڑی مدت مجھے اور جینے دیا ہوتا (کہ میں زکوٰۃ دیتا، صدقہ دیتا، حج کرتا، نماز پڑھتا)

اے ابن آدم ابھی تیری سانس جاری ہے، اب تو اپنی فکر آپ کر توشۂ آخرت تیار رکھ۔ جب کچا دھاگہ تیری سانس کا ٹوٹ جائے گا تو تیرے خویش واقارب تیرے مال وخزانہ مکان و دوکان کے قابض و مالک ہو جائیں گے۔ پھر تیری فکر کریں گے کہ نہیں، لہٰذا ابھی تو تیرا قبضہ ہے۔ پھر سارے تصرفات ختم ہو جائیں گے، اب راہ خدا میں دل کھول کر دے:

توشۂ اعمال اپنے ساتھ لے جاؤ اخی! کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی
بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے فاتحہ کو قبر پر کوئی یا نہ آئے

بہر کیف! میں اپنے موضوع پر کافی روشنی ڈال چکا جو طالب حق کے لئے حق نما شاہراہ ہدایت سے کم نہیں۔ باقی بے عمل لوگ اور دنیا دار لوگ جن کی بصیرتوں کے محلات کو بے عملی غلط روی اور دنیا داری کے ڈائنامیٹ نے تباہ کر دیا ہے ان کے لئے تو روایتوں کے ہزاروں دفتر بھی بے کار ہیں، اس لئے کہ:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر
اے چشم طوفان نوح لانے سے کیا فائدہ اک قطرہ ہی بہت ہے اگر کچھ اثر کرے

اللہ تبارک و تعالیٰ حق سننے، حق بولنے کی اور حق پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ

خطبہ۲

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ.

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ۔

اس سے پہلے کہ عرض معروض کا سلسلہ جاری ہو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔ درود شریف..........

کیا ان غداران رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان منکر علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں کہ اس موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک تو قرآن اور دوسرے میرے اہل بیت۔ اگر تم ان دونوں کا دامن تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ قرآن اور میرے اہل بیت ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ ان کا راستہ کبھی الگ نہیں ہوگا۔ حتیٰ کی حوض کوثر پر بھی یہ دونوں اکٹھے ہو کر ہم سے ملاقات کریں گے۔''

محترم حضرات! محمد عربی ﷺ کے اس فرمان عالیشان میں ایک لطیف نکتے کی نشاندہی ہوتی ہے، ایک خاص الخاص راز سے پردہ اٹھتا ہے۔ قیامت کے دن امام الانبیاء ﷺ کی پورے میدان محشر میں جلوہ گری ہوگی، مقام محمود پر آپ تشریف فرما ہوں گے۔ جنت کے دروازوں کو آپ کھول رہے ہوں گے، عرش الٰہی کے سامنے

آپ سجدہ ریز ہوں گے، پل صراط پر آپ اپنی امت کو گزار رہے ہوں گے، لواء الحمد خدا کی تعریف کا پرچم آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔انبیاء کرام علیہم السلام کی قیادت آپ فرما رہے ہوں گے، رب کائنات کے حضور اپنی امت کی سفارش وشفاعت آپ فرما رہے ہوں گے، لوگوں کے اعمال وزن کرنے کے لئے میزان پر آپ ہوں گے، امت کے دوزخیوں کو آپ دوزخ سے نکال رہے ہوں گے، اپنی گنہگار امت کا جہنم میں داخلہ روکنے کے لئے مالک فرشتہ دوزخ سے محو گفتگو آپ ہوں گے جگہ جگہ آپ کی رسائی ہوگی، چپہ چپہ پر آپ کی حکومت ہوگی، جہاں چاہیں گے آپ جائیں گے، عرصۂ محشر کا کوئی ایسا مقام بھی نہیں ہوگا، جہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ قوتوں کا ظہور نہ ہوگا۔استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

تو پھر کیا وجہ تھی کہ آپ نے اہل بیت اور قرآن کے لئے فرمایا کہ یہ دونوں حوض کوثر پر ہم سے ملاقات کریں گے۔اس میں مصلحت کیا تھی، اس میں کون سا راز تھا، اس میں کون سی خاص حکمت پوشیدہ تھی کہ پورے میدان محشر میں قوت مصطفائی کا ظہور ہونے کے باوجود آپ نے قرآن اور اہل بیت اطہار سے ملاقات کے لئے حوض کوثر کو مخصوص فرمایا۔تو یاد رکھنا کہ ماضی ومستقبل کی خبر دینے والے آقا ظاہر و باطن کو جاننے والے رسول، غیب کی خبر دینے والے نبی، دل کی دھڑکنوں کو محسوس کرنے والے پیغمبر،، دنیا کو بتا دینا چاہتے ہیں مستقبل کے ان پردوں کو پہلے ہی چاک کر دینا چاہتے ہیں۔کہاں ہیں وہ لوگ؟ جو لوگ علم رسول پر طرح طرح سے حملہ کرنے میں شب وروز سرگرداں رہتے ہیں۔اے غیب داں رسول کے علم ماکان وما یکون سے انکار کرنے والو! سنو! اے پیغمبر اعظم کے علم لدنی پر حملہ کرنے والو! سنو! رسول مدنی کے بے پناہ علوم وفنون کو ابلیس لعین اور ملک الموت کے مقابلے میں کم اور ناقص قرار دینے والو! سنو! رسول اعظم کو پیٹھ پیچھے کی خبر سے بے خبر کہنے والو! سنو! آؤ آؤ عدل

وانصاف اور حق وصداقت کا دامن مضبوطی سے تھام کر، تعصب کے عینک اتار کر چشمان ایمانی سے حدیث رسول کا مطالعہ کرو، نگاہ محبت سے رسول اعظم کی تاریخ کی ورق گردانی کرو، قول نبی کی حکمت آفرینی کی باریکیوں سے رسول عربی کے علم غیب کا جائزہ لو، میرے آقا کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے آب دار کلمات کو بغور پڑھو، خدا کی قسم حرارت ایمانی مچل اٹھے گی۔غیب داں رسول شہادت حسین کی پیشن گوئیاں پہلے ہی فرما رہے ہیں، سنو میرے آقا نے قرآن اور اہل بیت سے ملاقات کے لئے حوض کوثر کو اس لئے مخصوص فرمایا تھا۔نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی کہ کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں کربلا کے لالہ زار میدان میں فسق وفجور کی تاریکیوں میں ظلم تشدد کے اندھیروں میں نیزے اور برچھیوں کے بیچ میں خنجر وشمشیر کے جھرمٹ میں ظالم وجابر کی حکمرانی میں نینوا کی خارزار وادیوں میں جوانان اہل بیت کے ساتھ میرے حسین کو پیاسا شہید کر دیا جائے گا۔شدت کی گرمی میں تین دن کی شدید پیاس سے علی اکبر کے ہونٹ خشک ہو چکے ہوں گے۔ ننھے علی اصغر کا حلق سوکھ کر کانٹا ہو چکا ہوگا۔ سکینہ کی پیاس کی شدت سے آنکھیں ابل رہی ہوں گی، زینب وکلثوم کو گرم گرم لو کے تھپیڑوں سے بار بار غش آرہا ہوگا، عون ومحمد کی روحیں پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہی ہوگی، قاسم وعباس کے حلقوم پیاس کی جلن سے تڑپ رہے ہوں گے، فرزندان عقیل وجعفر وعلی کو پانی کی سخت ضرورت ہوگی، خنجر جفا کے دھارے کے نیچے ظہر کی نماز تیمّم سے ادا کرنے والے حسین کو عصر کی نماز کا وضو کرنے کے لئے پانی کی سخت ضرورت ہوگی۔ان حالات میں ضروری تھا کہ کربلا کے پیاسے شہیدوں کا استقبال کوثر وسلسبیل کے جام ہاتھوں میں لے کر کیا جاتا۔

دوستو! یہی ایک مقصود تھا، یہی تو ایک وجہ تھی کہ آپ نے فرمایا کہ ”قرآن اور میرے اہل بیت ہمیشہ ساتھ رہیں گے اور اکٹھے ہو کر حوض کوثر پر ہم سے ملاقات کریں گے۔“ میرے نبی کو معلوم تھا کہ حسین کے سوکھے گلے پر یزید کے ظلم تشدد کی تلواریں چلیں گی، میرے نبی کو معلوم تھا کہ حسین کو نینوا کے میدان میں اپنے جاںنثاروں

کے ساتھ قرآنی احکام کے توڑنے والی حکومت سے پنجہ آزمائی کرنا پڑے گی، میرے نبی کو معلوم تھا کہ حسین کو تین دن کی بھوک اور پیاس سے نڈھال ہو کر کربلا کی بے آب وگیاہ زمین پر عظمت قرآن کی بقا کی خاطر جان دینا پڑے گی، میرے نبی کو معلوم تھا کہ ظلم و بربریت اور فسق و فجور کی بھیانک تاریکیوں میں زندگی بسر کرنے والے تنگ نظر میرے حسین کے لئے پانی بند کر دیں گے، میرے نبی کو معلوم تھا کہ میری امت کے شریر ظالم جابر فاسق و فاجر میرے حسین کے مقدس ہاتھ کو اپنے ناپاک ہاتھ میں لینا چاہیں گے میرا حسین سر تو دے گا مگر ہاتھ نہ دے گا۔ تبھی تو سلطان الہند خاندان چشت اہل بہشت، خواجگاں معین الملۃ والدین چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ اس فرمان عالی کو سلک نظم میں پرو کر خوب ارشاد فرماتے ہیں:

سر داد نہ داد دست در دست یزید   حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین

دیکھا آپ نے! یہ ہے میرے نبی کا علم غیب

حضور اقدس کوہِ صفا پر

یاد کیجئے اس منظر کو جس وقت پیغمبر اسلام نے کوہ صفا کو منبر بنا کر حق و صداقت رشد و ہدایت کا عظیم المرتبت پیغام اہل عرب کو نام بنام پکار کر پیش کیا تھا۔ آپ کا کوہ صفا کی بلند چوٹی سے پکارنا تھا کہ تمام کے تمام سیلاب کی طرح موجیں مارتے ہوئے کوہ کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ ہر شخص اپنے ذہن و فکر میں یہ سوچتا ہوا چلا آرہا ہے کہ نہ جانے محمد بن عبداللہ کوہ صفا کی چوٹی سے کیوں پکار رہے ہیں، نہیں معلوم آج انہیں کون سی ضرورت پیش آگئی ہے۔ چلو چل کر دیکھیں آخر معاملہ کیا ہو سکتا ہے کہ ہمارے منفعت کی کوئی چیز سوچی ہو چونکہ ان لوگوں کو چالیس سالہ تجربہ ہو چکا تھا کہ محمد عربی انتہائی صادق و امین ہیں۔ یہ صداقت و دیانت کے پیکر سنجیدگی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ہیں۔ آنے والوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، ایک آیا، دوسرا آیا، گروہ کے گروہ قافلے کے قافلے آتے گئے۔ یہاں تک کہ مجمع کی تعداد بہت وسیع ہو جاتی ہے۔

الغرض جس کے کان میں صدائے رسالت ٹکراتی ہے وہ بصد شوق بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہو جاتا ہے۔ پیغمبر اسلام وقار و متانت اور احساس ذمہ داری کے ساتھ صفا کی بلند چوٹی پر جلوہ افروز ہیں، ہر چہار جانب سے قریش کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ٹکٹکی باندھے آپ کے نورانی رخ زیبا پر ملکوتی حسن کی زیارت کر رہا ہے۔ مجمع میں ظاہری طور پر انتہائی سکون و اطمینان نظر آرہا ہے لیکن باطنی طور پر انتہائی کرب و بے چینی کا عالم ہے۔ آج مکہ کی پوری دنیا اس انتظار میں ہے کہ نہ جانے محمد عربی کی زبان فیض ترجمان سے کیسے پھول کھلیں گے، سارا مجمع گوش بر آواز ہے۔ یکا یک لبہائے نبوت میں جنبش ہورتی ہے۔ اللہ کا مقدس رسول فرماتا ہے۔

ارشاد رسالت ہوتا ہے ”اے لوگو! دیکھو قلہ کوہ پر کھڑا ہوں اور تم سب اس کے نیچے ہو۔ جس طرح میں سامنے دیکھ رہا ہوں یقین جانو بالکل اسی طرح میں اپنے دائیں بائیں پہاڑ کی طرف بھی دیکھ رہا ہوں۔ بتاؤ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ایک ہتھیار بند لشکر دور سے آتا ہوا دکھائی دے رہا ہے اس کا ارادہ ہے تم لوگوں پر چڑھائی کرے، کیا تم لوگ میری اس بات کو سچ جانو گے۔“ اتنا فرمانا تھا کہ مجمع میں ایک شور مچتا ہے۔ ہر طرف سے نَعَم مَاجَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلاَّ صِدْقًا کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ پورا مجمع بیک زبان ہو کر کہتا ہے کیوں نہیں، ضرور ضرور، یقیناً ہم آپ کی کہی ہوئی بات کو سچ جانیں گے۔ اس لئے کہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے سنا ہی نہیں، انتہائی صادق و امین ہیں۔ بھلا ہم آپ کو کیوں کر جھٹلا سکیں گے۔

دوستو! ذرا کلام رسالت کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ لگایئے۔ قربان جایئے انداز رسالت پر۔ آقا سب سے پہلے چند ہی لفظوں میں اپنی حقانیت کا سکہ ان کے دلوں میں بٹھا دیتے ہیں، ان کی زبانوں سے اپنی صداقت کا اقرار کرا لیتے ہیں۔ پہلے اپنے آپ کو منوا لیتے ہیں۔ اس کے بعد نبوت کا اظہار فرماتے ہیں۔ ذرا غور کیجئے اور دیکھئے کہ ان مختصر سے دو ہی جملوں میں نگاہ نبوت کی کیسی خوبصورت مثال پیش کی گئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کا مقدس نبی دنیا و آخرت کو اس طرح دیکھتا ہے جس طرح ایک

پہاڑ پر چڑھنے والا پہاڑ کے دونوں سروں کو یکساں دیکھتا ہے۔مگر اہل دنیا اس طرح نہیں دیکھتے جس طرح کہ ایک طرف سے دامن کوہ میں کھڑا ہونے والا شخص پشت کوہ کو نہیں دیکھ رہا ہے۔ نیچے رہنے والے کو اس پار کی چیز اوپر کھڑے ہونے والے کی زبان سے اگر وہ سچا ہے تو تسلیم کرنی پڑتی ہے۔پیغمبر اسلام اس تمہید کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ ’’اے لوگو! سن لو موت تمہارے سر پر کھڑی ہے، یقین کر لو ایک نہ ایک دن تم سبھی کو رب حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، ہر ایک کے اعمال کا حساب و کتاب ہونا ہی ہے، قیامت ضرور قائم ہونی ہے۔اپنے کیے کی جزا سزا ملنی ہے۔اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو کفر و شرک کی زندگی سے پاک ہو کر پرچم اسلام کے دار الامان میں آجاؤ۔‘‘

’’اور سردار قریش! سن لو یہ باتیں ہرگز ہرگز اپنی طرف سے گڑھ کر پیش نہیں کر رہا ہوں بلکہ تمام باتوں کا میں اس طرح مشاہدہ کر رہا ہوں جس طرح تم سب مجھے اور اپنے سامنے والی تمام اشیا کو دیکھ رہے ہو۔ میں عالم آخرت کو بھی اسی طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح تم سب اس دنیا اور اس کی چیزوں کو دیکھ رہے ہو۔‘‘ اللہ اکبر! ذرا اندازہ تو کیجیے علم نبوت کا۔ کہاں ہیں وہ ظالم جو علم رسالت کو پاگلوں، مجنونوں، بچوں اور معاذ اللہ چوپایوں کے علم سے تشبیہ دیتے ہیں، کہاں ہیں وہ غداران رسالت جو علم نبوت کو شیطان لعین کے مقابلے میں کم اور ناقص قرار دیتے ہیں۔ سن لیں وہ لوگ اور کان کھول کر سن لیں! اللہ نے اپنے حبیب کو ابتدا آفرینش سے لے کر دخول جنت کے سارے علوم غیب عطا فرما دیئے ہیں۔ اس کے ثبوت میں قرآن کی بے شمار آیتیں شاہد ہیں نظر آنے کے لئے ضرورت ہے نگاہ محبت کی۔

حضور پر اللہ کا فضل بہت ہی بڑا ہے

خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے: وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ. وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (پارہ ۵، سورۃ النساء ع ۱۴) یعنی اے محبوب آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے، ان تمام چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ

کا فضل آپ پر بہت ہی بڑا ہے۔ سبحان اللہ! مقدس آیت نے کتنی وضاحت کے ساتھ علوم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر ناپیدا کنار کا اظہار فرمادیا کہ جو کچھ بھی اور جن جن چیزوں کو آپ نہیں جانتے تھے وہ ازل سے ابد تک کی کائنات اور ان کے واقعات و حالات کا علم ہو یا خدا کی ذات و صفات کی معارف ہوں علم شہادت ہو یا علم غیب سب کچھ اور ہر چیز کا علم خداوند قدوس نے آپ کو عطا فرمادیا ہے۔

برادران اسلام! اب آپ بتادیجئے کہ علوم و معارف کی وہ کون سی دولت ہے جو رحمۃ للعالمین کی رحمت والی کملی میں نہیں ہے اور عالم شہادت اور عالم غیب کا وہ کون سا ایسا منظر ہے جو پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت کے پیش نظر نہیں ہے۔ ارے آپ سے اور کوئی غیب پوشیدہ رہ سکتا ہے جب کہ غیب الغیب رب کائنات ہی پوشیدہ نہ رہ سکا، جن کی آنکھوں سے خدا نہیں چھپا بھلا ان آنکھوں سے خدا کی ساری خدائی کیونکر اور کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

اسی مفہوم کو سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین ملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ سلک نظم میں پروتے ہوئے کیا ہی خوب ارشاد فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

علم غیب آیات قرآنیہ کی روشنی میں!

بہر کیف بزرگان ملت! اگر اب بھی تشفی نہیں ہوئی تو اور آگے بڑھ کر قرآن مجید کے اوراق الٹئے جن میں چند آیات کریمہ علم غیب رسول ﷺ کے جلوے لے کر اپنی پوری چمک دمک کے ساتھ اس طرح جن کو دیکھ کر مومنین کی دنیائے ایمان مطلع انوار بن جاتی ہے، ہدایت کا نور بکھیر رہی ہیں۔ آؤ! قرآن کو کھولو، خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ (پارہ ۴، سورۃ ۳، آل عمران) یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں کہ عام لوگوں کو

علم دے دے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، یعنی اپنے رسولوں کو اپنا مجتبیٰ بنالیتا ہے۔ یعنی علم غیب کا علم دینے کے لئے ان کو چن لیتا ہے۔ اگر اب بھی سکون نہیں ہوا تو آؤ اللہ تعالیٰ دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (پارہ۲۹)۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمام غیوب کو جاننے والا ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوائے اپنے رسولوں کے جو مرتضٰی یعنی پسندیدہ ہیں۔

برادران ملت! غور فرمایئے، پہلی آیت اعلان کر رہی ہے کہ رسولوں کی جماعت جو مجتبیٰ ہیں، یعنی تمام انسانوں میں منتخب ہیں، ان کو خداوند قدوس اپنے غیب کا علم عطا فرمادیتا ہے اور دوسری آیت تمہیں جھنجھوڑ کر بتا رہی ہے کہ اللہ کے مقدس رسولوں کا گروہ مقدس جماعت جو مرتضٰی یعنی خدا کے پسندیدہ ہیں ان کو عالم الغیب علم غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

مجتبیٰ اور مرتضٰی

اب آپ ہی بتایئے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے مجتبیٰ (چنے ہوئے) اور مرتضٰی (پسندیدہ) رسول ہیں یا نہیں؟ کون کہہ سکتا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مجتبیٰ اور مرتضٰی نہیں۔ ارے خدا کی قسم! مجتبیٰ اور مرتضٰی میرے رسول کے ہی دو نام ہیں، پھر بھلا ان کے مجتبیٰ اور مرتضٰی ہونے میں کون شک کر سکتا ہے اور جب ساری دنیا کو یہ تسلیم ہے کہ میرے پیارے رسول خدا کے مجتبیٰ اور مرتضٰی ہیں تو پھر ساری دنیا کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ خداوند عالم نے ان کو اپنے غیب کے جاننے والے ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کو دربار رسالت میں انتہائی جوش و عقیدت کے ساتھ یہ کہنا چاہئے ''یارسول اللہ'' صلی اللہ علیہ وسلم:

سر عرش پر ہے تری گذر ، دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

برادران گرامی! اگر اب بھی سمجھ میں نہیں آیا تو آؤ قرآن مجید کی ایک آیت اور بھی سنتے چلئے پروردگار کا فرمان وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (پارہ ۳۰، سورۃ

انشقاق ۸، ع٦، آیت نمبر۱۴) یعنی یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔ سبحان اللہ۔ مسلمانو! غور کرو! خدا نے فرمایا میرا نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں ہے۔ خدا کا فرمان جبھی تو صحیح ہوگا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہو اور وہ دوسروں کو بتاتے بھی ہوں کیوں کہ بخیل اسی کو کہتے ہیں جس کے پاس مال و دولت ہو اور وہ کسی کو نہ دیتا ہو۔ دیکھئے دیوار کسی کو کچھ نہیں دیتی مگر کوئی دیوار کو بخیل نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اس کے پاس مال ہی نہیں۔ اسی طرح ایک فاقہ مست مفلس فقیر کو کون بخیل کہہ سکتا ہے کیوں کہ بخیل اسی کو کہا جا سکتا ہے کہ جس کے پاس مال ہو اور وہ کسی کو کچھ نہ دے اور فقیر مفلس و قلاش آدمی کے پاس کوئی مال ہی نہیں ہے تو اس کا صاف مطلب ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کے پاس مال ہے اور وہ دوسروں کو دیتا بھی ہے تو جب عالم الغیب خداوند قدوس نے اپنے حمد و ثناء میں یہ فرمایا کہ میرا نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں ہے۔ یقیناً اس کا یہی مطلب ہے کہ نبی غیب کا علم جانتے بھی ہیں اور دوسروں کو بتاتے بھی ہیں، حضرات! اگر اب بھی قرار نہیں ہوا تو آؤ اور آگے آؤ۔ تفسیر خازن کے اوراق الٹو! ارشاد ربانی وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ کی تشریح اٹھا کر دیکھو۔ صاحب تفسیر خازن بھی انتہائی وضاحت اور صفائی کے ساتھ آیت کی تفسیر میں یہ تحریر فرماتے ہیں، يَاْتِيْهِ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يَبْخَلُ بِهٖ بَلْ عَلَّمَكُمْ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خدا کی طرف سے علم غیب آتا ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخیلی نہیں فرماتے بلکہ آپ امتیوں کو بھی بتا دیتے ہیں۔

برادران اسلام! للہ انصاف سے بتایئے کہ قرآن مجید کی ان چمکتی ہوئی آیات میں اور مفسرین کی ان تفسیرات و تصریحات میں علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیسے کیسے روشن اور تابناک جلوے نظر آرہے ہیں مگر افسوس کی اس کا کیا علاج کہ کچھ لوگ یا تو ان کی ایمانی بصیرت ختم ہوگئی ہے کہ انہیں یہ آیتیں نظر نہیں آتیں۔ یا وہ اس دور میں یہودیوں کے احبار و رہبان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں کہ وہ دیدہ و دانستہ جس طرح یہودیوں کے پوپ اور پادری تورات و انجیل میں نبی آخر الزماں کی

بشارتوں اور ان کی نشانیوں کو چھپالیا کرتے تھے اسی طرح یہ لوگ نبی رحمت کے فضائل و کمالات کی آیات بینات پر پردہ ڈال کر پیارے محمد مصطفےٰ ﷺ کی شان و عظمت کو گھٹا رہے ہیں۔ پیارے مسلمانو! اب ہم ان بد بختوں کے بارے میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ بد نصیبی کی عفریت نے ان کی متاع عقل پر ایسا ڈاکہ ڈالا ہے، ایسی رہزنی کی ہے کہ ان کی ایمانی بصیرت و بصارت غارت و برباد کر کے ان کو بالکل ہی ایمانی عقل سے محروم و مفلس بنا ڈالا ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان عقل کے یتیموں اور بصر کے اندھوں کے بارے میں سچ فرمایا ہے:

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے　　یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

علم غیب احادیث کریمہ کی روشنی میں

اگر اب بھی جی نہ بھرا ہو تو اٹھاؤ "زرقانی علی المواھب" کھولو اور دیکھو جلد ۷ صفحہ ۲۳۴ میں یہ حدیث مذکورہ ہے کہ فرمایا نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رُفِعَ لِیَ الدُّنیَا وَاَنَا اَنظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَاھُوَا کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ کَفِّیْ ھٰذِہٖ یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے لئے اٹھا کر میرے سامنے پیش کر دیا کہ تمام دنیا کو اس میں قیامت تک جو کچھ بھی ہونے والا ہے ان سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح میں اپنے ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

سبحان اللہ، سبحان اللہ! حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ نبوت کا کیا کہنا۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم و النجم میں ہے آپ کی بینائی کی

برادران ملت! نگاہ نبوت سے کیا پوشیدہ ہے، میرے آقا و مولیٰ نے مسجد نبوی کی محراب میں کھڑے ہو کر جنت و دوزخ کو دیکھ لیا ہے مجھے کہہ لینے دیجئے کہ جنت و دوزخ کی کیا حقیقت ہے ان آنکھوں نے تو فرش و عرش لوح و قلم کو دیکھ لیا ہے، ساری

خدائی کو دیکھ لیا ہے، بلکہ کہنے دیجئے کہ خود خدا کو دیکھ لیا ہے۔ تو جس نگاہ نبوت سے خدا نہ چھپا تو خدا کی خدائی کیسے چھپ سکتی ہے۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم پہ نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حضور کا دو قبروں سے گزرنا

اگر اب بھی سکون نہیں ملا تو اٹھاؤ مشکوۃ شریف جلد ۱، صفحہ ۴۲ باب آداب الخلاء کی پہلی فصل کی چوتھی حدیث دیکھو اور یہی حدیث بخاری شریف جلد ۱، بَابُ الْکَبَآئِرِ اِنْ لَّا یَسْتَنِدُ من بولہ صفحہ ۳۵ کہ، عَنْ اِبْنِ عَبَّاس مَرَّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذِّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَایَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَۃً رَطَبَۃً فَشَقَّھَا بِنِصْفَیْنِ ثم غَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَۃٍ. قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ صَنَعْتَ ھٰذَا فَقَالَ لَعَلَّہٗ اَنْ یُخَفَّفَ عَنْھُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا. یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گذرے تو ارشاد فرمایا یقیناً یہ دونوں عذاب قبر میں مبتلا ہیں اور کسی ایسے گناہ میں عذاب نہیں دیا جا رہا ہے، جس سے بچنا بہت زیادہ دشوار ہے۔ ان میں کا ایک تو پیشاب کے وقت پردہ نہیں کرتا تھا دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک ہری ٹہنی لی اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کئے۔ پھر ہر قبر میں ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو حضور نے فرمایا اس لئے کہ جب تک ان میں ہرا پن رہے گا اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف کرتا رہے گا۔

بعض روایتوں میں لَایَسْتَتِرُ کی جگہ لَایَسْتَنْزِہُ کا لفظ آیا ہے، جس کا مطلب یہ

ہوگا کہ پیشاب سے اپنے کپڑوں کو محفوظ نہیں رکھتا ہے یعنی پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا ہے۔

تشریح: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں سے گذرے اور اس کے بعد ٹھہر گئے اور فرمایا ٹھہرو، یہ دو قبریں ہیں، ان دونوں قبروں کے اندر عذاب ہورہا ہے اور جس گناہ کا عذاب ہورہا ہے وہ عذاب کسی ایسی وجہ سے نہیں ہورہا ہے جس سے وہ بچ نہیں سکتے تھے اور اس کے بعد نبی نے کیا کیا؟ فوراً کھجور کی ایک لکڑی لی یا ایک ٹہنی اور اس کے دو ٹکڑے کئے، دونوں قبروں پر ان ہری بھری ٹہنیوں کو گاڑ دیا فرمایا، سنو جب تک ان میں ہرا پن رہے گا، جب تک یہ ٹہنیاں تروتازہ رہیں گی اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف فرمائے گا۔ تخفیف عذاب سامان نبی نے کر دیا، دیکھو صحابہ کرام بھی تو ساتھ تھے مگر کسی کی نظر عالم برزخ پر نہ پڑی اس لئے ان کے پاس قوت اور تھی۔ نبی کے پاس والی قوت اور تھی کہ جب اس نے اس قوت کا استعمال کیا تو عالم برزخ کے تمام حالات ان پر کھل گئے۔ اور سنو! نبی نے کیا بات کہی اس میں دو ہیں دونوں پر عذاب ہورہا ہے۔ اس کا بتانا دوسرا غیب اور جب تک یہ ٹہنیاں سبز رہیں گی عذاب موقوف رہے گا۔ یہ تیسرا غیب مگر کوئی کھڑا ہونے والا انسان، کوئی صحابی یہ کہہ سکا اے نبی آپ کا قد وقامت دیکھنے میں ویسا دکھائی دیتا ہے جیسا ہمارا قد وقامت، تو کیا بات ہے آپ دیکھ رہے ہیں اور ہم نہیں دیکھ پا رہے ہیں؟ مگر نہیں، وہ نبی کو اس طرح مان گئے تھے کہ آج ویسا کوئی ماننے والا نہیں۔ اے نبی! ہم آپ کو مان چکے ہیں، قبر میں کیا ہورہا ہے نبی بتائیں تو کیوں نہ مانیں۔ جب وہ خدا کے بارے میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ارشاد فرمائیں، جب وہ غیب الغیب کا پتہ دیں تو ہم مان لیں اور قبر کا پتہ دیں تو ہم نہ مانیں، جنت کا پتہ دیں تو مان لیں، آخرت کا پتہ دیں تو مان لیں اور قبر کا پتہ دیں تو نہ مانیں۔

نبی کہتے چلے جارہے ہیں، ماننے والے مانتے چلے جارہے ہیں اور پھر نبی نے کیا دیکھا! اے میرے ماننے والو وہ تو عالم شہادت میں ہیں۔ اور دیکھو میں ٹہنیاں گاڑ کے

یہیں سے مدد ان کو پہنچا رہا ہوں، تو دیکھ لیا تم لوگوں نے۔ یہاں رہ کر وہاں سے غافل نہیں ہوں، یہاں رہ کر وہاں اپنے چاہنے والوں سے غافل نہیں ہوں' درود شریف....

اگر اب بھی سکون نہیں ملا تو آؤ دیکھو اسی مشکوٰۃ شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ارشاد فرماتے ہیں کہ فرائیتهٗ وضع کفه بین کتفی فوجدت بردانا مله بَیْنَ ثَدْیَّی فَتَجلّٰی لِیْ کُلِّ شَیْئٍ وَعَرَفْتُ (مشکوٰۃ شریف جلد ا، باب المساجد فصل ۳، حدیث نمبر ۷، صفحہ نمبر ۲۷، سطر نمبر ۲،۳) یعنی میں نے پروردگار عالم کا دیدار اس طرح کیا کہ اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا تو میں نے اس کے ید قدرت کے انگلیوں کی پوروں کی ٹھنڈک اپنی چھاتیوں کے درمیان محسوس کی۔ اس کے بعد مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے سب کو پہچان لیا۔

اس حدیث میں ہاتھ، انگلی اور پوروں کا لفظ آیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک وصاف ہے۔ تو ہاتھ اور پوروں کے وہ معنی مراد ہیں جو رب کی شان کے لائق ہے، یعنی رحمت وقدرت کی توجہ کا ہاتھ کہا جاتا ہے، فلاں کام میں حکومت کا ہاتھ ہے یعنی اس کا کرم وتوجہ ہے، ٹھنڈک پانے کا مطلب یہ ہے کہ رحمت کا اثر دل پر پہونچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حدیث میں "عَرَفْتُ" میں نے پہچان لیا "علمتُ" نہیں فرمایا اس لئے کہ "عَلِمْتُ" اور "عَرَفْتُ" میں بڑا فرق ہے۔ جاننا اور ہے پہچاننا اور ہے، یعنی علوی اور سفلی عالم غیب کا ہر ذرہ مجھ پر منکشف ہی نہ ہوا۔ بلکہ میں نے ہر ایک کو الگ الگ پہچان لیا۔ علم اور معرفت میں بڑا فرق ہے۔ مثلاً مجمع پر نظر ڈال کر جان لینا کہ یہاں دو لاکھ آدمی بیٹھے ہیں، یہ علم ہے اور ان میں ہر ایک کے سارے حالات وکوائف معلوم کر لینا معرفت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عَرَفْتُ" میں نے صرف ہر چیز کو جانا ہی نہیں بلکہ تمام چیزوں کو پہچان بھی لیا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ! اور آگے بڑھو۔ مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۷۴۸ میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ

حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَالِكَ مَنْ حَفِظَ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ (مشکوٰۃ شریف باب الخلق، صفحہ ۴۸۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ وسلم ایک مقام پر کھڑے ہوئے تو ہم کو ابتدا آفرینش کے بارے میں خبر دی اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ بیان فرمادیا۔ یہاں تک کہ اہل جنت اپنی منزلوں میں اہل جہنم اپنی منزلوں میں داخل ہو گئے۔ جس نے اس کو یاد رکھا اس کو یاد رہا اور جس نے اس کو بھلا دیا وہ بھول گیا۔

سب کچھ حضور کے پیش نظر ہے

مسلمانو! یہی حدیث دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوئی ہے کہ:

مَاتَرَكَ شَيْئًا فِیْ مَقَامِهٖ ذَالِكَ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ۔

(مشکوٰۃ شریف باب الفتن جلد۲، صفحہ ۱۶۴)

ترجمہ: قیامت تک ہونے والے تمام واقعات اور حالات ان کو بیان فرمادیا اور کسی چیز کو بھی نہیں چھوڑا۔

اسی طرح حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ زَوٰی لِیَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا۔

(مشکوٰۃ، جلد ۲، صفحہ ۵۹۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ لیا تو میں نے زمین کے تمام مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔

برادران ملت! دیکھ لیجئے معتبر کتابوں میں یہ چمکتی ہوئی حدیثیں اعلان کر رہی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے تمام کائنات دنیا کا علم غیب اور علم شہادت سب کچھ اس طرح عطا فرمادیا ہے کہ ابتدا عالم سے جنت و جہنم میں داخل ہونے کے وقت کے تمام واقعات و حالات و کوائف حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو بھی ان حالات و واقعات سے مطلع فرمادیا۔

برادران اسلام! اب آپ انصاف فرمائیں کہ ہم مسلمانان اہل سنت کا عقیدہ ان مقدس حدیثوں کے مطابق ہے یا نہیں! آپ یا دنیا کا کوئی انسان ہو، ہٹ دھرم نہ ہو اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہے؟ کہ یقیناً اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ان ہی حدیثوں کا عطر ہے۔

علم غیب واقعات کی روشنی میں

برادران ملت! یہ امر حقیقت ہے کہ حضور نبی اخرالزماں، خاتم پیغمبراں صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں بے شمار آیات قرآنیہ اور حادیث کریمہ موجود ہیں جس میں سے چند میں نے پیش کیں۔ اگر اب بھی جی نہیں بھرا تو آیئے میں ابھی آپ کے سامنے عہد رسالت کے وہ واقعات پیش کرنا چاہتا ہوں جو نبی غیب داں کی غیب دانی سے متعلق ہیں تا کہ یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو جائے کہ زمانہ رسالت کے کافر و مشرک تو نبی اکرم کی غیب دانی کے جلوے دیکھ کر ایمان لے آئے۔ مگر افسوس صد افسوس! کہ آج ایمان کا دعویٰ کرنے والے صبح و شام روزہ نماز کی تبلیغ کرنے والے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی کا انکار کر رہے ہیں۔

برادران اسلام! تاریخ کا وہ باب نگاہوں کے سامنے لایئے کہ جنگ بدر میں جو کافر گرفتار ہوئے وہ سارے کے سارے بارگاہ رسالت میں پیش کر دیئے گئے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ اپنے جانثار صحابہ کرام سے مشورہ فرما رہے ہیں کہ اے لوگو! ان گرفتار شدگان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ صحابہ کرام میں سے بعض نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کی رائے یہ ہے کہ ان سبھی کو قتل کر دیا جائے۔ اور کسی نے کہا جس کا رشتہ دار ہو وہی اس کو قتل کرے۔ مگر رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میری تجویز یہ ہے کہ فدیہ لے کر انہیں رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر سبھی متفق ہو گئے۔ لہٰذا کافر فدیہ دے کر رہا ہوتے رہے۔ ان گرفتار شدگان میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب عباس بھی تھے۔

حضرت عباس آغوش اسلام میں

حضرت عباس نے جنگ میں آتے وقت اپنی بیوی ام الفضل کو اندر بلا کر کہا کہ یہ اشرفیوں کی ایک تھیلی ہے اسے سنبھال کر رکھنا کسی کو خبر نہ ہو۔ یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ اگر میں سلامت آگیا تو بہت اچھا ورنہ اتنی اشرفیاں فلاں کو، اتنی اشرفیاں فلاں کو دے دینا۔ جب حضرت عباس بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فدیہ کا مطالبہ کیا کہ آپ بھی فدیہ دے کر رہائی حاصل کیجئے، یہ سن کر حضرت عباس نے کہا میں غریب آدمی ہوں، میرے پاس کوئی مال نہیں ہے میں کہاں سے فدیہ ادا کروں۔ یہ سن کر تاجدار مدینہ نے فرمایا چچا جان! آپ کا وہ مال کہاں ہے جو جنگ بدر میں روانہ ہوتے وقت اپنی بیوی ام الفضل کو دیا تھا اور کہا تھا اسے سنبھال کر رکھنا یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا؟ اگر میں واپس آگیا تو بہت اچھا ورنہ اتنی اشرفیاں فلاں کو، اتنی اشرفیاں فلاں کو دے دینا:

یہ سن کر حضرت عباس پر رعشہ ہوا طاری
کہ پیغمبر تو رکھتا ہے دلوں کی بھی خبرداری

حضرت عباس نے کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں کیوں کہ یہ راز تو میری بیوی اور میرے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ جو غیب کی باتیں جانتا ہو اور مدینے میں بیٹھ کر مکے کے حالات کا علم رکھتا ہو وہ کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ حضرت عباس نے فدیہ دے کر رہائی حاصل کر لی اور اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. پڑھ کر حلقہ بگوش ہو گئے۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ! برادران اسلام! دیکھا آپ نے، اب تک حضرت عباس دولت ایمان سے محروم تھے مگر جب انہوں نے حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب دیکھا تو فوراً کفر وشرک کی زندگی سے تائب ہو کر پرچم اسلام کی جھرمٹ

میں آگئے۔ اس لئے میں نے آپ سے کہا تھا، کوئی علم غیب دیکھ کر دولت ایمان سے مالا مال ہوتا ہے، اور کچھ وہ ہیں جو ایمان کا دعویٰ کر کے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ درود شریف ....

اس سلسلے میں آگے بڑھتے ہوئے ایک واقعہ اور سماعت فرمالیں۔ برادران گرامی! شرح قصیدہ بردہ شریف میں مذکور ہے کہ ابو جہل نے حبیب یمنی کو خبر بھیجی کہ مکے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک نیا دین لے کر آیا ہے، جس نے تمام لوگوں کو گرویدہ کر لیا ہے۔ اس دین کی اشاعت بڑی تیزی سے ہو رہی ہے لہٰذا خبر پاتے ہی تم جلد سے جلد مکہ پہنچ جانا کہ لوگوں کو اسلام سے روک سکو۔ ورنہ پھر ہمارے دین کی خیر نہیں، مکے والوں پر تیرے بے شمار احسانات ہیں۔ لوگ تیری بات مان لیں گے۔ وہ خبر پا کر جلد ہی مکہ پہنچ گیا ابو جہل نے اس کی بڑی خاطر تواضع کی۔ یہاں کا سارا حال بیان کیا۔ حبیب یمنی نے کہا کہ فیصلہ تو دونوں فریقوں کی بات سن کر ہی کیا جا سکتا ہے، میں نے تیری تو سن لی اب ذرا محمد کی بھی سن لوں کی وہ کیسے ہیں اور کہتے کیا ہیں۔

ابو جہل گھبرا تو گیا مگر کچھ کہہ نہ سکا۔ حبیب یمنی نے بارگاہ نبوی میں پیغام بھیجا کہ یمن سے آیا ہوں اور ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق کو ساتھ لے کر تشریف لائے۔ حضور تشریف لاتے ہی مجلس میں سناٹا چھا گیا۔ سب لوگ مرعوب ہو گئے، کسی میں لب کشائی کی ہمت نہیں رہی، صحیح فرمایا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے:

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے، فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

آخر کار کچھ دیر بعد رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں تم نے کیوں بلایا ہے۔ یہ سن کر حبیب یمنی گھبرا کر بولا "میں نے سنا ہے آپ نبوت کے مدعی ہیں، اگر آپ نبی ہیں تو آپ کا معجزہ کیا ہے؟" اللہ کے پیارے محبوب دانائے غیوب ﷺ نے فرمایا تو جو چاہے! عرض کرنے لگا میں جو چاہوں؟ تو پھر میں دو چیزیں چاہتا ہوں۔

ایک تو یہ کہ اس وقت چاند پوری روشنی پر ہے، اس وقت چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا ہے۔ اس کے آپ دو ٹکڑے کر دیجئے۔ حضور ﷺ نے چاند کی طرف انگلی کا اشارہ فرمایا، پورا چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ پھر اشارہ فرمایا تو دونوں ٹکڑے آپس میں یکجا ہو گئے اسی لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ الرضوان فرماتے ہیں ؎

جس نے ٹکڑے کیئے ہیں قمر کے وہ ہے
نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

پھر دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

صاحب رجعت شمس و شق القمر
نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

حبیب یمنی کا قبول اسلام

حبیب کردگار دونوں عالم کے مالک و مختار محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حبیب یمنی! بول دوسری بات کیا چاہتا ہے؟ عرض کرنے لگا آپ خود ہی بتائیں کہ میں دوسری بات کیا چاہتا ہوں؟ فرمایا تیری ایک بے دست و پا لڑکی ہے۔ جس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پاؤں ہیں، نہ آنکھیں ہیں نہ کان ہیں۔ وہ تجھ پر بوجھ بنی ہوئی ہے۔ تو چاہتا ہے کہ اس کو شفا ہو جائے۔ جا میں نے اس شفا بخش دی۔

یہ سن کر حبیب یمنی بے اختیار ہو گیا اور کانپتی ہوئی آواز میں چیخا، اے ابوجہل سن لے! اے امیہ سن لے! اور مکہ کے در و دیوار سن لو! گواہ ہو جاؤ، میں صدق دل سے پڑھتا ہوں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ اب سے میں یمن میں اسلام کا سچا مبلغ ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے گھر خوشی خوشی روانہ ہو گیا۔ جب گھر پہنچا تو رات کا وقت تھا۔ دروازہ پر دستک دی۔ وہی بے دست و پا لڑکی دروازہ کھولنے کے لئے آئی۔ باپ کو دیکھ کر پڑھنے لگی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ حبیب حیرت زدہ ہو کر بولا بیٹی یہ کلمہ تجھے کہاں سے ملا اور کیسے ملا اچھی ہو گئی؟ جواب ملا، میں ایک رات سو رہی تھی

مگر میری قسمت بیدار تھی۔ میں نے دیکھا کہ کوئی چاند سا چہرے والا سیاہ زلفوں والا خواب میں تشریف لایا اور فرمایا کہ بیٹی ہم تیرے باپ کو مکہ میں کلمہ پڑھا رہے ہیں تو یہاں مسلمان ہو جا اور پڑھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ چنانچہ جیسے ہی یہ کلمہ میں نے پڑھا، صحت جسمانی و روحانی دونوں نصیب ہو گئیں۔

برادران اسلام یہ ہے میرے آقا و مولیٰ حضور غیب داں کی غیب دانی کا جلوہ کہ مکہ میں رہ کر یمن میں حبیب یمنی کی اپاہج و معذور لڑکی کو دیکھ رہے ہیں اور اختیار و تصرف کا یہ عالم کہ سیکڑوں میل کی دوری سے اسے شفا کی دولت بھی بخش رہے ہیں، نبی مکرم کی یہی وہ غیب دانی تھی جس کو حبیب یمنی دیکھتے ہی اپنی جبین عقیدت کو مصطفیٰ جان رحمت کے قدم ناز پر خم کر دیتے ہیں اور کلمہ شریف پڑھ کر مشرف با اسلام ہو گئے۔

برادران اسلام اس طرح کے واقعات سے اوراق بھرے پڑے ہیں، ابھی وقت میں گنجائش نہیں کہ تمام واقعات بیان کئے جاسکیں۔ برادران اسلام! الحاصل علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ بالکل بے غبار اور ایمانی صداقت کی روشنی سے پرانوار ہے۔ اس لئے ہم ان لوگوں سے جو اپنے قلم کی نوک اور زبان کے خنجر سے امت مسلمہ کے ایمانی سکون و قرار کو غارت کرتے رہتے ہیں، مخلصانہ گذارش کرتے ہیں کہ للہ آپ لوگ رسول کے علم غیب کا انکار کر کے اتحاد ملت کے مستحکم و مضبوط قلعہ کو اختلاف کے ڈائنامیٹ سے مسمار اور ملیامیٹ نہ کریں اور ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے مسلمانوں کی شیرازہ کو منتشر نہ کریں اور بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو گھٹا کر ان کے دربار عظمت میں سوئے ادب کے گناہ عظیم سے باز رہ کر اپنی دنیا و آخرت کو ہلاکت و بربادی سے بچائیں اور مسلمانان اہل سنت کو لازم ہے کہ اپنے عقائد پر انتہائی عزم استقامت کے ساتھ قائم رہیں اور دربار نبوت کے گستاخوں سے ہمیشہ دور رہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور استقامت کے ساتھ خاتمہ بالخیر فرمائے آمین۔

❖ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ ❖

خطبہ ۳

فضائل نماز

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرْ

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزاروں سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کی سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سایہ میں

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

مسجد بنالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

حضرات سامعین! سرکار نامدار احمد مختار شفیع روز شمار کے دربار گوہر بار میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کریں اور پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَم وَآلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

برادران اسلام، خداوند قدوس کے فرائض، عبادتیں تو بہت ہیں، روزہ رکھنا بھی عبادت ہے، حج بیت اللہ کرنا بھی ایک عبادت ہے، زکوۃ دینا بھی ایک عبادت ہے اور درحقیقت تخلیق انسان کا مقصد ہی فرائض خداوندی اور عبادت ہے۔ چنانچہ ارشاد ربی ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنی اور جن ہم نے اس لئے پیدا فرمایا ہے کہ تاکہ وہ ہماری عبادت کریں، تاکہ وہ ہماری پرستش کریں، تاکہ وہ ہماری

بندگی کریں، لیکن نماز تمام فرائض میں اہم الفرائض ہے اور تمام عبادتوں میں افضل العبادات ہے۔ اسی لئے خداوند قدوس نے قرآن مجید میں تمام فرائض وعبادات سے کہیں زیادہ بڑھ کر اہتمام کے ساتھ نماز کا حکم دیا ہے اور بار بار نئے نئے عنوانات کے ساتھ نماز کی فرضیت اور اہمیت کا ذکر کیا ہے۔ کہیں ارشاد فرمایا اقیموا الصّلوۃ یعنی نماز قائم کرو۔ کہیں یوں حکم فرمایا حافظوا علی الصلوات و الصلوۃ الوسطیٰ وقوموا للّٰہ قانتین یعنی نمازوں میں خصوصاً بیچ والی نماز، یعنی نماز عصر کی محافظت کرو اور اللہ تعالیٰ کے حضور ادب سے کھڑے ہو جاؤ۔ کہیں اس طرح حکم دیا یاایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ یعنی اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔ کہیں اس انداز سے فرمایا وأمر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہئے۔ کہیں اس طرح ترغیب دلائی اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرْ نماز یقیناً بےحیائی اور بری باتوں سے روک دیتی ہے۔

حضرات! آج اس دنیا میں جس طرف دیکھئے انسان برائی کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، بدکاری کا دور دورہ ہے۔ مسلمانو! آج کون سی برائی ہم میں نہیں ہے؟ ہزاروں خلاف شرع رسمیں ہمارے اندر موجود ہیں، چوری ہمارے اندر، ڈاکہ ہمارے اندر، رشوت خوری ہمارے اندر، سنیما بازی ہمارے اندر، مکاری عیاری ہمارے اندر، جوابازی وعیاشی ہمارے اندر، تاش بازی ہمارے اندر، پتنگ بازی ہمارے اندر، کبوتر بازی ہمارے اندر، سنیما ہال ہم سے آباد، تماشے ہم سے آباد، شراب کھانے ہم سے آباد اور افسوس مسجدیں ہماری ویران عبادت گاہیں ہماری ویران۔ علامہ اقبال یوں منظر پیش کرتے ہیں:

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

برادران اسلام! یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہم نے مسجدوں کو ویران کردیا ہے اور سنیما ہالوں کو آباد کردیا ہے۔ بتاؤ غیور مسلمانو! روز محشر اپنے جرم عظیم کا خدا تعالیٰ کو کیا جواب دو گے۔ اے غافل مسلمانو! تم اس محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو جس نے مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے گورے گورے اور نرم و نازک ہاتھوں سے مسجد کی تعمیر کی اینٹیں اٹھا کر مسجد کا احترام اور مسجد کا مقام بتایا۔ تم اس رسول کا کلمہ پڑھنے والے ہو جس نے پوری پوری رات بیدار رہ کر اور تہجد گزار بن کر ہماری مغفرت کے لئے دعائیں کیں۔ تم اس پیغمبر کے غلام ہو جس نے پیدا ہوتے ہی سر سجدۂ معبود میں رکھ کر حق سے عرض کی رب ھب لی امتی۔

تم اس نبی غیب داں کے ماننے والے ہو جو امت کی یاد میں اس قدر روئے اور اتنا جاگے کہ خدا کی خدائی کو مصطفیٰ کی مصطفائی پر پیار آ گیا اور قرآن میں خدا کا فرمان اتر پڑا یاایُّھَا المزَّمل قُمِ الَّیل قلیلاً نِصفَہٗ الخ یعنی اے جھرمٹ میں رہنے والے رات میں قیام فرمایئے، مگر تھوڑا آدھی رات یا اس سے بھی کم کیجئے یا اس پر زیادہ کر لیجئے اور قرآن خوب خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھئے۔ تم اس رسول مدنی کے ماننے والے ہو جو رات بھر کھڑے رہتے ہیں، نمازیں پڑھتے، دعائیں مانگتے۔ حدیث گواہ ہے کہ حتی تورمت قدماہ او ساقاہ یعنی اتنی اتنی دیر تک کھڑے رہتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا تھا، آپ کی پنڈلیاں متورم ہو جاتی تھیں شاعر کہتا ہے:

یہ تھی نماز مصطفیٰ پاؤں پہ آ گیا ورم
شام کو ہو گئے کھڑے، صبح کی نماز میں

اللہ اللہ محبوب کبریا کی یہ شب بیداری عبادت گذاری، گریہ وزاری کیوں تھی، کس لئے تھی شاعر کہتا ہے:

تمہارے ہی لئے تھا اے گنہگار و سیہ کارو
وہ شب بھر جاگنا اور صبح تک رونا محمد کا

تم خدا کے اس نائب اعظم کے چاہنے والے ہو جو آج قبر انور میں بھی ہماری

بخشش و نجات کے لئے دعائے مغفرت فرما رہے ہیں۔ تم اس محبوب اکبر کے امتی ہو جو کل میدان محشر میں بھی ہم گنہگاروں کی شفاعت کے لئے بے قرار رہیں گے۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی نے کیا خوب فرمایا ہے:

کہیں گے اور نبی اذْھَبُوْا اِلٰی غَیرِیْ
میرے حضور کے لب پہ اَنَا لَھَا ہوگا
عزیز بچے کو جس طرح ماں تلاش کرے
خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا
کوئی کہے گا دہائی ہے یارسول اللہ
تو کوئی تھام کے دامن مچل گیا ہوگا
کسی کو لے کر فرشتے چلیں گے سوئے جحیم
وہ ان کا راستہ پھر پھر کے دیکھتا ہوگا

الغرض وہ نبی رحمت قبر میں، میدان محشر میں، پل صراط پر، میزان عمل پر، کوثر پر، ہر جگہ ہماری الفت و محبت میں بے قرار رہیں گے اور تم اس علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محب ہو جن کی ایک نماز قضا ہونے سے ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئی تھیں۔

حسین کا آخری سجدہ

تم اس سید الشہدا کربلا امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محب اور غلام ہو جس نے میدان کربلا میں اس وقت بھی نماز قضا نہ کی جس وقت ایک طرف اٹھارہ سال کے نوجوان بیٹے کی بے گور و کفن لاش نظر آ رہی تھی۔ حضرت قاسم کی جوانی لٹ چکی تھی۔ عون محمد میدان کربلا میں جام شہادت نوش فرما چکے تھے۔ چھ ماہ کا بیٹا ننھا علی اصغر حلق پر تیر کھا کر کوفیوں کے ظلم و ستم کا نشانہ بن چکا تھا عباس بھائی کے بازو کٹ چکے تھے اور خود حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم اطہر بھی تیروں، تلواروں اور نیزوں اور بھالوں سے زخمی ہو چکا تھا۔ سیدہ زینب اپنے بھائی کو خون میں نہایا ہوا دیکھ رہی تھیں۔ حضرت زین العابدین کی بیماری کی حالت ناقابل برداشت ہو چکی تھی۔ بچی سکینہ کی آہ وزاری اور بے قراری عرش الٰہی کو لرزا رہی تھی، سارے کا سارا کنبہ شہید ہو چکا تھا۔ آپ زخمی ہو کر زخموں کی تاب نہ لا کر اپنی سواری سے کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر گرتے ہیں۔ شمر لعین خنجر بکف ہو کر آپ کے سینۂ منورہ پر بیٹھ جاتا ہے

تو آپ فرماتے ہیں، اے لعین اب تیرا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا، شہید کرنے کا تو شہید کربلا نے فرمایا، تو پھر میرے سینے سے اتر جا، مجھے اپنے رب کے لئے دو رکعت پڑھ لینے دے اور پھر جیسے ہو سکا آپ نے آخری سجدہ بھی ادا فرما لیا۔

محترم حضرات! تم اس حسین کے ماننے والے ہو جس نے کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں، کربلا کے لالہ زار میں، فسق فجور کی تاریکیوں میں، ظلم و ستم و تشدد کی اندھیریوں میں، نیزے اور برچھیوں کی بیچ میں، خنجر اور شمشیر کے جھرمٹ میں، ظالم و جابر کی حکمرانی میں، نینوا کی خارزار وادیوں میں تلوار کے سایہ میں، تیروں کی بارش اور خنجر جفا کے دھارے کے نیچے سجدے میں سر کٹوا کر اپنے نانا جان کے امتیوں کو یہ درس دیا:

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سایہ میں
نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سایہ میں

میرے دوستو! اس مقدس مطہر ہستیوں کے ماننے والے ہو جنہوں نے کبھی ایک نماز بھی ترک نہ کی اور اس عالم میں بھی فریضۂ نماز ادا کیا جب کہ دشمنوں کی فوجیں مقابل کھڑی ہیں، تیروں کی بارش ہو رہی ہے، تلواروں کی دھاریں چل رہی ہیں، نیزوں کی انیاں چل رہی ہیں، گردن اور دست و پا کٹ رہے ہیں اور اگر اسی ہولناک جنگ میں نماز کا وقت آجاتا تو صفیں بن جاتی ہیں، اللہ اکبر کی ایک آواز کے ساتھ موت و حیات سے بے پرواہ گردنیں بارگاہ خداوندی میں پورے عجز و نیاز کے ساتھ جھکنے اور اٹھنے لگتی ہیں۔ ڈاکٹر اقبال مسلمانوں کے اسی طرز عمل کو یوں بیان کرتے ہیں:

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز

حکایت

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرْ بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور فحش باتوں سے۔ دوستو! اگر خلاف شرع باتوں سے بچنا چاہتے ہو، اگر

چوری، ڈاکہ زنی سے باز رہنا چاہتے ہو، اگر رشوت خوری اور شراب نوشی سے الگ رہنا چاہتے ہو، اگر سنیما بازی اور قمار بازی سے پرہیز کرنا چاہتے ہو، اگر جوا بازی عیاشی سے گریز کرنا چاہتے ہو، اگر تاش بازی، پتنگ بازی اور کبوتر بازی سے گریز کرنا چاہتے ہو تو آؤ! آؤ حق و صداقت کا دامن مضبوطی سے تھام کر قرآنی احکام کی جم کے پابندی کرو، پنج گانہ نماز کے پابند بن جاؤ، انشاء اللہ نماز تم کو ہر برائی سے روک دے گی۔ چونکہ خدا کا فرمان ہے، نماز برائیوں سے روک دیتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے ایک واقعہ سماعت فرمائیں۔

ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا۔ عورت نے اس معاملہ کو اپنے شوہر سے کہا۔ شوہر نے اپنی بیوی سے کہا اس سے کہہ دینا کہ تیرے ارادے سے متفق ہوں، مگر میری ایک شرط ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ چالیس دن مسلسل میرے شوہر کے پیچھے نماز پڑھنا ہوگی۔ چنانچہ اس شخص نے سوچا کہ چالیس دن نماز پڑھنا تو کوئی سخت اور مشکل کام نہیں ہے، تو اس شخص نے چالیس دن مسلسل اس عورت کے شوہر کے پیچھے نماز ادا کی۔ جب چالیس دن پورے ہو گئے تو اس کا رشتہ اپنے مولیٰ سے اتنا مضبوط ہو گیا کہ اس نے اس عورت کی طرف توجہ نہ کی تو اس عورت نے اس شخص کو اپنی طرف بلایا۔ تو اس شخص نے اس عورت کو کیا ہی پیارا جواب دیا۔ کہتا ہے کہ میں تو اب اللہ کی طرف ہو گیا ہوں۔ میں نے رشتہ عشق اپنے خالق و مالک سے جوڑ لیا ہے۔ اب مجھے کسی کے عشق کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ عشق فانی ہے اور میرا عشق باقی ہے۔ عورت نے یہ واقعہ اپنے شوہر کو سنایا کہ اب اس کی حالت یہ ہے۔ تو عورت کے شوہر نے کہا عظمت والے معبود نے سچ فرمایا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی دوستو! یہ حقیقت ہے کہ نماز اللہ والی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ طاقت اور قوت عطا فرمائی ہے کہ اپنے متعلق کو برائیوں اور بے حیائیوں سے بچاتی ہے جیسا کہ آپ نے واقعہ مذکورہ میں ملاحظہ فرمایا ہے اگر ہم بھی صحیح میں نمازی بن جائیں اور اپنے رب کی یاد میں لگ جائیں تو بے شک رحم و کرم کے دروازے کھل جائیں گے اور گناہوں کے ارتکاب سے بچ جائیں گے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ الخ اس آیت کریمہ میں دو لفظ قابل غور ہیں۔ ایک فَحْشَاء دوسرا مُنْکَرْ جو چیز عقلاً بری ہو، فحش کہلاتی ہے اور جو چیز شرعاً ممنوع ہو، منکر کہلاتی ہے، تو آیت عظیمہ کا مطلب یہ ہوا کہ نماز عقلی برائی سے روکتی ہے اور نماز شرعی برائی سے بھی روکتی ہے۔ لیکن ان دنوں نمازیوں کا برا حال ہے۔ ایک طرف نماز ادا کرتے ہیں، دوسری طرف جھوٹ بولتے ہیں، ایک سجدہ شکر ادا کرتے ہیں، دوسری طرف حرام کھاتے ہیں، ایک طرف نماز پڑھتے ہیں دوسری طرف چوری بھی کرتے ہیں، ایک طرف نماز بھی پڑھتے ہیں دوسری طرف برے کام بھی کرتے ہیں، ایک طرف رکوع کرتے ہیں دوسری طرف سینما بینی بھی کرتے ہیں، ایک طرف سجدہ کرتے ہیں دوسری طرف شراب نوشی بھی کررہے ہیں، ایک طرف نماز پڑھتے ہیں دوسری طرف قمار بازی بھی کرتے ہیں، ایک طرف نماز پڑھ رہے ہیں دوسری طرف دغابازی بھی کررہے ہیں، ایک طرف نماز پڑھتے ہیں دوسری طرف جوابازی، عیاشی بھی کررہے ہیں، ایک طرف خدا کو یاد کررہے ہیں دوسری طرف کبوتر بازی سے دل کو تسکین دے رہے ہیں، حالانکہ نماز ان برائیوں سے روکتی ہے۔ آپ بتائیے قصور کس کا ہے؟ نماز کا یا نمازی کا؟ میں کہتا ہوں قصور نماز کا نہیں، نمازی کا ہے، نماز تو روک رہی ہے، نمازی خود ہی نہیں رکتا۔ دوستو! ہماری نمازوں میں خشوع وخضوع ہوتا تو ہم ضرور برائیوں سے رک گئے ہوتے۔ نماز میں دلی لگن اور قلبی جھکاؤ پیدا کرو۔

خشوع وخضوع

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۱، یعنی تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر اتنی قوی حضوری حاصل نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا تو دھیان رکھو کہ وہ مالک و مولیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اسی مضمون کو کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

کیا تو نے نماز پر غور کیا ہے — تو کون ہے اور سامنے کس کے کھڑا ہے

کچھ رعب شہنشاہی بھی ملحوظ ہے تجھ کو — یا منہ سے فقط کہتا ہے اللہ بڑا ہے

دوستو! ہماری نماز میں کتنا خشوع اور دل کا جھکاؤ ہوتا ہے، یہ تو ہمیں اور آپ کو خوب معلوم ہے۔ سر سجدہ میں، دل دغابازی میں، سر سجدے میں دل دکان داری میں، سر سجدے میں دل شاہراہوں میں۔

لطیفہ

چنانچہ مثل مشہور ہے۔ کیا اس لطیفے کو آپ بھلادیں گے کہ ایک امام اور چار مقتدیوں کا قصہ تو آپ نے سنا ہوگا۔ سنا ہے کہ پانچ آدمی نماز کی تبلیغ کے لئے چلے۔ لمبے لمبے کرتے اور چھوٹے پائجامے، یعنی یوں سمجھو کہ بڑے بھائی کا کرتا اور چھوٹے بھائی کا پائجامہ پہن کے چلے۔ ایک دریا کے کنارے پانچوں نماز پڑھنے لگے۔ ایک امام بن گیا تو چار مقتدی ہوئے۔ عین نماز کی حالت میں دریا کے اندر ایک مچھلی کودی۔ بس اب کہاں برداشت کی طاقت۔ جھٹ ایک مقتدی بول اٹھا کہ کیا کودا؟ دوسرا بھلا کیسے چپ رہتا، وہ بولا مچھلی ہوگی یا گھڑیال۔ تیسرے جو بقراط تھے، تڑپ کر بولے، چپ رہو بولنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ چوتھے کو غصہ آیا۔ وہ بھی چلا کر بولا کہ تم کیوں بولے تمہاری نماز بھی ٹوٹ گئی۔ چاروں کو سن کر امام صاحب بول اٹھے کہ الحمدللہ میں نہیں بولا، اس لئے میری نماز نہیں ٹوٹی۔ مسلمانو! دیکھا آپ نے۔ آج کل کے مسلمان ایسی نمازیں پڑھتے ہیں کہ نماز کو مچھلی مارکیٹ بناڈالتے ہیں۔

بے نمازی کے لئے وعید

حضرات! اور آگے بڑھئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کہیں نماز ترک کرنے والوں کو یوں وعید فرماتا ہے۔ فَوَیْلٌ الخ ترجمہ ویل ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز کو بھول جاتے ہیں اور وقت گزار کر پڑھنے اٹھتے ہیں، حضرات، اس آیت کریمہ میں

ویل کا لفظ آیا ہے حدیث شریف میں آیا ہے ویل جہنم کی ایک وادی کا نام جس کی سختی سے جہنم بھی پناہ مانگتا ہے۔ قصداً نماز چھوڑنے والے کو جہنم کی اسی وادی میں داخل کیا جائے گا۔ جس کا نام ویل ہے۔ اسی طرح دوسری آیت کریمہ میں خداوند قدوس اس طرح نماز ترک کرنے والے پر وعید شدید فرماتا ہے فخلف من بعد هم خلف اضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيًا یعنی ان کے بعد کچھ ناخلف لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی نماز کو ضائع کر دیا اور نفسانی خواہشات کی پیروی کی تو عنقریب انہیں سخت عذاب سے ملنا ہوگا جو بہت ہی طویل اور شدید ہوگا۔ اس آیت میں غیا کا لفظ آیا ہے۔ حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے غیی بھی جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے۔ اس میں بے نمازیوں اور زناکاروں اور شرابیوں کو اور سود خوروں اور ماں باپ کو ایذا دینے والوں کو جہنم کی اس وادی میں داخل کیا جائے گا۔ کہیں خداوند قدوس نماز کی عظمت کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے وَاسْتَعِينُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ الخ یعنی صبر اور نماز سے مدد طلب کرو اور بے شک یہ نماز بہت ہی دشوار چیز ہے۔ مگر ان لوگوں پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں ان پر کچھ دشوار نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے قیامت میں ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد بھی اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ الغرض نماز کی فرضیت وفضیلت پر جتنی تاکیدیں اور نماز چھوڑنے پر جس قدر وعیدیں وارد ہوئی ہیں اتنی دوسرے فرائض کے بارے میں تاکید اور چھوڑنے پر وعیدیں نازل نہ ہوئیں، کیوں؟ اس لئے کی نماز اہم الفرائض اور افضل العبادات ہے۔ یہی نہیں بلکہ رسول مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بارے میں یہاں تک فرمادیا الصلوٰة عماد الدين من اقامها فقد اقام الدين ومن تركها فقد هدم الدين.

نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا۔ جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے دین کو ڈھا دیا۔ اب ہر مسلمان اپنے دل میں فیصلہ کرے کہ اگر

وہ نماز نہیں پڑھتا تو گویا اسلام کے ستون ڈھاتا ہے اور جو ستون اسلام کو ڈھائے تو کیا یہ عمل خدا کو محبوب ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

خصوصیاتِ نماز

حضرات نماز کی خصوصیات شمار کرتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

(۱) نماز! رضائے الٰہی کا سبب اور بڑا ذریعہ ہے۔ (۲) نماز! الفت ملائکہ کا وسیلہ ہے۔ (۳) نماز! طریقہ انبیاء ہے۔ (۴) نماز! معرفت الٰہی کی مشعل ہے۔ (۵) نماز! اسلام کی جڑ ہے۔ (۶) نماز! قبولیت دعا کا سبب ہے۔ (۷) نماز کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں۔ (۸) نماز سے روزی میں برکت ہوتی ہے۔ (۹) نماز! شیطان نفس کے لئے سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

(۱۰) نماز عذاب سکرات میں آسانی پیدا کرتی ہے۔ (۱۱) نماز ہر مومن کے دل کا نور ہے۔ (۱۲) نماز قبر کے اندر کا ذریعہ ہے۔ (۱۳) نماز قبر میں مردہ کی طرف سے منکر نکیر کو جواب دے گی۔ (۱۴) نماز قیامت میں نمازی پر سایہ کرے گی۔ (۱۵) نماز روز قیامت نمازی کے لئے غم خوار و مددگار ہوگی۔ (۱۶) نماز نمازی کے سر کا تاج ہے اور بدن کا لباس ہے۔ (۱۷) نماز قیامت کی اندھیری میں چراغ بن کر آگے آگے چلے گی۔ (۱۸) نماز حساب و کتاب کے وقت جہنم کے درمیان آڑ ہو جائے گی۔ (۱۹) نماز مغفرت الٰہی کے لئے حجت و دلیل ہے۔ (۲۰) نماز کا وزن سب گناہوں سے بڑھ جائے گا۔ (۲۱) نماز پل صراط سے گذرنے والے کے لئے اجازت نامہ ہوگی۔ (۲۲) نماز جنت کی کنجی ہے۔ (۲۳) نماز پیام نفاست و طہارت ہے۔ (۲۴) نماز پیام مغفرت و رحمت ہے۔ (۲۵) نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (۲۶) نماز ہی کی برکت سے مسجدوں کی تعمیر ہے۔ (۲۷) نماز ہی کی برکت سے صوت اذاں اور صدائے تکبیر ہے۔ (۲۸) نماز ہی کی وجہ سے محراب و منبر کی تنویر ہے۔ (۲۹) نماز ہی سے خطیب کو عظمت

ملی۔(۳۰)نماز ہی کی وجہ سے امامت کو رفعت ملی۔(۳۱)نماز ہی کی برکت سے حفاظ کو قدر منزلت ملی۔(۳۲)نماز ہی کی برکت سے مسلمان کو پاکیزگی ونفاست ملی۔(۳۳)نماز ہی کی برکت سے مسلمانوں کو ایک جگہ جمع ہونے کی سعادت ملی۔(۳۴)نماز ہی ہر امیر د غریب، پیر وصغیر، مفلس و اسیر، عربی وعجمی، گورے و کالے، جوان اور بوڑھے، بیمار وتندرست، شاہ وگدا، مریض وحکیم، مسافر ومقیم، ہر عاقل وبالغ کو ایک ہی صف میں لاکر کھڑا کردیا۔ اسی لئے ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

(۳۵)نماز ہی کمال عبودیت ہے۔(۳۶)نماز ہی تکمیل انسانیت ہے۔

(۳۷)نماز ہی اخلاق حسنہ کی ہادی ہے۔(۳۸)نماز ہی پیار ومحبت، الفت و مروت، اتحاد ویگانگت کا درس دیتی ہے۔(۳۹)نماز خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول کو راضی کرنے کا ذریعہ ہے۔(۴۰)نماز مخلوق کا اپنے خالق کے حضور عبودیت کا اظہار ہے۔(۴۱)نماز اس کی بڑائی اور یکتائی کا اظہار ہے۔(۴۲)نماز اس کے رحمٰن ورحیم ہونے کی یاد ہے۔(۴۳)نماز اللہ کی مدح وثنا اور اس خالق کائنات کے بے انتہا احسانات کا شکریہ ہے۔(۴۴)نماز ہمارے عجز و نیاز اور فطرت کی آواز ہے۔(۴۵)نماز بے قرار روح کی تسلی وتشفی ہے۔(۴۶)نماز مضطرب قلب کی راحت اور آرام ہے۔(۴۷)نماز دل کی آس ہے۔(۴۸)نماز زندگی کا حاصل اور ہستی کا خلاصہ ہے۔(۴۹)نماز تحفہ معراج ہے۔(۵۰)نماز دین کا ستون ہے۔(۵۱)ہاں ہاں نماز کامیابی کا راز ہے نماز ہی وہ عبادت ہے جو انسان کو گناہوں سے پاک وصاف کردیتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ فرمایا اللہ کے مقدس رسول نے۔

نماز پنج گانہ کی مثال

مشکوٰۃ جلد نمبرا، کتاب الصلوٰۃ، فصل اول، حدیث نمبر۲، سطر نمبر۲، ۳، ۴، صفحہ ۵۷

ترجمہ: رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا رائے ہے تمہاری اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر بہہ رہی ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل باقی رہ جائے گی؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، ذرا سا بھی میل باقی نہیں رہے گی۔ حضور نے فرمایا، بس یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے، کہ مٹاتا ہے ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ خطاؤں کو، نہر کا پانی جاری ہوتا ہے اور جاری پانی پاک ہوتا ہے، جاری پانی کبھی ناپاک نہیں ہوتا۔ یعنی گندگیوں کا پانی پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور پانی ساری گندگیوں کو ختم اور فنا کردیتا ہے۔ کیا ہی اچھی مثال ہے۔ آقا مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی اگر دامن زندگی پر کچھ گناہوں کی گندگی ہے تو نماز اس کے لئے نہر ہے۔

یعنی نماز اس کے تمام گناہوں کو دھوڈالے گی۔ گناہ تو سارے دھل اور مٹ جائیں گے لیکن گناہوں کی گندگی کا نماز پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ لیکن نماز شرعادہ ہے کہ پورے اطمینان وسکون، خشوع وخضوع، حضور قلب اور کامل طہارت کے ساتھ پڑھی جائے:

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

اگر اب بھی نماز کی فضیلت سمجھ میں نہ آئی ہو تو آؤ آگے بڑھو۔ اسی مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث باب الصلوٰۃ، جلد نمبرا، فصل نمبر۳، حدیث نمبر۲، سطر نمبر۶، ۷، ۸، ۹، میں ہے۔

وعن ابی ذر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج زمن الخ

ترجمہ: سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جاڑوں کے زمانے میں نکلے اور پت جھڑ ہو رہا تھا تو حضور نے ایک پیڑ کی دوشاخوں کو پکڑا تو پتے گرنے لگے۔ بس حضور نے فرمایا، اے ابوذر۔ کہا، میں حاضر ہوں یارسول اللہ۔ حضور نے فرمایا، بے شک بندہ مومن اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے یہ پتے جھڑ رہے ہیں" اس درخت سے۔"

تشریح: موسم سرما پت جھڑ کا زمانہ، یعنی پیڑ پر ایک بھی پرانا پتہ باقی نہیں رہتا۔ البتہ نئے اگ آتے ہیں۔ سورج کی کرنوں، موسم سرما کی ہواؤں کا اثر ان پتوں کو خشک کر دیتا ہے اور بے جان ہو کر ہلکی ہلکی ہواؤں سے بھی گرنے لگتے ہیں۔ یہ موسم خزاں بھی کہلاتا ہے۔ بس اسی طرح جب بندۂ مومن مرضی مولیٰ کی تلاش کے لئے نماز پڑھتا ہے تو یہ گناہوں کے لئے موسم خزاں ہو جاتا ہے۔ آفتاب توحید کی شعاعیں اور رحمت نبوی کی ٹھنڈی ہوائیں اس کے تمام گناہوں کو گھاس پھوس کی طرح اڑا دیتی ہے اور بندہ مومن گناہوں کی نجاست سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اب اس کے درخت زندگی پر نئے گناہ ہی کے پتے چمکتے ہیں، پرانے سب گر گئے۔ بزرگان دین نے فرمایا، ان گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں۔ مگر اس کے کرم سے کچھ بعید نہیں کہ کبیرہ گناہ بھی معاف فرمادے۔

وہ نواز نے پہ آتے ہیں تو نواز دیتے ہیں
رحمت حق بہا نمی جوید بہانہ می جوید

کیفیت نماز

اربعین نووی کی شرح مجالس سنیہ میں نماز کے اجزا تفصیلی کا بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں جب کوئی بندہ نماز پڑھنے کے لئے اپنے رب کے حضور کھڑا ہوتا ہے اور تکبیر کہہ کر نیت باندھتا ہے تو اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ادھر تکبیر ختم ہوئی اور ادھر نمازی تمام گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ جب نمازی سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ کے بعد تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم۔ پڑھتا ہے تو نمازی کے ایک ایک بال کے بدلے میں ایک ایک نیکی اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے۔ جب الحمد شریف پڑھتا ہے، ایک حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے اور جب رکوع کرتا ہے اور سبحان ربی العظیم پڑھتا ہے تو تمام آسمانی کتابوں کے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، اور سَمِعَ اللّٰہُ

لِمَنْ حَمِدَہ کہتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے۔ جب سجدہ کرتا ہے تو تمام جنات اور انسانوں کی تعداد کے موافق ثواب ملتا ہے اور جب سلام پھیرتا ہے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ چاہے جس دروازے سے جنت میں داخل ہو۔

حضرت علامہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، تین بڑی بڑی خصوصی عظمتیں ہیں۔

اول: جب کوئی نمازی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سر سے آسمان تک رحمت الٰہی کے چادر تن جاتی ہے اور بارش کی طری نیکیاں برستی ہیں۔

دوئم: خدا کے فرشتے نمازی کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں۔

سوئم: فرشتہ کہتا ہے، اے نمازی! اگر تو دیکھے کہ تیرے سامنے کون ہے اور کس سے باتیں کر رہا ہے تو بخدا قیامت تک نماز کا سلام نہ پھیرے اور نماز ہی میں مشغول رہتے ہوئے مرجائے نماز کو کبھی ختم نہ کرے۔

۴۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ بروز قیامت جب جنت میں جانے کے لئے نمازیوں کو خدا کی طرف سے پروانہ مل جائے گا تو سب سے پہلے ایک ایسی جماعت جنت میں داخل ہوگی جن کے چہروں کی چمک سورج کی کرنوں کو شرما رہی ہوگی۔ فرشتے لوگوں سے پوچھیں گے کہ تم کون لوگ ہو اور دنیا میں تمہارا کون سا عمل تھا جس کی وجہ سے تمہیں یہ اعزاز ملا کہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے کا شرف ملا؟ وہ لوگ کہیں، ہم مسلمان ہیں اور نماز کی حفاظت کرنا ہمارا عمل تھا۔ فرشتے دریافت کریں گے کہ تم نماز کی حفاظت کس طرح کیا کرتے تھے؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ ہم لوگ برابر پانچوں وقت پابندی سے نماز سے قبل مسجد میں چلے جاتے تھے اور اس کے، یعنی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے، اس کے بعد دوسری جماعت پل صراط سے سرعت سے گذرے گی، جن کے چہرے چودھویں کی چاند کی طرح منور ہوں گے۔ فرشتے ان سے پوچھیں گے، تم کون لوگ ہو اور دنیا میں تمہارا کیا عمل تھا جس کی وجہ سے پل صراط

کی سختی تم پر اس قدر آسان ہوگئی ہے کہ صحیح وسلامت اپنی مسافت طے کر رہے ہو؟ وہ لوگ کہیں گے، ہم لوگ مسلمان ہیں اور ہمارا عمل نماز کی حفاظت کرنا ہے۔ فرشتے پھر پوچھیں گے، تم کس طرح نماز کی حفاظت کیا کرتے تھے؟ وہ مسلمان جواب دیں گے، ہم لوگ قبل اذان ہی وضو کر کے بیٹھ جایا کرتے تھے اور اذان کی صدا آتے ہی مسجد کی طرف دوڑتے تھے۔ اس کے بعد بصد خشوع وخضوع نماز ادا کیا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد ایک تیسری جماعت گذرے گی جن کے چہرے تاروں کے مانند چمک رہے ہوں گے۔ ان سے بھی یہی سوال کریں گے، کہ تم کون لوگ ہو اور تمہارا کیا عمل تھا؟ یہ لوگ جواب دیں گے، ہم لوگ مسلمان ہیں اور نماز کی حفاظت کرنا ہمارا عمل تھا۔ فرشتے پھر سوال کریں گے، تم لوگ نماز کی حفاظت کس طرح کیا کرتے تھے؟ یہ لوگ وہی جواب دیں گے، ہم لوگ آذان کی صدا سنتے ہی فوراً وضو کرتے تھے اور مسجد کی طرف بھاگتے تھے اور ہمیشہ تکبیر اولی کا خیال کرتے تھے۔

ترغیب وترہیب میں نماز پنج گانہ کی فضیلت میں یہ حدیث وارد ہوئی کہ ہادئ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے لوگو! تم گناہوں کی آگ میں جلتے رہتے ہو اور جب تم صبح کی نماز پڑھ لیتے ہو تو آگ سرد ہوجاتی ہے۔ پھر تم گناہوں کی آگ جلاتے ہو۔ اور خود بھی اس میں جلتے رہتے ہو۔ لیکن جب ظہر کی نماز پڑھ لیتے ہو تو وہ آگ ٹھنڈی ہوجاتی ہے۔ پھر ظہر سے عصر تک اپنے گناہوں کی آگ بھڑکاتے رہتے ہو اور اس میں خود کو جلانے کا سامان کرتے ہو۔ لیکن جب عصر کی نماز پڑھ لیتے ہو تو وہ آگ سرد پڑجاتی ہے۔ پھر عصر سے مغرب تک تمہاری بدیوں کی آگ تیزی کے ساتھ شعلہ زن ہوتی ہے۔ اور تم اس میں جلتے رہتے ہو۔ لیکن جب تم مغرب کی نماز پڑھ لیتے ہو تو وہ آگ دم توڑ دیتی ہے۔ اسی طرح مغرب سے عشاء تک تم اپنی بداعمالیوں کی آگ بھڑکاتے ہو اور اس میں خود کو جلانے کا سبب پیدا کرتے ہو۔ لیکن جب تم عشاء کی نماز پڑھ لیتے ہو تو وہ آگ بجھ جاتی ہے اور تم پاک وصاف ہوکر میٹھی نیند کا مزہ لیتے ہو۔ پھر سونے کی حالت میں جب تک تم بیدار نہ ہوجاؤ، گناہوں سے دور رہتے ہو۔ سبحان اللہ۔

حکایت

نقل کرتے ہیں کہ کسی شہر میں خدا کا ایک عابد وزاہد بندہ تھا۔ رات ودن ذکر وعبادت میں مشغول رہتا تھا، عشرت وتنگدستی ایک مہمان عزیز کی طرح گھر میں داخل ہوگئی تھی۔ فاقہ مستی سے اہل وعیال جب بالکل نڈھال ہوگئے تو بیوی کا پیمانہ ضبط پھوٹ پڑا۔ اضطراب میں اٹھی اور سجدے میں گرے ہوئے شوہر کے قریب کھڑی ہوکر چلانا شروع کردیا۔ بچے فاقہ سے تڑپ رہے ہیں اور تمہیں عبادت وریاضت سے فرصت نہیں ملتی۔ ان طویل سجدوں اور لمبی لمبی رکعتوں سے تمہیں کب مہلت ملے گی کہ اپنے بچوں کے شکم کی آگ بجھاؤ گے۔ مانا کہ تم ذکر الٰہی سے آسودہ حال ہو لیکن بلکتے ہوئے بچوں کو میں کس طرح تسکین دوں۔ پانی سر سے اونچا ہوگیا ہے۔ رزق کی تلاش میں اب تو قدم گھر سے باہر نکالو، خدا کے یہاں کسی چیز کی کمی ہے۔ صبح سویرے بیوی نے شوہر کو جائے نماز سے اٹھایا اور رزق کی تلاش میں باہر بھیج دیا۔ وہ مرد ذاکر ہانپتا کانپتا شہر کے چوراہے پر پہنچا اور مزدوروں کی قطار میں بیٹھ گیا۔ ضرورت مند لوگ آئے اور مضبوط اور توانا مزدوروں کو چھانٹ کر اپنے ہمراہ لے گئے مگر کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ مایوسی کے عالم میں اٹھا اور قریب ہی ایک مسجد میں داخل ہوکر عبادت الٰہی میں مشغول ہوگیا۔

عشاء کی نماز کے بعد لرزتے کانپتے گھر پہنچا۔ نظر پڑتے ہی بیوی دوڑی ہوئی آئی اور دریافت کیا، کتنی مزدوری لائے؟ نگاہ نیچے کئے ہوئے جواب دیا، مالک نے آج مزدوری نہیں دی۔ کل دودن کی مزدوری ایک ساتھ ادا کرے گا۔ دوسرے دن پھر صبح کے وقت وہ مرد ذاکر گھر سے نکل کر شہر کے چوراہے پر پہنچا اور مزدوروں کی قطار میں کھڑا ہوگیا۔ آج بھی کسی نے اسے نہیں پوچھا۔ دل پر ایک غم کا بوجھ لئے اٹھا اور مسجد میں آکر بیٹھ گیا۔ ذکر ومناجات میں شام ہوگئی عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر جوں ہی گھر کی طرف قدم اٹھایا کسی نے پاؤں میں زنجیر ڈال دی۔ دیر تک کھڑا سوچتا

ہا، آج وعدے کا دن ہے، بیوی نے مزدوری طلب کی تو کیا جوب دوں گا؟ بڑی
شکل سے لرزتے ہوئے گھر پہنچا۔ بیوی انتظار میں جاگ رہی تھی۔ جوں ہی نظر پڑی
وڑتی ہوئی آئی۔ قبل اس کے وہ کچھ دریافت کرتی مردذاکر نے اطلاع دی کہ آج بھی
الک نے مزدوری نہیں دی۔ کل وہ تینوں دن کا حساب بے باق کردے گا۔ ہمارے
الک کی امانت داری ودیانت داری سارے علاقے میں مشہور ہے۔ کبھی اس نے کسی
کا اجر ضائع نہیں کیا ہے مجھے یقین ہے کہ کل وہ تینوں دن کا حساب صاف کردے گا۔
آج کسی طرح دن گذار لو۔ خدا نے چاہا تو کل خالی ہاتھ نہیں لوٹوں گا۔ بیوی نے خون
کا گھونٹ پی کر کسی طرح رات بسر کی، صبح کو ایک تھیلا دے کر رخصت کیا اور تاکید کی کہ
آج خالی ہاتھ نہ آیئے۔ جس طرح ہو تینوں دن کی مزدوری مالک سے اصول
کرلایئے۔ حسب دستور آج بھی وہ عابد شہر کے چوراہے پر مزدوروں کی قطار میں
جا کر بیٹھ گیا۔ آج بھی کسی نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ آج وہ بے حد شکستہ خاطر ہو
چکا تھا۔ اضطراب الم سے دل بیٹھا جارہا تھا۔ آج وعدے کا آخری دن تھا۔ عالم
اضطراب میں بے ساختہ اٹھا اور صحرا کی طرف نکل گیا۔ جھاڑیوں کی کنج میں بیٹھ کر
پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا لرزتی ہوئی آواز میں فریاد کی یااللہ العالمین تیری بھری دنیا
میں میرا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ تین دن سے رزق کی تلاش میں شہر کے چوراہے
پر بیٹھتا ہوں، سب مجھے ٹھکرا کر چلے جاتے ہیں۔ کوئی بھی میری طرف رخ نہیں کرتا۔
اب لے دے کر تیری رحمت کا سہارا ہے۔ اپنے ایک ناکارہ بندہ کی لاج رکھ لے
دونوں جہاں کے کارساز میرے چہرے پر خاک اڑ رہی ہے۔ ذلتوں نے آگھیرا ہے۔
شرمسار ہوں تیری بے شمار نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرسکتا اور مزید رحم وکرم کا سوالی ہوں۔
لیکن ہم تیری چوکھٹ چھوڑ کر کہا جائیں۔ اس دنیا میں لاچاروں مجبوروں کا تیرے سوا
اور کون نگراں ہے۔ درود کرب کے اسی عالم دل گداز میں سارا دن گذر گیا۔ شام آگئی
اور رفتہ رفتہ تاریکیوں کا سایہ بڑھتا گیا۔ رات کے اندھیرے میں وہ جھاڑیوں کے کنج
سے باہر نکلا۔ تھیلے میں جنگل کا ریت لے لیا کہ خالی ہاتھ گھر جانے کا الزام رفع

ہوسکے۔ آج غیرت حیا کی وجہ سے قدم نہیں اٹھ رہے تھے۔ جیسے جیسے قریب آتا جاتا
تھا، دل کی دھڑکن تیز ہوتی جارہی تھی، گھر کے قریب پہنچ کر سکتے کی حالت طاری
ہوگئی۔ دروازے پر کھڑے ہوکر خلاصی کی صورت سوچ ہی رہے تھے کہ بیوی سامنے
آکر کھڑی ہوگئی۔ آپ یہاں دروازے پر کیوں کھڑے ہیں، اندر آیئے۔ فیروز
بختیوں کا ایک حیرت انگیز تماشا دیکھئے۔ بیوی کا یہ رویہ بدلا ہوا دیکھ کر حیرت کی کوئی انتہا
نہ رہی بجائے اس کے پہلی ملاقات میں مزدوری کا سوال کرتی، نہایت اعزاز واکرام
سے ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی۔ تخت پر بٹھایا اور گھر کے اندر سے ایک سنہرے رنگ کے
ریشمی کپڑے سے ڈھکا ہوا ایک طباق اٹھا کر لائی جس میں پچاس اشرفیاں رکھی تھیں۔
اس کے بعد یہ مژدۂ ایمان افروز سنایا کہ آج شام کو ایک نہایت خوبرو اور سفید پوش
نوجوان اپنے سر پر طباق رکھے ہوئے آیا اور دروازے پر کھڑے ہوکر آواز دی۔ یہ
لے تیرے خاوند کی مزدوری، اس کے مالک نے بھیجی ہے۔ اب آئندہ تو اپنے خاوند کو
اذیت مت دینا وہ آئے تو اس سے کہہ دینا کہ اس کے مالک نے اسے سلام کہا ہے
اور یہ پیغام بھیجا ہے کہ کام کرتے رہو، تمہارا اجر ضائع نہیں ہوگا۔ یہ ماجرہ سن کر اس
عابد مرتاض پر شادی مرگ طاری ہونے لگی۔ فرط خوشی سے پاگل ہوگیا۔ بے ساختہ منہ
سے چیخ بلند ہوئی اور سجدے میں گر گیا۔ میرے پروردگار کس منہ سے تیرا شکر ادا
کروں۔ ایک بندۂ ذلیل کے نام تونے سلام بھیجا ہے۔ تیری رحمتوں پر قربان، ایک
ناکارہ غلام پر یہ اکرام وانعام کی بارش۔ بیوی حیرت سے منہ تکتی رہی۔ ششدر ہوکر
کہنے لگی۔ پیارے یہ کیا واقعہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ سچ بتایئے وہ خوبرو
نوجوان کون تھا جو اشرفیوں کا طباق مجھے دروازے پر دے گیا اور وہ ذی شان اور
مہربان آقا کون ہے جس نے تین دن کی مزدوری کے لئے اپنا سارا خزانہ کھول دیا
ہے۔ مردذاکر نے کہا، اے نادان عورت کان سے غفلت کے پردے ہٹا کر سن،
سنہرے ریشم سے چھپا ہوا طباق لے کر آنے والا خوبرو نوجوان کوئی فرشتہ رحمت تھا۔ وہ
رحیم وکریم آقا جس کی مزدوری کرنے جاتا تھا وہ رب العالمین ہے اور محنت ومزدوری

ایک بہانہ تھا کہ تو مجھے پریشان نہ کرے۔ ورنہ میں تینوں دن صبح سے شام تک اپنے اسی پروردگار کی یاد میں مصروف تھا۔ آج تیرے خوف کے مارے جنگل سے چلنے لگا تو تھیلے میں سنگریز بھر لئے تا کہ تو مجھے پہلی نظر میں خالی ہاتھ نہ دیکھے۔ بیوی نے جو تھیلے کو الٹا تو یہ کرشمہ قدرت دیکھ کر وہ بے ہوش ہوگئی کہ سنگریزں کے بجائے جواہرات بھرے ہوئے تھے۔ مرد ذاکر بھی جلوۂ رحمت کا یہ تماشا دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ عورت جب ہوش میں آئی تو اس کے دل کا حال بدل چکا تھا۔ ندامت وشرمساری کے ساتھ سجدے میں گر پڑی اور اپنے خیالات سے توبہ کی ۔خدانے اپنے فضل وکرم سے اسے بھی ذاکرین کے زمرے میں شامل کرلیا۔ اب دونوں میاں بیوی دنیا سے منہ پھیر کر فارغ البالی کے ساتھ خدا کی عبادت میں مشغول ہوگئے:

ایک نیکی گر کوئی بندہ کرے
ایک کے بدلے میں اس کو دس ملے

مگر نقشہ نمازی یوں عشق کا کھینچا کرے
میں اسے دیکھا کروں وہ مجھے دیکھا کرے

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزاروں سجدے دیتا ہے آدمی کو نجات

یہ قصہ لطیف ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا آغاز باب تھا

وَمَاعَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

❖❖❖

خطبہ (۴)

اطاعت رسول ﷺ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔
مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ عَطَاعَ اللّٰه۔

کی محمد سے وفا تونے ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

جگا جگا کے تمہیں تھک چکے ہیں ہنگامے — نشاط و لذت خواب گراں بدل ڈالو
غلط روی سے منازل کا بعد بڑھتا ہے — مسافروں روش کارواں بدل ڈالو
سفینہ اپنا کنارے سے بھی لگ سکتا ہے — ہوا کے رخ پہ چلو بادباں بدل ڈالو

اگر تم اب بھی غفلت کی نیند سے نہیں جاگے تو یقین کرلو!

نہ سنبھلو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اگر اس بے راہ روی و بدعملی میں ذرا انصاف وسنجیدگی سے اپنی بربادیوں اور تباہیوں کا سبب معلوم کرو گے تو یہی جواب ملے گا:

طریق مصطفیٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی
ہمیں کرنی ہے شہنشاہ بطحا کی رضا جوئی
وہ اپنے ہوگئے تو رحمت پروردگار اپنی

حضرات گرامی! آج اس محفل ذکر مصطفےٰ میں، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اتباع سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں کچھ لب کشائی کروں۔ مجھے امید ہے کہ

آپ تمامی حضرات نہایت ہی اطمینان وسکون کے ساتھ میرے کلمات سماعت فرمائیں گے۔ مگر آغاز سخن سے پہلے میں بہتر اور ضروری سمجھتا ہوں کہ تمام حضرات بصد خلوص ومحبت وعقیدت اپنے آقا ومولیٰ حضور تاجدار مدینہ کی بارگاہ بے کس پناہ میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ عقیدت پیش کریں، پڑھیے:

صلی اللّٰہ علی النبی الامی والہٖ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسَلَّمَ

صلوٰۃو سلامًا علَیكَ یَارسول اللّٰہ:

حضرات! میں نے جس آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ عَطَاءَ اللّٰہ. جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔یعنی مطلب یہ ہے کہ اے محبوب، جس نے تیری فرمانبرداری کی، گویا اس نے میری فرمانبرداری کی، جس نے تیرے ارشادات پر عمل کیا، گویا اس نے میرے ارشادات پر عمل کیا، جس نے تیرا اتباع کیا، گویا اس نے میری اتباع کی، جس نے تیرے فرمان کو مانا گویا اس نے میرے فرمان کو مانا، جس نے تیرے فرمان کو توڑا اس نے میرے فرمان کو توڑا۔ اے محبوب جو تیرا دوست ہے، گویا وہ میرا دوست ہے، جو تیرا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔

حضرات گرامی! اگر تم کامیابی سے ہم کنار ہونا چاہتے ہو، اگر تم فائز المرام ہونا چاہتے ہو، اگر تم تقرب الی اللہ کی منزل پر گامزن ہونا چاہتے ہو، اگر تم سربلند سرفراز ہونا چاہتے ہو، اگر تم عزت چاہتے ہو، اگر تم اقبال چاہتے ہو، اگر تم سر بلندی اور سرخروئی چاہتے ہو مصطفیٰ جان رحمت کی اتباع وپیروی کرو۔ پیغمبر اسلام کے نقش قدم پر چلو۔ رسول مدنی کے ارشادات کو عملی جامہ پہناؤ۔ محمد عربی کے حکم کی تعمیل کرو۔ ان کے غلام باوفا بن جاؤ۔ کیوں کہ بغیر ان کی غلامی اور پیروی کے نہ تمہیں سروری مل سکتی ہے اور نہ پیشوائی، کسی نے خوب کہا ہے:

ان کے جو ہم غلام تھے خلق کے پیشوا رہے

ان سے پھرے جہاں پھر آئی کمی وقار میں

اطاعت رسول ہی کامیابی ہے

حضرات گرامی! جب تک ہم رسول مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار بن کر رہے، جب تک ہم رسول اعظم کے ارشادات کو عملی جامہ پہناتے رہے، جب تک ہم خدا کے نائب اعظم کے نقش قدم پر چلتے رہے، جب تک ہم سنت نبوی کی اطاعت اور پیروی کرتے رہے، جب تک ہمارے اندر اطاعت رسول کا جذبہ پوری قوت کے ساتھ موجزن رہا تو اس وقت تک غالب تھے، غیر مسلم ہمارا نام بڑے احترام سے لیتے تھے، دنیا بھر میں ہماری ساکھ تھی اور غیر قوموں پر ہماری دھاک تھی، دولت ہمارے قدموں پر تھی، عزت ہمارے جلو میں تھی، حکومت اور سلطنت ہمارے ساتھ تھی، دنیا جہان میں ہماری شہرت تھی، دشمنوں میں ہماری ہیبت چھائی ہوئی تھی، جس طرف ہم رخ کرتے تھے ملک پر ملک فتح ہوتے تھے اور دشمنوں کو پانی کی طرح بہاتے چلے جاتے تھے، ہر فرعون صفت شہنشاہ کا تخت الٹ کر تاج چھین لیتے تھے، کسی کو ہمارے مقابلے میں آنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، دولت وثروت ہماری لونڈی اور خوشحالی ہماری کنیز تھی، مگر شومئ قسمت جب سے ہم نے شریعت مصطفیٰ کی پیروی کرنی چھوڑ دی ہے، جب سے ہم نے نقش قدم مصطفیٰ پر چلنا چھوڑ دیا ہے، تبھی سے ہم عقابوں کے شکار ہو گئے اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑ گئے اور آج وہی غالب مسلمان مغلوب ہیں، مظلوم ہیں، کبھی ہم باعزت تھے اور آج ہم بے عزت ہیں، کبھی ہماری نیک نامی کا ڈنکا بجتا تھا، آج بدنامی کا ڈنکا بج رہا ہے۔ بے کس ہیں، بے بس ہیں، مگر ہمارے اندر اتنی طاقت نہیں ہے کہ اف بھی کر سکیں۔ مسلمانوں کے اندر اطاعت خداوندی اور اتباع سنت کا جذبہ نہ رہنے کی باعث آج نہ وہ دولت رہی جس پر غرور تھا نہ وہ سلطنتیں رہیں جس پر زعم تھا، نہ وہ عزت رہی جس پر ناز تھا، نہ وہ علم رہا جس پر فخر تھا، نہ وہ جرأت رہی جس کی دھاک تھی، نہ وہ استقلال رہا جس کا شہرہ تھا، غرض کہ کچھ نہ رہا۔ اطاعت وپیروی کی رسی سے نکل کر سب کچھ کھو بیٹھے۔

دوستان محترم! ہاں ہاں، ایک وہ زمانہ تھا جب ہم گنتی کے چند مسلمان تھے اور

کی اس قدر شہرت تھی کہ دنیا جانتی تھی۔ ان کی دلیری کے کارنامے اقوام عالم میں ضرب المثل تھے۔ جس ملک اور جس کی طرف ان کا رخ ہو جاتا تھا وہ ملک اور اقوام تھرا اٹھتے تھے۔ آج ہم کروڑوں کی تعداد میں ہے مگر ہم سے کوئی نہیں ڈرتا بلکہ ہم ایسے پست ہمت بزدل اور کمزور طبیعت کے ہو گئے ہیں کہ ہم میں کوئی امنگ نہیں ہے۔ ہم دشمنان اسلام سے ڈرتے ہیں، وہ قوم جس کا نام سن کر دنیا تھراتی تھی، جس کی ہیبت دنیا کے بڑے بڑے بہادروں پر چھائی ہوئی تھی، جس کا نام لے کر دور و دراز کے عیسائی عورتیں اپنے روتے ہوئے بچوں کو خوف دلا کر چپ کرتی تھیں اور یوں کہتی تھیں کہ چپ رہو، وہ دیکھو مسلمان آرہے ہیں، ہاں ہاں ایک وہ زمانہ تھا کہ عالم کی سلطنتیں ہمارے قدموں کے بوسے لینے کو اپنا فخر جانتی تھیں۔ بڑے بڑے جبروت والے بادشاہوں کے تخت ہم نے الٹ دیا۔ فرماں رواں عالم ہمارے ہی فرمانبردار تھے۔ کشور کشایاں جہان ہمارے ہی بندہ فرمان تھے۔ پرتھوی راج جیسے مہاراجہ اپنی پگڑیاں ہمارے ہی چرنوں میں ڈالا کرتے تھے۔ قیصر و کسریٰ کے محل میں ہمارے ہی نعرۂ تکبیر نے زلزلہ ڈال دیا تھا۔ جدھر رخ کرتے تھے فتح و کامرانی ہمارے قدموں پر لوٹتی تھی۔ کسی کافر کو اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ ہمیں بری نگاہ سے دیکھ سکے۔ افسوس آج وہی مسلمان اپنے دشمنوں سے اتنے مرعوب ہو گئے ہیں کہ ان کی صورت دیکھتے ہی دل دہل جاتا ہے، جسم لرزہ براندام ہو جاتا ہے، دماغ میں طوفان برپا ہو جاتا ہے، دل حسرت و ارمان کا مزار بن جاتا ہے، ہائے افسوس آج وہ وقت آگیا ہے کہ یہ پتھر کے پجاری پیشاب کو پوتر سمجھنے والے مسلم قوم کو مٹانے کے لئے تلے ہوئے ہیں۔

تب سے آج دیکھنے کے بعد وہ کون سا درد رکھنے والا دل ہے جو مسلمانوں کی موجودہ پستی اور ان کی موجودہ ذلت و خواری اور رسوائی پر نہ دکھتا اور نہ کراہتا ہے اور کون سی آنکھ ہے جو ان کی غربت اور مفلسی بے روزگاری اور کسمپرسی پر آنسو نہ بہاتی ہو، تخت و تاج ان سے چھن گیا، دولت ثروت سے یہ محروم ہوئے، عزت و وقار ان کا ختم ہوا۔ وہ کون سی مصیبتیں ہیں جن کا شکار مسلمان نہ بن رہا ہے۔ وہ کون سی

اذیتیں ہیں اور صعوبتیں ہیں جن منزلوں سے مسلمان نہ گذر رہے ہوں۔ ان حالات کو دیکھ کر یقیناً درد و بلا سے مسلمانوں کا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

مگر میرے بھائی۔ صرف گریہ زاری کرنے، ماتم کناں ہونے اور آہ و واویلا کرنے سے مسئلہ کبھی بھی حل نہیں ہو سکتا ہے، ضروری ہے کہ اس کے علاج پر مسلمان خود غور کریں کہ آخیر ہماری اصل بیماری کیا ہے اور اس بیماری کے اسباب و علل کیا ہیں۔ یہ بیماری ہمارے معاشرہ میں کیسے پیدا ہوئی، کہاں سے اور کیسے پیدا ہوئی، اس کا علاج کیا ہے؟ میں پوری ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں اگر ان امور پر غور کر لیا جائے تو علاج بہت آسان ہو جائے گا۔ اس سے قبل بہت ارباب علم و دانش اور لیڈران قوم و ملت نے بہت غور کیا ہے اور طرح طرح کی تدبیریں سوچیں، قسم قسم کے علاج عمل میں لائیں مگر۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی

کسی نے سوچا اس کا علاج صرف دولت ہے، مال کماؤ ترقی پا جاؤ گے۔ کسی نے کہا اس کا علاج صرف عزت ہے، کونسل کے ممبر بن جاؤ آرام مل جائے گا۔ کسی نے کہا پارٹی کا لیڈر یا نیتا بن جاؤ کامیاب ہو جاؤ گے۔ کسی نے کہا حکومت کی کرسی مل جائے تو بیڑا پار ہو جائے گا۔ کسی نے سوچا مالدار ہونا کامیابی ہے۔ کسی کی سمجھ میں آیا کہ تخت و تاج کا مالک ہونا کامیابی ہے۔ کوئی خیال کر رہا ہے بڑے عہدے پر پہنچ جانا اس کا علاج اور کامیابی ہے۔ مگر یقین جانئے کہ یہ سب غلطی پر ہیں۔

احقر کہتا ہے، اے لوگو! اگر مالدار ہونا کامیابی ہوتا، تو قارون بڑا کامیاب ہوتا اس لئے کہ وہ بڑا مالدار تھا۔ بہت سی دولت اور خزانے کا مالک تھا، بڑا سرمایہ دار تھا، اگر تخت و تاج کا مالک ہونا کافی ہوتی تو نمرود بڑا کامیاب ہونا چاہئے تھا کیوں کہ وہ تمام دنیا کا بادشاہ تھا۔ اگر بڑے عہدے والا ہونا کامیابی ہوتی تو یزید پلید بڑا کامیاب ہوتا کہ وہ خلافت کا عہدیدار بن بیٹھا تھا، حالانکہ صدیوں سے ان مشرق و مغرب شمال و جنوب میں

لعنت ہو رہی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کامیابی کوئی اور چیز ہے۔ کامیابی کوئی اور شئے ہے۔
تو لو ہم سے سنو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ یعنی
کامیاب وہ ہیں، کامران وہ ہیں، فلاح وبہبودی والے وہ ہیں، جس نے اللہ اور اس
کے محبوب کی پیروی کی۔ دوسری طرف ارشاد فرماتا ہے، اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ
لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم رحمت کے مستحق ہو جاؤ
اور فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اور فرماتا ہے رسول کو
نہیں بھیجے مگر یہ کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور میں نے اس ایک
آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے مَن یطع
الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی گویا خداوند قدوس کی
اطاعت کی، رسول اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور اس پر اجر وثواب کا وعدہ اور اس
کے ترک ومخالفت پر عذاب وعقاب کی وعید کی اور ان کے حکم کی بجا آوری اور مخالفت
سے اجتناب کو واجب قرار دیا۔ مطلب یہ ہے، جو رسول کی اطاعت ان کی رسالت و
نبوت اور احکام الٰہی کی تبلیغ کی حیثیت سے کرے وہ اطاعت نہیں کرتا مگر حق تعالیٰ کی۔

محبت الٰہی

برادران ملت اسلامیہ علمائے کرام فرماتے ہیں اَطِیْعُوا اللّٰہَ فی فرائضہٖ
والرسول فِیْ سُنَّتِہٖ فرائض میں اللہ کی اور سنت میں رسول اللہ کی اطاعت کرو
اور ایک قول میں یوں آیا ہے اطیعو اللہ فیما شرع علیکم والرسول فیما
بلغکم جو تم پر مشروع ہوا اس میں اللہ کی اطاعت کرو۔ محققین فرماتے ہیں کہ خدا کی
اطاعت اس کی ربوبیت کی شہادت میں ہے اور رسول کی اطاعت ان کی رسالت
ونبوت کی شہادت میں ہے اور دلیل محبت ہے اور محبت معصیت کی مخالف ہے، قرآن
مقدس میں رب کائنات اعلان فرماتا ہے قل ان کنتم الخ فرمادو اے محبوب اگر تم
اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں محبوب بنالے گا اور تمہارے

گناہوں کو تم سے مٹادے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ
رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم قریش کے پاس ٹھہرے تھے جنہوں نے خانہ کعبہ
میں بت نصب کئے تھے اور انہیں سجا سجا کر ان کو سجدے کر رہے تھے۔ حضور نے فرمایا ''
اے قریش! خدا کی قسم تم اپنے دادا ابراہیم و اسماعیل کے دین کے مخالف
ہو گئے۔'' قریش نے کہا ہم ان بتوں کی اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تا کہ یہ ہمیں اللہ
سے قریب کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ کسی کا دعویٰ سید عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کی اتباع فرمانبرداری کے بغیر قابل قبول نہیں جو اس دعویٰ کا ثبوت دینا چاہتا
ہے۔ حضور کی غلامی کرے۔ اور حضور نے بت پرستی کو منع فرمایا ہے تو بت پرستی کرنے
والا حضور کا نافرمان اور محبت الٰہی کے دعوی میں جھوٹا ہے۔ قل ان الخ اے میرے
محبوب فرمادو اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو، تو میری تابعداری کرو۔ کیوں کہ یہی خدا کی
اطاعت ہے۔ یہی خدا کی محبت کی دلیل ہے۔ اگر تم میری پیروی کرو گے تو تم خدا سے
محبت کرنے والے ہوگے۔ بلکہ اس کے محبوب ہو جاؤ گے۔ میرے مقام محبت کے تم
بھی وارث بن جاؤ گے۔ غرض کہ خدا کی محبت اتباع رسول کے ساتھ مشروط ہے
اور مشروط بغیر شرط کے وجود میں نہیں آتا۔ یعنی محبت کی دلیل یہ ہے کہ انسان اپنے کو
اتباع رسول پر ڈال دے، اپنی زندگی کو اطاعت رسول میں گذار دے۔ جب چلے نبی
کی اداؤں کو نگاہوں کے سامنے رکھ کر چلے، جب اٹھے رسول کی اداؤں کو سامنے رکھ کر
اٹھے، جب کھائے تو رسول کی اداؤں کو سامنے رکھ کر کھائے، جب پئے رسول کی
اداؤں کو سامنے رکھ کر پئے۔ جب سوئے رسول کی اداؤں کو سامنے رکھ کر سوئے، جب
بولے تو اقتدائے نبوت کا پیکر بن کر بولے، جب کلام کرے تو نبی کے انداز تکلم کو سامنے
رکھ کر کلام کرے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ تمہاری زندگی بولے نبی نبی، تمہاری جلوت
بولے نبی نبی، تمہاری خلوت بولے نبی نبی، تمہاری عبادت بولے نبی نبی، تمہاری
ریاضت بولے نبی نبی، تمہاری خاموشی بولے نبی نبی، تمہاری گفتگو بولیں نبی نبی،
تمہاری رفتار بولیں نبی نبی، تمہاری گفتار بولیں نبی نبی، تمہارے اعمال بولیں نبی نبی،

تمہارے افعال بولیں نبی نبی، تمہارے اقوال بولیں نبی نبی، غرض کہ اپنی زندگی کو رسول کے قالب ادا میں ڈھال دو اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی زندگی گزارنے پر آجاؤ۔ رسول اللہ کی غلامی کو اپنی زندگی کا سرمایہ سمجھو گے تو تمہارے لئے اللہ کا وعدہ ہے یحببکم اللہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالے گا۔ ویغفرلکم ذنوبکم اور تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا وَاللّٰہُ غَفُوْرُ الرَّحِیْم اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے، اور جب تم اللہ کے محبوب بندے بن جاؤ گے تو محسن انسانیت کا ارشاد گرامی ہے من کان اللّٰہ کان اللّٰہ لہٗ جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا۔

حضرات گرامی جب انسان اللہ کا ہو جائے گا تو ساری خدائی اس کی ہو جائے گی۔ ساری چیزیں اس کی ہو جائیں گی۔ ہر مخلوق کے دل میں خدا اس کی محبت ڈال دے گا۔ جن و بشر ان سے محبت کرنے لگیں گے، شجر و حجر ان سے محبت کرنے لگیں گے، خشک و تر ان سے محبت کرنے لگیں گے، شمس و قمر ان سے محبت کرنے لگیں گے۔ علماء ان سے محبت کرنے لگیں گے، فضلاء ان سے محبت کرنے لگیں گے، وکلاء ان سے محبت کرنے لگیں گے، نقباء ان سے محبت کرنے لگیں گے، خطباء ان سے محبت کرنے لگیں گے محدثین ان سے محبت کرنے لگے گیں، متقین ان سے محبت کریں گے، مفکرین ان سے محبت کریں، مدبرین ان سے محبت کریں گے، مفسرین ان سے محبت کریں گے، آج مجھے کہہ لینے دیجئے کہ ساری خدائی ان کو محبت و الفت کا پیغام بھیجے گی۔ دوسرے موقع پر اللہ کے رسول ارشاد فرماتے ہیں، جب اللہ سے کوئی حقیقی محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت فرماتا ہے، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے کہ اے جبرئیل میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام اس بات کا اعلان سارے فرشتوں میں کرتے ہیں۔ اسی طرح سارے فرشتے ساری کائنات کے ایک ایک حصہ میں یوں اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ کی مخلوق فلاں بندے اللہ قدوس سے محبت فرماتا ہے، اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو۔ اسی بات کو باری تعالیٰ اپنے کلام میں یوں ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودًّا بے شک جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے بہت جلد ہم ان کی محبت کو دنیا میں عام کر دیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہو گیا تو اللہ اس کی محبت اور عزت دنیا ہی میں بڑھا دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نبی کریم کے اشارے پر جان دینا ہی اپنی کامیابی سمجھتے تھے۔ رسول اللہ کے اشارے پر سمندر میں کود جانا ہی اپنی کامرانی سمجھتے تھے اور لڑائیوں کے میدان میں پسینہ پسینہ ہو جانا اپنی فلاح سمجھتے تھے۔ آگ میں کودنا کوئی بھاری بات نہ تھی۔ تپتی ریت پر لیٹ جانا اپنے جیون کا اصلی معنی قرار دیا تھا۔

عشق کا ماحول

دوستان محترم عقل حیران ہے، ذہن پریشان کہ آخر یہ عشق کا ماحول کس نے پید کیا اور اس کی ابتدا کب ہوئی؟ تو سنو، علمائے کرام فرماتے ہیں عشق رسول کی ابتدا لولاک لما خلقت الافلاک، لولاک لما خلقت الدنیا، لا الٰہ الا اللّٰہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا اقرار کا حکم خدا اور اس کے فرشتوں کے حضور پر درود و سلام بھیجنا اس پر گواہ ہے۔ آپ قرآن پڑھیے تو اول سے آخیر تک ذکر رسول کے خزانوں سے معمور ہے۔ کہیں حضور کے اخلاق کی تعریف کی جاتی ہے، آپ کی جان کی قسم کھائی جاتی ہے کہیں آپ کے شہر کی قسم کھائی جاتی ہے۔ کہیں آپ کی حفاظت کا ذمہ لیا جا رہا ہے، کہیں آپ کے علوم مرتبت کو بیان کیا جا رہا ہے، کہیں دل جوئی اور دلداری کی جا رہی ہے، کہیں اپنی صفات کو متصف کیا جا رہا ہے، مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا فاکثر ذکرہ کے رو سے یہ تمام باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ خداوند قدوس نبی آخر الزماں خاتم پیغمبراں سے بے پناہ محبت فرماتا ہے۔ ملائکہ بھی عاشق رسول ہیں۔ کونین کے پیغمبر پر درود و سلام بھیجتے ہیں دیگر روایات میں آیا ہے کہ جو فرشتے گنبد خضریٰ والے آقا کے روضۂ انور پر ایک دفعہ حاضر ہو لیتے ہیں، پھر وہ تمام عمر حاضر ہونے کی آرزو و تمنا رکھتے ہیں۔ لیکن رب کائنات کو اپنے حبیب کی بارگاہ میں دوبارہ بھیجنا منظور نہیں،

آرزوئیں مچلتی ہیں، تمنائیں کروٹیں لیتی رہتی ہیں، لیکن حاضری نصیب نہیں ہوتی۔
یہ تو نورانی ملائکہ کی بات تھی، اب میں چاہتا ہوں کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی بارگاہ میں لیتا چلوں کہ صحابہ کرام کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسا تھا؟ سنو! صحابہ کرام کا عشق تھا رسول اللہ کی اطاعت کرنا، رسول کے اسوۂ حسنہ پر چلنا، کبھی صحابہ نے رحم وکرم کے اطاعت کا ثبوت دیا ہے، کبھی آگ میں چھلانگ لگا کر اطاعت کا ثبوت دیا، کبھی کوڑے کھا کر اطاعت کا ثبوت پیش کیا، کبھی میدان میں سینہ سپر ہوکر اطاعت کا ثبوت دیا، کبھی رات کی تنہائیوں میں بیابانوں صحراؤں کو اپنا مسکن سمجھ کر اطاعت کا ثبوت دیا، کبھی دریائے دجلہ میں اپنی کشتی ڈال کر اطاعت کا ثبوت دیا، کبھی خشکی میں گھوڑوں کو دوڑا کر اطاعت کا ثبوت دیا، کبھی جگر میں نیزہ کھا کر اطاعت کا ثبوت دیا کبھی میدان جنگ میں رسول اللہ کے اشارے پر اپنی گردن کٹا کر تن من دھن کی بازی لگا کر اطاعت کا ثبوت دیا، جس کے ذریعے قوم نے دریائے دجلہ کا رخ پھیر دیا، جس کے ذریعے قوم نے فلک بوس چوٹیوں کو اپنے قدموں سے سرنگوں کر دیا تھا۔ جس جذبات کی بنیاد پر عبداللہ ابن طارق اسپین کی وادیوں سے گزر کر جبل طارق پر اپنی فتح کا سنہرا باب لکھتا نظر آتا تھا۔ جن جذبات کی بنیاد پر دریاؤں میں اپنا سفینہ ڈال دیا تھا، جن جذبات کی بنیاد پر اپنی کشتیوں کو اپنے ہاتھوں سے جلا دیا تھا، جن جذبات کی بنیاد پر خالد علم لے کر میدان میں آتے تھے تو لوگوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ جب جذبات کی بنیاد پر مسلمانوں کو یہ کہنے کے لئے تیار کر دیا تھا:

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

یہی وہ جذبات تھے جب بدر کے میدان میں عاشقان رسول ومجاہدین اسلام نے اسلام کا پرچم لہرانے کے لئے خیمے نصب کئے تو کفار کا سب سے بڑا سردار اجاہلوں کا جاہل ابوجہل نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہا، اے لشکریو! دیکھو محمد عربی کے دیوانے تمہیں اس صفحہ ہستی سے نیست نابود کرنے کے لئے عزم مصمم باندھ کر آئے

ہیں۔ لہٰذا آؤ ان لوگوں کا مقابلہ کرو۔ کفار میدان جنگ میں آئے، مقابلہ ہو رہا ہے، ادھر ناجائز، ادھر جائز، ادھر ظلمت ادھر نور، ادھر حرام ادھر حلال، ادھر کفر ادھر اسلام، ادھر باطل ادھر حق، ادھر مادیت ادھر روحانیت، ادھر جھوٹ ادھر سچ، ادھر ظلم ادھر انصاف، ادھر جہل ادھر علم، ادھر عیاری ادھر ایمانداری، ادھر مکاری ادھر دینداری، ادھر ابلیسیت ادھر اہل بیت، ادھر آدمیت ادھر ابوجہل کا نام ادھر محمد رسول اللہ کا پیغام، ادھر توہین وتحقیر ادھر تعظیم وتوقیر، ادھر کفر منافقت ادھر اسلام وسنت، ادھر دولت اور دولت مند ادھر غربت اور فتح مند، ادھر لشکر ہزار ادھر تین سو تیرہ صحابہ کبار لیکن تین سو تیرہ جانثاران محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قلت کفار کی کثرت پر وحدت کا شاندار جھنڈا گاڑ اتھا آپ جو اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو ان جذبات کے تان آپ کی نگاہوں کے سامنے ابھر کر آئیں گے۔ جن جذبات کے ذریعے ہم کبھی بلا تلوار کے آتے تھے، جن جذبات کی بنا پر ہم کبھی بلا ہتھیار کے لڑتے تھے، جن جذبات کی بنا پر ہم نے جان دے کر کبھی اپنے نظریات دنیا کو دیئے تھے، نظریات کو بچانے کے لئے کبھی جان لینا بھی ضروری ہوتا ہے اور کبھی جان دینا بھی ضروری ہوتا ہے۔ ہماری قوم اس عقیدے کا محافظ ہے، ہمارے پاس اگر تلوار دیجئے تو ہم قانون یافتہ ہو سکتے ہیں، دشمنوں کی جان لے کر کبھی اپنے مشن کو آگے بڑھائیں گے اور اگر تلوار نہیں ہے تو عزم وفکر ہی سے دار ورسن کے پھندے کو چوم کر قوم تک خون شہیداں کی سرخیاں پیش کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

دوستان محترم دیکھا آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا بڑا والہانہ جذبہ رکھتے تھے کہ رسول کے ساتھ اس طرح والہانہ عشق رکھتے تھے۔ صحابہ کبار اپنے رسول سے اس قدر قلبی لگاؤ رکھتے تھے عشاق رسول اپنے نبی کے ساتھ، اس قدر انقلابی حصہ رکھتے تھے اپنے تن من دھن کی بازی لگا دینا اپنے آقا کے نام پر اپنی زندگی کا معمولی سا کھیل سمجھتے تھے۔ سرور کونین کے عشق کی چنگاریاں ان کے سینے میں اس قدر پروردہ ہوتی تھیں کہ دریائے دجلہ کا سینہ چیرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ رسول کا عشق ان کے سینے میں اس قدر پروردہ تھا کہ رسول کی

عزت وآبرو پر اپنا مال وجان کی چنوتی دینے کے لئے تیار ہوجاتے تھے۔ اپنے دل کا دروازہ کھول کر بیٹھئے اور جنگ بدر کے اس نقشے کو نگاہوں کے سامنے رکھئے جب کہ دشمنوں کی فوج کے مقابلے میں کھڑی ہیں، تیروں کی بارش ہورہی ہے، تلواروں کی دھاریں چل رہی ہیں، نیزوں کی یلغار، گردن اور دست وپا کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔ اس ہولناک جنگ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی شریک تھے۔ کون عبدالرحمٰن بن عوف، وہی عبدالرحمٰن جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، جن کو نبی کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اگر کسی جنتی کو دیکھنا ہے تو عبدالرحمٰن بن عوف کو دیکھ لو۔ وہی عاشق رسول فرماتے ہیں کہ میرے دل کی تمنا تھی کہ میں کسی طرح اس گروہ کفار کے سربراہ ابوجہل کو قتل کروں۔ مگر قسمت نے یاوری نہ کی۔ ایسے ہولناک منظر میں میرے دائیں بائیں دو ننھے مجاہد معاذ اور معوذ تلواریں لئے آ کھڑے ہوئے تھے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ابھی نوعمر تھے دونوں کے ہاتھ میں تھیں شمشیریں
نظر آئیں مجھے دو سادہ و معصوم تصویریں
بہت شائستہ خوش گوار کم عمر و حسیں دونوں
فرشتوں کی طرح آئے تھے بالائے زمیں دونوں

ان دو ننھے مجاہد نے آتے ہی پوچھا تو کہا:

نہایت رازداری سے نشان ابوجہل کا پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ پتہ پوچھا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں میں نے پوچھا بچو! اس بے دین سے تمہارا کیا کام ہے؟ بچوں نے کتنا پیارا جواب دیا:

قسم کھائی ہے مرجائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

فرماتے ہیں، میں ان کی جرأت پر حیران رہ گیا اور پھر ان کے شہادت کے خیال

سے تڑپ کر رہ گیا، میں نے کہا ''اے بچو! وہ تو کفار کا سب سے بڑا سردار ہے وہاں جانا جان کا خطرہ ہے۔ مگر ان بچوں کا جواب یہ تھا کہ بے شک سنا ہے:

مگر عشاق اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے
خدا سے ڈرنے والے موت سے ہرگز نہیں ڈرتے

ابوجہل کا قتل

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا'' بچو! ابوجہل بہت بڑا بہادر ہے، تم سے زیادہ طاقت ہے، چلو تم پیچھے چلو ابھی جنگ کا وقت ہے اور میں خود اس چکر میں ہوں کہ سب سے پہلے کفار کے سب سے بڑے سردار کا خاتمہ کردوں۔ تو بچوں نے کتنا پیارا سا جواب دیا۔ چچا یہ آپ ہمیں کیسا سبق دے رہے ہیں؟ یہ ہماری قوم کا سبق نہیں ہے۔ ہماری قوم کی تعلیم نہیں ہے۔ ہماری قوم کی تعلیم یہ ہے کہ آگے بڑھو۔ عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ بچو! ابوجہل تک تمہاری رسائی کیسے ہوگی؟ وہاں بے پناہ دشمن کی فوجیں ہے۔ سپاہیوں کی لمبی لمبی قطاریں ہیں۔ وہاں تلواروں کا وار ہے، وہاں بھالے ہیں، وہاں تو خنجر کی جھنکار ہے، وہاں تو ایک للکار ہے، وہاں تو چیخ و پکار ہے، ہر طرف مار دھاڑ ہے، ہاں ہر ایک کے دماغ پر بھوت سوار ہے، وہاں بندے اپنی جانیں لڑا رہے ہیں، وہاں انسان انسان کا شکار ہورہا ہے، ہر طرف موت ہی موت ہے، وہاں زبردست لڑائی ہے، وہ میدان جنگ ہے۔ وہاں کبھی حملہ ہوتا ہے، کبھی لڑائی ہوتی ہے۔ وہاں فوجیں ایک دوسرے میں گھس کر لڑ رہی ہیں۔ وہاں جنگ کا بازار گرم ہے۔ وہاں بندے گاجر مولی کی طرح کٹ کر گر رہے ہیں۔ وہاں انسانوں کا قیمہ قیمہ ہورہا ہے۔ وہاں زمین خون سے سیراب ہورہی ہے۔ وہاں انسان بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہورہے ہیں۔ وہاں بڑے بڑے بہادروں کے سر مٹی کے ڈھیلوں کی طرح پڑے ہوئے ہیں۔ وہاں ہر طرف موت کا سناٹا ہے۔ وہاں لاشیں گھوڑوں کے سموں کے نیچے کچلی جارہی ہیں۔ وہاں گھوڑے زخمی پاگلوں کی طرح دوڑ رہے ہیں۔ وہاں گرد و غبار کا

طوفان ہے۔ وہاں کوئی زخمی ہو رہا ہے، کوئی پکڑ رہا ہے۔ وہاں تو معرکہ کارزار ہے۔ وہاں تو موت اور زندگی کا سوال ہے۔

بچوں نے جواب دیا:

حفاظت کر رہا ہے گر اس کے فوج کا دستہ
یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

بالآخر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ابوجہل کا نشان بتادیا:

خدا حافظ کہا اور کھینچ لیں دونوں نے شمشیریں
بڑھے یکبارگی کہتے ہوئے پر جوش تکبیریں
رُخ بوجہل کے اوپر نگاہیں گاڑ کے دوڑے
قریشی فوج کے دل بادلوں کے پھاڑ کے دوڑے

یہ دونوں مجاہد ابوجہل پر جا جھپٹے اور نیزہ بازی کی۔ ابوجہل نے بچنے کی ہزار کوششیں کیں مگر ان مجاہدوں کے ہاتھوں فی النار ہونا ہی تھا۔ دو ننھی ننھی تلواریں بے دین پر اس طرح پڑیں کہ گھوڑے سمیت زمین پر آگرا اور دم توڑنے لگا۔ کفار نے جب اپنے سردار کو مرتے دیکھا تو ان دو ننھے بچوں پر لشکر کا لشکر ٹوٹ پڑا۔ مگر اللہ رے عاشق مصطفیٰ، ان ننھے مجاہدوں نے جی نہ ہارا۔ بہت سے کافروں کو فی النار کر کے پہلے معوذ رضی اللہ عنہ خون شہیداں کی سرخیاں پیش کرتے ہیں اور دوسرے بھائی یعنی معاذ رضی اللہ عنہ کفار کے نرغہ میں رہ جاتے ہیں۔ لڑتے لڑتے حضرت معاذ کا ایک بازو کٹ جاتا ہے اور ایک تھوڑا سا باقی رہ جاتا ہے۔ حضرت معاذ تلوار دوسرے ہاتھ میں لے کر ظالموں کی صفوں میں گھس کر یلغار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بڑی جوانمردی، دلیری سے لڑ رہے ہیں۔ مگر بازو پورے طور پر نہ کٹنے کی وجہ سے لڑنے میں حائل ہو رہا تھا۔ قربان جاؤ اس شیر دل مجاہد پر انہوں نے اپنے پاؤں کے نیچے رکھ کر اس زور سے کھینچا کہ جسم سے الگ ہو گیا اب وہ ایک ہی ہاتھ سے میدان کارزار میں لڑ رہے تھے زبردست لڑائی شروع تھی۔ حتیٰ کی کفار کو سراسیمہ اور بدحواس ہراساں ہو کر بھاگنا پڑا:

پسر دم توڑنے والے پدر کو چھوڑ کر بھاگا
پدر زخمی پسر کے حال سے منہ موڑ کر بھاگا

بال مبارک

برادران ملت اسلامیہ اب تک تو جنگ بدر کے دو ننھے مجاہدوں کی تاریخ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جنگ بدر کے دو ننھے جانباز کے عشق کا حال سماعت فرما رہے تھے۔ اب ذرا کروٹ بدلئے۔ آیئے میں خالد بن ولید کی زندگی کا وہ نقشہ آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے نظر برآں کہ خالد جب ایک مرد جانباز بن کر عجیب وغریب فن دکھا رہے تھے، خالد مرد جانباز بن کر شہادت کا نقشہ دنیا کے سامنے پیش کر رہے تھے، اسی عین حالت جنگ میں جناب خالد کی ٹوپی زمین پر گر گئی اور ایک بہادر جناب خالد کے مقابلے میں آکھڑا ہوا اور خالد کی فن سپہ گری دیکھ رہا تھا۔ خالد کو دیکھنے کیلئے دنیا کے بہادروں کی آنکھیں ترسا کرتیں تھیں۔ وہ خالد بن ولید جو اسلام کی حمایت میں آیا تو فتحیاب ہو گیا اور اسلام کے مقابل آیا تو بھی میدان لے کر گیا۔ وہ خالد بن ولید میدان جنگ میں اپنی ٹوپی گرتے دیکھتا ہے تو اپنی تلوار چھوڑ کر ٹوپی کی طرف جان دینے کے لئے بے تحاشا دوڑتا ہے۔ سامنے حریف اپنی تلوار روک کر خالد کی زندگی کا تماشا دیکھتا ہے اور کہتا ہے خالد فن سپہ گری کے شہسوار اسلامی دنیا کے جانباز رسول اللہ کی غلامی کے وقار تیری زندگی کی یہ مجال کہ تو تلواروں سے کھیلنے والا تھا، مگر آج پتہ چلا کہ تو اپنی گردن کی حفاظت نہ کر کے اپنی ٹوپی کی طرف سرگرداں ہے۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی ہے کہ میدان جنگ کا اتنا بڑا جانباز جس کی گردن ہزاروں گردنوں سے زیادہ قیمتی ہے، گردن کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی ٹوپی کی پرواہ کیوں کر رہا ہے؟

حضرت خالد بن ولید کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ رو پڑے، ٹوپی چوم کر سر پر رکھا اور فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ خالد بن ولید نے تلوار کی بنیاد پر میدان نہیں جیتا ہے۔ خالد بن ولید نے رسول اللہ کے مقدس بال کی بنیاد پر میدان جیتا ہے۔ خالد سرور کونین

کی اطاعت کی بنیاد پر فتح یاب ہوا ہے۔ خالد بن ولید نے خاتم النبیین کے حکم کی تعمیل کی بنیاد پر اپنا سکہ جمایا ہے۔ آپ نے دیکھا ٹوپی میں رسول اللہ کا موئے مبارک تھا اور یہ والہانہ جذبہ تھا کہ سر کٹ جائے لیکن نبی کا مقدس بال زمین پر نہ گرنے پائے۔

دوستان محترم، جو قوم اس جذبہ کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے سر تو کٹوا سکتی ہے مگر نبی کا مقدس بال زمین پر نہ گرنے دے، جب نبی کا مقدس بال زمین پر نہ گرنے دو گے تو رب کائنات گردن زمین پر کیسے گرنے دے گا۔ برادران ملت اسلامیہ دیکھا آپ نے ایک صحابی کو رسول اللہ کے مقدس بال سے کتنا پیار اور والہانہ عشق تھا۔ اب یہیں سے اندازہ کرلو کہ رسول کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہوں گے، رسول اللہ کی اداؤں سے کتنی محبت ہوگی۔ تو معلوم ہوا دوستو کبھی اطاعت میں جان دینا ضروری ہوتا ہے اور کبھی جان لینا ضروری ہوتا ہے اور جیسے بھی ہو، اطاعت کرنا پڑے اطاعت کرو۔ اگر کامیاب ہونا چاہتے ہو تو میدان کارزار میں اپنے جگر کے خون کو سمو دو۔ اب میں آپ سے درخواست کروں گا۔

حضرت بلال

کہ آپ اپنے ذہن کو اس اطاعت گزار کی طرف منتقل کیجئے جو تپتی ہوئی ریت میں اپنے سینہ پر وزنی پتھر رکھ کر احد احد کا نعرہ لگاتے رہے۔ پھر وہ غلام ایک دن دنیا میں امام بن کر چمکے۔ ان جذبات کو سمجھنے کے لئے میں آپ کے ذہن کو تاریخ کے ان اوراق میں لیتا چلوں جس میں مقدس امام عاشق رسول اطاعت گزار جناب بلال رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ کون نہیں جانتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ ناپاک امیہ بن خلف سرور کونین کا سخت مخالف تھا۔ آپ کے خون کا پیاسا تھا۔ جب امیہ بن خلف نے سنا کہ بلال مسلمان ہو چکے ہیں تو طرح طرح کی سختیاں ان پر کرنے لگا۔ حد تو یہ ہوگئی کہ گردن مبارک میں رسی ڈال کر لڑکوں کو دیتا اور وہ شریر بچے آپ کو مکہ کی پہاڑیوں پر لئے پھرتے۔ رسی کا نشان گردن اطہر پر نمایاں ہو جاتا۔

وادیٔ مکہ کی گرم ریت پر آپ کو لٹاتا تھا اور گرم پتھر آپ کی چھاتی پر رکھ دیتا تھا۔ مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹتا۔ شدت کی دھوپ میں بٹھاتا اور یہ سب تکلیفیں اس لئے دیتا کہ کیوں کہ وہ محمد کے نام پر فدا ہو گئے، کیوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر نثار ہو گئے۔ صد رحمتیں حضرت بلال اور ان کے استقلال پر کہ سختیاں جھیلتے اور احد احد کے نعرے لگاتے رہے اور زبان حال سے فرماتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

حلق پر تیغ رہے سینے پر جلاد رہے
لب پہ تیرا نام رہے دل میں تیری یاد رہے

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے رفعت و بلندی کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ مشرک کے پنجے میں تھے اور ان کے طرح طرح کے مظالم برداشت کرتے رہے اور دنیا والوں کو اطاعت کا درس دیتے رہے، جب رسول اللہ کی بارگاہ میں پہونچے تو اس قدر بلندی پائی کہ اماموں کو پیچھے چھوڑ دیا، خادم مخدوم بن گئے، مخدوم سے حاکم بن گئے غلام سے امام بن گئے، پھر ایک دن یہ شان ملی کہ بلال جنت کے حقدار بن گئے۔

برادران ملت جب سرور کونین شب معراج جنت کے قریب پہونچے تو آپ نے جنت میں حضرت بلال کے چلنے کی آواز سنی۔ حدیث شریف میں یوں آتا ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے بلال جنت میں میں نے تمہارے جوتوں کی آواز سنی۔ اگر آپ کو یاد نہ ہو تو دیکھئے مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۰۸۔

یعنی انسان کو چلنے پر جوتوں سے جو چرچراہٹ کی آواز پیدا ہوتی ہے، حضور فرماتے ہیں میں نے بلال کے چلنے سے اس کے جوتوں کی چرچراہٹ سنی۔ دوستان محترم، اس حدیث پاک کو نگاہوں کے سامنے رکھئے اور تعصب کے عینک ہٹا کر بتائیے کہ رسول پاک کی غلامی میرے کی آقا کی پیروی نے انسان کو کس درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ کل تک جو بلال ایک حبشی غلام تھے، آج حضور کے دامن سے وابستہ

ہوکر حضور کی غلامی کو اپنے زندگی کا سرمایہ حیات سمجھ کر آسمان کی بلندیوں سے بھی زیادہ بلند ہوئے اور جنت میں سیر کرنے لگے:

ایک عرب نے آدمی کا بول بالا کردیا
خاک کے ذروں کو ہم دوش ثریا کردیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

دوسری حدیث میں محسن انسانیت یوں ارشاد فرماتے ہیں **مادخلت الجنة الخ** مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۰۹، یعنی میں جب کبھی بھی جنت میں داخل ہوا اپنے آگے میں نے تمہارے جوتوں کی آواز سنی۔ اس حدیث شریف کے متعلق صاحب لمعات لکھتے ہیں **مادخلت الجنة قط یدل علی کثرة الخ:**

یعنی اس جملہ سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار نہیں متعدد بار جنت میں تشریف لے گئے ہیں۔ کیا شان ہے میرے آقا کی۔ گویا جنت بھی ہمارے آقا کا گھر ہے۔ جب چاہیں تشریف لے جائیں۔ میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں۔ یہ تو اپنے گھر کی ہی شان ہے کہ جب آدمی چاہے اس میں چلا جائے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے مالک ہیں، جس کو چاہیں اس میں داخل کریں، جس کو چاہیں نہ کریں۔ تو دعویٰ کے ساتھ عرض کروں گا کہ جنت میں وہی داخل ہوسکتا ہے جو رسول اللہ کے فرمان کے مطابق چلے، جو فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے اور جو ان کا منکر ہو وہ جہنم میں جائے۔ اس کی ترجمانی کسی شاعر نے خوب کی ہے:

گنہگاروں کو جنت میں جانے سے کیوں روکے
کہ وہ جنت محمد کی تو یہ امت محمد ﷺ کی

اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اس حدیث کی یوں ترجمانی کرتے ہیں:

تجھ سے اور جنت کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

خالد بن ولید

آپ اپنی تاریخ بھول گئے ہو، اپنی شاندار روایات سے بے خبر ہو ورنہ کچھ بھی ہوجائے سچا مسلمان کبھی بزدل نہیں ہوسکتا ہے۔ سیکڑوں تمہارے جواں مردی شہ زوری کے واقعات کتب تاریخ میں بکھرے پڑے ہیں۔ یہ دیکھئے دور فاروق اعظم ہے۔ جنگ قادسیہ کا موقع ہے۔ لشکر اسلام نہایت بہادری کے ساتھ کفار کے ساتھ برسر پیکار اور مصروف جنگ ہے۔ مسلسل دس روز تک معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ مگر دمشق کے فتح ہونے کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی تھی۔ مسلمان بڑی کشمکش میں ہیں کہ اے عالمین کے پروردگار کیا دمشق پر پرچم اسلام بلند نہ ہوگا؟ کیا دمشق میں تیرے نام لیواؤں کا جمگھٹا نہ ہوگا؟ مسلمان لڑتے لڑتے قدرت کاملہ کے فیصلے کے منتظر تھے۔ اچانک ایک سوار ننگی تلوار لئے گردوغبار میں لپٹا ہوا کسی منزل تک پہنچنے کے لئے بے قرار ہے۔ چہرے پر رعب و جلال کا یہ حال ہے کہ سامنے آنے والا لرزہ براندام ہوجاتا ہے۔ جہاں لشکر اسلام نے پڑاؤ ڈالا تھا ٹھیک اسی مقام پر آکر رک گیا۔ سوار کو جب لشکر اسلام نے دیکھا تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں یک بیک لشکر اسلام میں ایک شور بلند ہوا، خالد آگئے خالد آگئے۔

اب تو دمشق کا فتح ہونا یقینی ہوگیا۔ یہ فاروق اعظم کے بھیجے ہوئے سپہ سالار خالد بن ولید ہیں جنہیں اس اہم مہم کے لئے منتخب فرما کر بھیجا گیا ہے، ان کے آتے ہی اعلان جنگ ہوگیا۔ گھوڑے دوڑاتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور لشکر کفار کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے لوگو! مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ خالد بن ولید سیف اللہ ہوں۔ میری گردن میں غلامی کا پٹہ پڑا ہوا ہے۔ میں نے غلامی مولیٰ کی ہے۔

کسی دیوانے نے کیا خوب کہا ہے:

دیوان گان عشق محمد کو دیکھ کر
گھبرا گئی گردش دوراں کبھی کبھی

گردن میں ہاتھ ڈالے ہیں ماہ نجوم کے
گزرا ہے ان حدوں سے مسلماں کبھی کبھی

میں تنہا ساٹھ ہزار کے مقابلے میں آیا ہوں۔ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے دعائیں مانگیں ہیں کہ اے مولی میرے خالد کے جسم میں جو خون موجیں لے رہا ہے یہ شجر اسلام کی آبیاری کے لئے بہہ جا تو دل کی آخری تمنا پوری ہو جائے۔ اب یا تو کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام کے دائرے میں داخل ہو جاؤ یا پھر لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ خالد کی صرف ایک ننگی تلوار ساٹھ ہزار کے مقابلے کے لئے کافی ہے، عن قریب دمشق پر پرچم اسلام بلند ہوگا۔ فاروق اعظم کا جلد ہی دورہ ہونے والا ہے۔ قضا اور قدر کا فیصلہ ہو چکا ہے، اب جلد ہی اپنا انجام سوچ کر جواب دو۔ اگر جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں کودنا چاہتے ہو تو بولو اور تلوار کا مزہ چکھو اور اگر جنت کی ٹھنڈی چھاؤں میں باغ و بہار کا مزہ لینا چاہتے ہو تو آؤ دامن اسلام سے وابستہ ہو کر توحید و رسالت پر ایمان لے آؤ۔ ہمارے بھائی بن جاؤ۔ اتنا کہنا تھا کہ کفار غیظ و غضب میں تلملا اٹھے، آگ بگولہ ہو کر بولے اتنی بڑی جسارت ایک فرد ساٹھ ہزار کو مقابلے کی دعوت دے رہا ہے۔ لے دیکھ ایک ہی وار میں تیرے غرور کا پیرہن تار تار ہو جائے گا۔ اب کیا تھا تلواریں حرکت میں آئیں نیزے چمکنے لگے۔ تاریخ گواہ ہے اس خوفناک اور خونریز جنگ میں اسلام کا ایک جانباز مجاہد اللہ کا سچا نام لیوا اپنی بہادری کا جوہر دکھا رہا ہے، جس طرف بھی رخ کرتا کفار کے پرخچے اڑا دیتا ہے۔ سرزمین دمشق پر خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ مسلسل چار گھنٹے تک جنگ ہوتی رہی۔ آج لشکر اسلام کے ایک عظیم مجاہد سپہ سالار ایک بطل جلیل مرد مجاہد کی زبان سے جو بات نکلی وہ ہو کر رہی۔ فتح کا پرچم دمشق لائق دید تھا۔ اسلام کی کھلی ہوئی فتح پر دنیا حیران رہ گئی۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا بھی دباؤ گے اتنا ہی وہ ابھرے گا

افسوس صد افسوس آج اسی مسلمان کے فرزند حقارت و ذلت میں پڑے ہوئے

ہیں۔ خواری پستی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ لیکن بے وقار بے اقتدار زندگی پر غور نہیں کرتے۔ ذرا سوچو تو سہی کتنا بڑا فرق ہے کل اور آج کے مسلمان میں۔ کل جس مسلمان کے ہاتھ میں تلوار چمکتی تھی آج انہیں مسلمان کے ہاتھوں میں ہاکی و بلا نظر آتا ہے۔ کل جس مسلمان کے ہاتھ میں گھوڑے کی لگام تھی آج اسی مسلمان کے ہاتھ میں پتنگ کی ڈور نظر آتی ہے۔ کل جس مسلمان کی زبان پر نعت مصطفیٰ اور آیات ربانی کے نغمے گونجا کرتے تھے آج اسی زبان پر فلمی گانے نظر آتے ہیں۔ کل جس مسلمان کے دل میں اللہ و رسول کی محبت کا سمندر موجزن تھا آج اسی میں ہیرو ہیروئن کی یادیں ہیں۔ کل کے باپ غلامی مصطفیٰ کی تعلیم دیتے تھے، آج کے باپ اس سے الگ کر دینے والی تعلیم دلا رہے ہیں۔ کل کی مائیں اپنے بچوں کو سامان جنگ سے آراستہ دیکھ کر خوش ہوتی تھیں، آج کی مائیں سنیما جاتے دیکھ کر خوش ہوا کرتی ہیں۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کا سچا عاشق اور سچا ماننے والا بنا اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے جس میں اس کی رضا ہو۔ آمین۔

اسلام زندہ باد ۔۔۔ مسلمان پائندہ باد

وَمَاعَلَيْنَاۤ اِلَّا الْبَلَاغ

❖❖❖

خطبہ ۵

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَ سَیِّدَنَا مَوْلَانَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ جَمِیْعًاوَاَقَامَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِلْمُذْنِبِیْنَ الْمُتَلَوِّثِیْنَ الْخَطَّائِیْنَ الْهَالِکِیْنَ شَفِیْعًا فَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ وَبَارَکَ عَلَیْهِ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ هُوَمَحْبُوْبٌ وَّمَرْضِیٌّ لَّدَیْهِ صَلٰوةً تَبْقٰی وَتَدُوْمُ. بِدَوَامِ الْمَلِکِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ وَاَشْهَدُاَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ وَاَرْسَلَهٗ. فَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ .اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوااتَّقُوااللّٰهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰادِقِیْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

محبان گرامی! شمع رسالت کے پروانوں، بادۂ توحید کے متوالو، قرآن کریم کے فداکارو، گفتگو سے قبل ہم آپ انتہائی خلوص ومحبت اور عقیدت واحترام کے ساتھ گنبد خضریٰ کی جانب لولگا کر اپنے آقا ومولیٰ آفتاب رسالت، ماہتاب نبوت، کونین کی زینت غمگسار امت، صاحب شریعت، مالک جنت، محسن انسانیت، کونین کے مختار، دونوں عالم کے تاجدار محبوب رب غفار، شفیع روز شمار، بے قراروں کے قرار، فخر

موجودات، خلاصۂ کائنات، آمنہ کے لال، روحی فداجناب احمد مجتبیٰ کملی والے مصطفیٰ محمد عربی ﷺ کے دربار شاہانہ میں نذرانہ درود شریف پیش کریں۔ درود شریف......

محترم حضرات! آج اس بزم نور نکہت میں مجھے چودھویں صدی ہجری کے مجدد اسلام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجات امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی تاریخ ساز شخصیت پر خطاب کرنا ہے، تمام تعریفیں پروردگار عالم کے لئے جس نے لفظ کن سے کائنات کی تخلیق فرمائی۔ درودوسلام کی ڈالیاں پیش ہیں گنبد خضریٰ کے اس مکین مقدس ﷺ کی بارگاہ رحمت میں جہاں سے آج بھی کونین کی باوقار زندگی کے تحفظ کے لئے یہ صدا عام طور پر آرہی ہے۔

نشان منزل مقصود ہے میری تربت
نشاں یہ چھوڑتا ہوں اہل کارواں کے لئے

عقیدت ومحبت کے ہارو پھول پیش ہیں صحابہ کبار شہدا عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس بارگاہ میں جنہوں نے اسلام جیسے مذہب مہذب کی قرنا بعد قرن نسلاً بعد نسل دارورسن کے پھندے کو چومتے ہوئے ہم تک پہنچایا:

صلیب و دار سہی دشت کوہسار سہی — جہاں بھی تم نے پکارا ہے جانثار چلے
سنی جو بانگ جرس تو بہ قبل گاہ جفا — کفن بدوش اسیران زلف یار چلے

اور بے پناہ عقیدت ومحبت کے ہارو پھول فقیر پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے اس بارگاہ عبقری میں جس نے بریلی کی ٹوٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھ کر اسلامیان ہند کے سینوں میں عشق مصطفیٰ کا چراغ جلایا، جس کی ہر ہر ادا عشق مصطفوی کی تعبیر ہوکر رہ گئی اور جسے ہم دنیائے محبت کا امام اور فکر ونظر کا شہنشاہ کہتے ہیں۔ دنیا محبت وعقیدت سے جسے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجات امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے نام سے یاد کرتی ہے، اس تاریخ ساز شخصیت نے اپنے دور میں جس طرح سے باطل کی سرکوبی کی ہے اور حقانیت کا عظیم پرچم اپنے ہاتھوں میں لے کر تصرفات کی کروٹیں لی ہیں یہ اس عظیم تاریخ ساز شخصیت کا ہی حق تھا:

شرک تھا جب ناز کرنا احمد مختار پر — نکتہ چیں تھے لوگ ملم سید ابرار پر

ہر ولی ہر غوث کو بے دست و پا سمجھا گیا — یارسول اللہ کہنے پر تھا فتویٰ شرک کا

کفر پر اک دن مشیت کو جلال آ ہی گیا — میرے آقا کی محبت کا سوال آ ہی گیا

صورت تسکین کی نکلی دل سیماب سے — اک کرن پھوٹی اچانک چرخ پر ماہتاب سے

اس کرن کو اہل دیں احمد رضا کہنے لگے — امت ختم الرسل کا پاسباں کہنے لگے

اس کرن نے راہ ایماں کو منور کردیا — پھول تو ہیں پھول، خاروں کو گل تر کردیا

قوم کے ایمان وحرمت کے نگہبان زندہ باد — زندہ باد اے مفتی احمد رضا خاں زندہ باد

ابر رحمت تیرے مرقد پر گوہر باری کرے — حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

محترم حضرات! یاد کیجئے ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء کے اس بھیانک دور کی جب انسانیت وشرافت دم توڑ رہی تھی۔ جب مصطفیٰ جان رحمت کے شیدائی بدعقیدگی کی زنجیروں میں جکڑے جارہے تھے، جب حبیب خدا کے دیوانے ہچکولے کھارہے تھے، جب ہر طرف گنگوہ ونجد کا لال جھنڈا لہرارہا تھا، جب تھانویت دیوبندیت سرکاردوجہاں کے خلاف انگارے اگل رہی تھی، جب صلح کلیت اور گمراہیت کے قافلے تیزی سے چالو تھے، جب علم غیب مصطفیٰ کے خلاف اجتماعات کئے جارہے تھے، جب دشمنان رسول کے سائے بڑھتے ہی جارہے تھے، جب بدعت وضلالت کا کہراہر چارسو چھارہا تھا، شرک کے متوالے بادل اپنی گھن گرج کے ساتھ اہل ایمان کو ڈرانے پر مجبور کررہے تھے، بدعات کے سائے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے کفر ایمان کے لباس میں ملبوس ہوکر انگڑائیاں لے رہا تھا، صاحبان جبہ و دستار ابلیس کی شاگردی کا حق ادا کررہے تھے، جب پورے ہندوستان کی فضا نیچریت، وہابیت و دیوبندیت کی تیز و تند آندھیوں سے غبار آلود ہوچکی تھی، جب الحاد و بے دینی کی گھٹاٹوپ تاریکی چاروں طرف چھا چکی تھی، جب بدمذہبی اور بدعقیدگی کی کالی گھٹاؤں نے ایمان وہدایت کی

روشنی کو ڈھانپ لیا تھا، جب خود ساختہ مفکرین اسلام اپنی تاویلات سے اسلامی مسائل اور شرعی احکام کی اصلی شکلیں بگاڑ چکے تھے، محدث اور مولوی کہلانے والے اللہ سبوح وقدوس کی ردائے عظمت پر جھوٹ کا دھبہ لگارہے تھے، مولانا اور مفتی بننے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن اقدس پر بے ادبی اور گستاخی کا کیچڑ اچھال رہے تھے، دین کے ڈاکو مسلمانوں کی متاع ایمان لوٹ رہے تھے، مذہب کے بھیڑیئے مصطفےٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑوں پر مسلسل حملے کئے جارہے تھے تو ان حالات میں مقدس اسلام کو ایک ایسے مجدد اعظم کی ضرورت تھی..........

❖ جو حضور سراپا نور سید انبیا، صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا وارث بن کر اپنی نورانی کرنوں سے بدمذہبی کی کالی گھٹاؤں کو تتر بتر کردے۔ ❖ جو جلال موسیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا پرتو بن کر اللہ تعالیٰ کی ردائے عظمت پر جھوٹ کا دھبہ لگانے والوں کو جلا کر راکھ کردے۔ ❖ جو حضرت اقدس کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر قہر الٰہی کی بجلی بن کر گرے۔ ❖ جو حضور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نائب بن کر اپنی قلمی تلوار سے تھانوی اور پنجابی مسلیمہ کذاب کو موت کے گھٹ اتاردے۔ ❖ جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آئینہ بن کر اسلامی مسائل اور شرعی احکام کے چہروں سے گردوغبار صاف کر کے ان کو اپنی اصل شکل میں پیش کردے۔ ❖ جو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلشن بغداد کا مظہر بن کر الحاد کی گھٹاٹوپ تاریکیوں کو چیردے۔ ❖ جو اپنے زمانے کا ابومنصور ماتریدی اور امام ابوالحسن اشعری بن کر ڈارون اور نیوٹن کے فلسفے کا شیشہ چکنا چور کردے اور نیچریت کی کھال ادھیڑ کر رکھ دے۔ ❖ جو آفتاب رشد و ہدایت بن کر وہابیت کی تیز و تند آندھیوں کا مقابلہ کرے۔ ❖ جو دین کا بادشاہ بن کر ایمان کے ڈاکوؤں کا بھیجہ نکال کر باہر کردے۔ ❖ جو محمدی کچھار کا شیر بن کر مذہبی بھیڑیوں کا قلع قمع کردے۔ ❖ جو اپنے کارناموں سے امت مرحومہ کا دین تازہ اور حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مردہ سنتوں کو زندہ کردے۔

چنانچہ پیارے اسلام کے محافظ رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے مقدس دین کی

حفاظت وحمایت کے لئے ایک ایسے بندے کو پیدا فرمایا جو مذکورہ اوصاف میں کامل ہونے کے ساتھ ساتھ اور دوسری بے شمار خصوصیات کا بھی حامل تھا۔ جانتے ہو یہ بندہ کون ہے؟ اچھا ابھی آگے بڑھو۔ صحیح حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا ابوداؤد شریف جلد ثانی صفحہ ۲۴۱ اور یہی حدیث مشکوٰۃ شریف جلد جلد اول کتاب العلم فصل ثانی حدیث نمبر ۲۷ سطر نمبر ۲، صفحہ ۳۶ میں ہے۔ وَعَنْهُ (ای ابی ھریرۃ) فِیْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجدد لَهَا دِيْنَهَا (رواہ ابوداؤد) یعنی صدی کے ختم پر اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مجدد ضرور بھیجے گا جو امت کے لئے دین تازہ کردے۔

مجدد کی تعریف

مجدد کا مطلب ہے دین میں تجدید کرنے والا، دین کے مزاج کو نکھارنے والا، امت کو بھولے ہوئے احکام شرعیہ کی یاد دلانے والا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مردہ سنتوں کو زندہ کرنے والا، فقہ وکلام کے الجھے ہوئے معرکۃ الآرا مسائل کو سلجھانے والا، اپنی عالمانہ سطوت کے ذریعہ اعلاء کلمۃ الحق فرما کر اور اہل باطل کی جھوٹی شوکت کو مٹانے والا، دین کا وہ مزاج جس پر لوگوں نے اپنی غفلت کی عمل سے پردہ ڈال دیا ہو، اس غفلت کی چادر کو مجدد نہایت جواں مردی کے ساتھ ہٹاتا ہے اور دنیا کے سامنے اصل چہرہ پیش کرتا ہے۔ یہ مجدد کی تعریف ہے۔ مجدد اپنے اپنے دور کے مقتضیات کو مکمل کرتا ہے، مجدد نائب النبی ہوتا ہے، مجدد نائب رسالت ہوتا ہے، اس لئے مجددوں کی بھی ذمہ داریاں وہی ہوتی ہیں جن ذمہ داریوں کو پیغمبر پورا کرتا ہے۔ پیغمبر بحیثیت پیغمبران ذمہ داریوں کا بیڑا اٹھاتا ہے، مجدد کو بھی صبر ورضا کی راہ سے گزرنا پڑتا ہے وقت کی باطل قوتوں سے ٹکرانا پڑتا ہے، غلط فکر ونظر کا جنازہ نکالنا پڑتا ہے، اپنی

جان کو ہتھیلی پر رکھ کر سودا کرنا پڑتا ہے، قوم وملت کی بیماری کی خاتمہ کے لئے تندرست مزاج دینا پڑتا ہے، مجدد جس دور میں بھی آتا ہے اور جس دور کا مجدد ہوتا ہے اس دور کے سارے حالات پر اس کی نظر ہوتی ہے، جہاں جہاں سے گمراہیاں اپنا منہ کھولتی ہے وہیں سے گمراہیوں کا آپریشن کرتا ہے۔ بات بڑی طویل ہوگئی۔

بہر کیف! حدیث شریف کی رہنمائی کے مطابق جب ہم چودھویں صدی پر نگا ڈالتے ہیں تو ہمیں ایک ایسا مجدد نظر آتا ہے جو چودھویں رات کی چاند کی طرح اپنی شان مجددیت میں درخشاں اور تاباں ہے۔ فضل وکمال کے ساتھ ہر ایک علم میں اللہ و رسول (جل جلالہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے دین کے اس مجدد کو وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا جس کے سامنے عرب وعجم، حل وحرم کے بڑے بڑے علماء نے سر نیاز خم کیا، جس کے علمی دبدبہ سے ایشیا کے فلاسفر لرزتے رہے، جانتے ہو اس عظیم المرتب مجدد کا نام کیا ہے؟ تو اب ہم سے سنو۔ اس کا پیارا نام ''عبدالمصطفی امام احمد رضا خاں'' جو اسلامی دنیا میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نام سے مشہور معروف ہیں (رضی اللہ عنہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ؓ کی شخصیت بڑی پر شکوہ اور صلاح وتقویٰ و عزیمت کی ایک عجیب وغریب مرقع تھی۔ یہاں تک کہ اس ذات گرامی نے اپنا سارا سرمایہ حیات، اپنی ساری توانائیاں، اپنی ساری صلاحتیں، اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور اپنا سب کچھ رضائے مولیٰ کے حضور اور اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کردیا تھا۔ کون اعلیٰ؟

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے دنیائے سنیت کے اجڑے ہوئے گلستاں کو نئی زندگی دی۔
وہ اعلیٰ حضرت! جس نے اپنی شیریں بیانی سے بچھڑے ہوئے لوگوں کو قریب کیا۔
وہ اعلیٰ حضرت! جس نے زور تقریر سے بے دینوں کا منھ بند کردیا۔
وہ اعلیٰ حضرت! جس نے اپنے سیف قلم سے سرکش باطل پرستوں کو مجروح کردیا۔
وہ اعلیٰ حضرت! جس نے گلشن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرا بھرا بنادیا۔
وہ اعلیٰ حضرت! جس نے گمراہوں کو راہ حق دکھانے میں بے پناہ کوششیں صرف کیں۔
وہ اعلیٰ حضرت! جس نے ہزاروں بھکے ہوئے لوگوں کو اسلام وسنیت کا حلقہ بگوش بنایا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے عرب وعجم میں دشمنان مصطفیٰ ﷺ پر برق خاطف گرائی

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے بارگاہ احدیت کی عزت وجلالت اور سرکار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وحرمت کا ڈنکا پوری دنیا میں بجایا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے ہیبت کا سکہ سب کے دلوں میں بٹھایا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے بڑے بڑے فلاسفروں کو اپنے خداداد علوم کی تابناک شعاعوں سے چکا چوند کردیا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے شریعت مقدسہ کی اتباع اور دین حق کی خدمت میں پوری زندگی گزاری۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو مہر تاباں سنیت بن کر چمکے تو ظلمت کدے خود بخود منور ہونے لگے۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو آسمان علم وفن کا آفتاب بن کر چھایا تو علم وعرفان کی بارشوں سے سنیت کو لہلہادیا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو عاشق بن کر ابھرے تو قلعہ نجد ووہابیت کی بنیاد کو کچل دیا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے مسئلہ علم غیب چند گھنٹے میں کعبہ شریف کی دیوار تلے عربی زبان میں ''الدولۃ المکیہ باالمادۃ الغیبیہ'' جیسے ضخیم کتاب، محقق ومدلل ومبرہن کتاب قلمبند فرمائی۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس کی تصنیفات مبارکہ از ابتدا تا انتہا خدا کی عطا کردہ اعلیٰ ترین صلاحیتوں کی مظہر وآئینہ ہیں۔

وہ اعلیٰ حضرت! جن کے خداداد علم کو دنیائے جہاں کو علم کسیبہ دست بستہ خراج عقیدت پیش کررہے ہیں۔

وہ اعلیٰ حضرت! جن کی نادر روزگار شخصیت نے ''کمان'' اپنے ہاتھ میں سنبھالی تو سیف قلم نے رسول کے بڑے بڑے ناموروں کے سر قلم کردیئے۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو کوہستان وبیابان سنیت کے شیر ببر سمجھے جاتے ہیں

وہ اعلیٰ حضرت! جس کے نشانہ قلم پر کوہستان دیوبندیت ووہابیت ونجدیت کے

شیر ببر بھی شیر قالین ثابت نہ ہوسکے۔

وہ اعلیٰ حضرت! جن کے نام نامی اسم گرامی نے ایوان باطل پر آج بھی زلزلہ برپا کررکھا ہے

وہ اعلیٰ حضرت! جس کے قلم کی روشنائی نے شہیدوں کے لہو کی طرح چمنستان اسلام کو لالہ زار بنادیا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس کے تیز وتند آندھیوں کی زد پر عشق نبوی کا چراغ جلایا۔ اور خون کے ایک ایک قطرہ سے محبت کا خراج وصول کیا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے حق وباطل کے درمیان اتنی واضح لکیر کھینچ دی جو آج بھی امنڈتے ہوئے ان سیاہ فتنوں کے ہجوم میں امت مسلمہ کے درس عبرت کے لئے تاباں ودرخشاں ہے۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے نہایت نازک وقت میں ہمارے ایمان سررشتہ ٹوٹنے سے بچالیا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے دیوبندی، نجدی، وہابی جیسے گستاخوں کے منہ میں لگام دے دی

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے اپنی ہستی کی صلاحیتوں کو حمایت کے مورچے پر لگا کر اسلام کی فصل کو کفر والحاد کے طوفان سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے ابلیس لعین کے امنڈتے ہوئے لشکر کو شکست فاش دینے کے لئے خون کا آخری قطرہ تک نثار کردیا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے حق کی خوشنودی کے آگے کسی کے روٹھنے کی پرواہ نہ کی اور نہ کسی کے طعن وتشنیع سے آزردہ خاطر ہوئے۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے محبوب کو راضی کرکے سارے جہاں سے مستغنی ہوگئے۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس نے غیرت عشق کی بھٹی سلگائی تو ہمیں اس عہد نفاق

آشوب میں یقین وعرفان کا نکھرا ہوا سونا میسر ہوا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جن کے نوک قلم نے گھٹا ٹوپ تاریکیوں کا پردہ چاک کر کے پوری امت مسلمہ کو اجالے میں کھڑا کر دیا ہے۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو ایک شخص ہی نہیں تھا، بلکہ وہ ایک نظریہ تھا، عقیدہ تھا مسلک تھا، مشرب تھا، انجمن تھا، کانفرنس تھا، کتب خانہ تھا اور لائبریری تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو علم و معارف کا کوہ گراں تھا بحر زخار بھی تھا، درسگاہ بھی تھا، خانقاہ بھی تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو آسمان علم وفن کا درخشاں آفتاب تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو گلستان طریقت ومعرفت کا شاداب پھول تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو علم وظاہر کا جاہ وجلال اور علم باطن کی زندہ مثال تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو دن کے اجالے میں میدان قلم کا شہسوار اور رات کی تاریکی کا عابد شب زندہ دار تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو علم ظاہری باطنی کا سنگم تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو عالم ہی نہیں ''علم'' اور زاہد ہی نہیں ''زہد'' تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو ایک مفتی تھا، مدرس تھا، مقرر تھا، مناظر تھا، مصنف تھا، مؤلف تھا، مفکر تھا، مفسر تھا، محدث تھا، معقولی تھا، منقولی تھا، ادیب تھا، خطیب تھا، فصیح تھا، بلیغ تھا، فقیہہ، وجیہہ تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو ماہر علوم الٰہیات وفلکیات تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو ماہر علوم ریاضیات وطبعیات تھا۔

ودہ اعلیٰ حضرت! جو ماہر علوم ونجوم وتوقیت تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو ماہر الادویات وعلم الابدان تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو بیک وقت پچاس سے زائد علوم پر یدطولیٰ ودستگاہ کامل رکھتا تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو اپنے وقت کا ابوحنیفہ وشافعی تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو اپنے زمانہ کا غزالی بھی تھا اور رازی بھی تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو اپنے دور کا رومی بھی تھا اور محی الدین ابن عربی بھی تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو درسگاہ کی نوک پلک سے آشنا اور خانقاہ کے اسرار ورموز کا ہمراز بھی تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو اللہ کی بے شمار نعمتوں میں ایک نادر ونایاب نعمت تھا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جس کے حق نگار قلم نے کروڑوں مسلمانوں کو کفر وگمراہی سے بال بال محفوظ ومامون کر لیا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جن کا وجود مسعود تن تنہا لاکھوں کروڑوں پر بھاری بھرکم ہے۔

وہ اعلیٰ حضرت! جن کی دینی وقلمی خدمات کی مثال اپنے زمانے میں کہیں نہیں ملتی۔

وہ اعلیٰ حضرت جن کا اہل سنت وجماعت پر احسان عظیم ہے۔

وہ اعلیٰ حضرت! جو مدتوں کشور علم پر ساون بھادوں کی برستا رہا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جن کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے اگر زبان وادب کا پورا سرمایہ اکٹھا کر دیا جائے تو ان کی زندگی کے چند لمحات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ناکافی ہوگا۔

وہ اعلیٰ حضرت! جن کی دینی خدمات کو دیکھ کر عقل حیران ہے کہ زبان وقلم کے لئے نیاز مندیوں کی بھیک کہاں سے مانگی جائے اور کس کے خزانہ عامرہ سے گوہر آبدار چن چن کر ان کے قدموں پر نچھاور کئے جائیں، جس سے امام احمد رضا جیسے قدآور شخصیت کی دینی وقلمی خدمات کا حق ادا کیا جا سکے۔

آخر میں یہ کہہ گذرنا چاہتا ہوکہ:

وہ اعلیٰ حضرت! جن کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ایسی کئی زندگیاں درکار ہیں۔

آج معلومات ومراسم اہل سنت وجماعت کی ہر طرف جو دھوم دھام ہے، جس کے حسنات وبرکات سے پوری دنیائے اسلام مالا مال ہورہی ہے، یہ میرے اعلیٰ

حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام اہل سنت رفیع الدرجت دریائے رحمت، قاطع کفر وضلالت، ماحی بدعت، سیدنا مولانا شاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جہاد بالقلم کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔ع

''خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را''

قوم کے ایمان وحرمت کے نگہبان زندہ باد — زندہ بادا ے مفتی احمد رضا خاں زندہ باد
ابر رحمت تیرے مرقد پر گہرباری کرے — حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری — خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

اعلیٰ حضرت تو اتنے سچے عاشق محبوب خدا تھے کہ پیارے رسول کے خلاف کوئی بات سننا تو درکنار، اس کے سائے سے بھی دشمنی رکھتے ہیں، خود اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

دشمن احمد پہ شدت کیجئے — ملحدوں سے کیا مروت کیجئے
مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں — ذکر آیات ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل — یارسول اللہ کی کثرت کیجئے
کیجئے چرچا انہیں کا صبح وشام — جانِ کافر پر قیامت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں — چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے

اور پھر اس پر بس نہیں، بلکہ وہ اسی سلسلے میں اپنے قلم سے خنجر خونخوار کا کام لیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے، کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے، کہ یہ وار وار سے پار ہے

اعلیٰ حضرت کا علم

اعلیٰ حضرت ؓ نے علوم درسیہ کے علاوہ علوم وفنون کی بھی تحصیل فرمائی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض علوم ایسے ہیں جس میں کسی استاذ کی رہنمائی کے بغیر آپ نے اپنی خدا

داد ذہانت سے یہ کمال حاصل کیا ہے، ایسے تمام علوم وفنون کی تعداد تقریباً ۵۰ ہے۔ کئی فن اس میں ایسے ہیں کہ دور جدید کے بڑے بڑے محقق وعالم انہیں جاننا تو درکنار شاید ان کے نام سے آگاہ نہ ہوں۔ ان تمام مذکورہ بالا فنون میں ایک فن شاعری اور نعت گوئی بھی ہے۔ نعت گوئی ایک مشکل فن ہے۔ یہ پل صراط طے کرنے سے بھی دشوار تر ہے۔ اس فن کی نزاکتوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے بڑی احتیاط اور ادب شناسی کی ضرورت پڑتی ہے۔ کسی خیال کو فنی پیکر عطا کرنے سے پہلے اس کو سو بار احتیاط کی چھلنی میں چھان لینا پڑتا ہے، تب وہ کہیں جا کر معرض اظہار میں آتا ہے۔ علماء نقد ونظر اور صاحبان علم وفن کا اتفاق ہے کہ نعت کی راہ شاعری کی سخت ترین راہوں میں سے۔ اور تمام اصناف سخن سے مشکل ہے۔ اگر حد سے تجاوز کرتا ہے تو الوہیت کی تجلی خاکستر کردے گی۔ اور کمی کرتا ہے تو شان رسالت کی تیز تلوار اس کی گردن ناپ دے گی۔ اسی لئے خوش نصیب ہیں وہ مداح رسول ﷺ جنہوں نے کامیابی اور سرخروئی کے ساتھ اس وادی پر خار کو طے کیا اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اپنی عقیدت ومحبت کا شعری گلدستہ پیش کیا۔ حقیقتاً جن خوش نصیب حضرات نے اس عظیم نعمت کو اپنے سینے سے لگایا اور نجات اخروی کا ذریعہ سمجھا ان میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی ؓ کا مقام اور ان کا کلام کئی جہت سے سب سے ممتاز ومنفرد نظر آتا ہے۔ پہلی امتیازی خصوصیت تو یہ ہے کہ اردو کا کوئی نعت گو شاعر اپنے سے زیادہ وسیع المعلومات، اسرار شریعت کا راز داں، کتاب وسنت کے بحر ذخار کا سچا شناور صاحب فضل وکمال نہیں ہوا۔ دوسری امتیازی صفت یہ ہے کہ نعت گوئی میں آپ جس احتیاط اور ادب شناسی کی منزل سے گذرے ہیں اس کا جواب نہیں۔ اور یہ اس لئے کہ آپ نے قرآن شریف سے نعت گوئی سیکھی اور حضرت حسان جیسے آشنائے منزل کو خضر راہ بنایا۔ خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی — یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ
رہبر کی رہِ نعت میں اگر حاجت ہو — نقش قدم حضرت حسان بس ہے

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بلاشبہ شاعری میں یکتائے روزگار اور امام وقت ہیں،

آپ کی شاعری میں جہاں عشق کی وارفتگی اور سرمستی ہے وہیں ایمان کی حلاوت اور مٹھاس اور ادب واحترام کے تمام ترلوازمات بھی پائے جاتے ہیں۔آپ کی شاعری کی خصوصی شان کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ہر شعر آیت یا حدیث کا ترجمہ وخلاصہ ہے۔یہ اعلیٰ حضرت کا کمال ہے کہ ترجمہ کو نظم میں پروکر اہل ذوق وشوق کو مست وبے خود بنادیا ہے۔جیسا کہ لَاتَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ کے خلاصہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

سرکار! ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

قرآن فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ اور اعلیٰ حضرت کا ترجمہ فرماتے ہیں۔

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

نعت مصطفیٰ ﷺ میں جس عشق ووارفتگی اور جذب مستی کا مظاہرہ فرمایا ہے، دنیائے شعروسخن میں اس کی مثال نہیں ملتی۔آپ کا نعتیہ دیوان حدائق بخشش دوحصوں میں ہر جگہ دستیاب ہے۔اس کے ایک ایک شعر اور ہر ہر لفظ عشق رسول کی پاکیزہ شراب سے لبریز ہے اور عقیدت واخلاص کا آئینہ دار ہے۔اعلیٰ حضرت نے شاعری برائے شاعری نہیں کہ ہے، بلکہ شاعری بطور عبادت کی ہے۔انہوں نے کبھی کسی سے ستائش کی تمنا نہیں کی اور نہ صلہ کی پرواہ کی۔اگر کی ہے تو اسی دربار گہربار سے۔جس کی شان انہیں کی زبان میں یہ ہے:

مانگیں گے، مانگے جائیں گے، منہ مانگی پائیں گے — سرکار میں نہ لا ہے، نہ حاجت اگر کی ہے
لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں — کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں — مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا — دریا بہادیئے ہیں در بے بہادئے ہیں

اور واقعی شہنشاہ کونین ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں انہوں نے جو مانگا ہے ملا ہے۔

جو تمنا کی، پوری ہوئی۔ایک بار اعلیٰ حضرت قبلہ نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کے آگے شارع عام پر کھڑے ہیں۔بلوری فانوس ہاتھ میں ہے۔اسے روشن کرنا چاہتے ہیں۔لیکن دوشخص جو دائیں بائیں کھڑے ہیں، پھونک مار کر بجھادیتے ہیں۔اتنے میں حضور سید عالم ﷺ رونق افروز ہوئے۔آپ کو دیکھ کر دونوں مخالف غائب ہوگئے۔حضور ﷺ اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لاتے ہیں اور ان سے اتنے قریب ہوگئے کہ ایک بالشت سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا اور باکمال رافت ورحمت ارشاد فرمایا ''پھوک مار اللہ روشن کردے گا'' اعلیٰ حضرت نے پھونک ماری، فانوس روشن ہوگیا۔(تجلی الیقین ،صفحہ ۸۱)

حقیقت یہ ہے، جس کسی نے دل کی گہرائیوں سے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح فرمائی وہ کبھی محروم نہیں رہا۔اعلیٰ حضرت کو یہ سعادت عظمیٰ اس لئے حاصل ہوئی کہ آپ سرکار کی محبت میں خلوص مجسم تھے۔بظاہر آپ کا جسم ہندوستان میں لیکن روح گنبد خضریٰ کی ٹھنڈی چھاؤں میں چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔آپ کا جذبۂ عشق صرف سرکار والا کی ذات پاک ہی تک محدود نہیں بلکہ جلوہ گاہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ طیبہ) کے ذرہ ذرہ اور چپہ چپہ سے آپ کو بے پایاں عشق رہا ہے۔اس دیار قدس کے پھول پھول، کانٹوں کو بھی آپ نے گلے سے لگایا ہے:

پھول کیا دیکھوں مری آنکھوں میں — دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

جب کبھی اعلیٰ حضرت کے سامنے مدینہ طیبہ کا ذکر آتا ہے، وہ فرط محبت سے سرشار ہوکر سارے زمانے سے بے نیاز ہوجاتے اور دنیا کی حسین ترین چیزوں میں بھی انہیں کوئی لطف ودلکشی نہیں معلوم ہوتی۔آپ فرماتے ہیں:

حور جناں ستم کیا، طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوشگوار، نفیس شاعر تھے۔فصیح الملک مرزا داغ دہلوی کے تلمیذ تھے۔ایک روز انہوں نے اعلیٰ حضرت کی نعتیہ غزل کا مطلع داغ کو سنایا:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں   تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مطلع سن کر داغ جھومنے لگے۔ بار بار پڑھواتے اور وجد کرتے۔ بہت تعریف کی اور فرمایا "مولوی ہوکر ایسے اچھے شعر کہتا ہے"۔ یہ بہترین داد ہے جو استاذ داغ کسی شاعر کو نہیں دے سکتے تھے۔

حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ایک مرتبہ لکھنو کے شعرا کی ایک محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدہ معراجیہ اپنے خاص انداز میں پڑھا تو سب جھومنے لگے اور سب نے کہا کہ اس قصیدہ کی زبان کوثر میں دھلی ہوئی ہے۔ اس کا ایک واقعہ دہلی میں پیش آیا۔ سرآمد شعرا نے کہا سبحان اللہ! سبحان اللہ! مولانا احمد رضا کی شاعری کا کیا کہنے۔ آپ عمر بھر پڑھتے رہیے اور ہم عمر بھر سنتے رہیں گے۔ مولانا علی جوہر نے ڈاکٹر اقبال کے لئے کہا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل قرآن کی طرف پھیر دیے لیکن مولانا احمد رضا صاحب کا اعجاز شاعری یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل صاحب قرآن کی طرف پھیر دیے۔ نعتیہ شاعری کا کمال یہ ہے کہ اس سے شاعر کمال عشق کا سکہ دل میں بیٹھ جائے۔ شاعر شاگرد ہوتے ہیں، مگر عاشق شاگرد نہیں ہوا کرتا۔ مولانا احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فن شاعری میں کسی کے شاگرد نہیں تھے۔ وہ عاشق صادق تھے۔ فیضان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کچھ دیا کہ بس سوچا کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بے شمار شعرا نے اپنے اپنے حسن نیت اور توفیق الٰہی کے باعث سلام لکھ کر جذبۂ عقیدت پیش کیا مگر اعلیٰ حضرت کے لکھے ہوئے ایک سلام ایسا قبول عام ہوا کہ صدی گذر چکی ہے، برصغیر ہندو پاک کی فضاؤں میں آج بھی اس سلام کی والہانہ آواز گونج رہی ہے۔ ایک ایک شعر جذبۂ وکیف اور عشق مستی کا مرقع اور اتنا طویل سلام آج تک کسی شاعر نے نہیں لکھا:

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

❖ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ❖